Title - SUKHNOORAAN BULAND FIKAR.

Creator - Mohd. Munawwar Behadur Gauhar.

Publisher - Oriental Research Institute (Madras).

Date - 1937.

Pages - 226

Subject - Farsi Adab - Tazkira Shora ; Tazkira Shora - Farsi

إنّ من الشعر لحكمةً وإنّ من البيان لسحرا

۱۳۵۲ھ
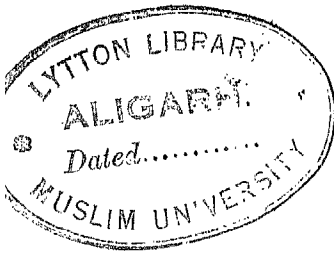
مؤلفہ

جناب مولوی محمد منوّر صاحب بہادر گوہر

(امیر الشعراء نجم الفضلاء)

سابق جونیر ریڈر اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس یونیورسٹی

MADRAS

PRINTED AT THE G. S. PRESS

1937

إن من الشعر لحكمة و إن من البيان لسحرا

سخنوران بلند فکر

مؤلفہ

جناب مولوي محمد منوّر صاحب بهادر گوهر

سابق جونير ريڈر اورينٹل ريسرچ انسٹي ٹيوٹ مدراس يونيورسٹي

MADRAS:

PRINTED AT THE DIOCESAN PRESS

1936

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
دیباچه	
پہلا باب ...	۱
فصل اول ...	۱
آذری ...	۱
خواجه محمود گاوان	۴
یوسف ...	۸
شہیدی ...	۱۱
شاه طاہر الحسینی	۱۲
صفی ...	۱۴
رضائی ...	۱۵
فرح ...	۱۶
وحشی ...	۱۷
ارسلان ...	۱۸
فانی ...	۱۹
حیاتی ...	۲۰
سنجر ...	۲۱
ظہوری ...	۲۲
ملک قمی ...	۲۵
کوکبی ...	۲۶
مؤمن ...	۲۶
دانش ...	۲۸
فطرت ...	۳۰
امید ...	۳۲
راز	۳۴
درگاه... ...	۳۵
معز	۳۸
واله	۳۹
فصل دوم ...	۴۱
علی	۴۱
آزاد	۴۴
واضح... ...	۴۸
نصرت ...	۵۰
آصف ...	۵۱
زکی	۵۵
مخمور ...	۵۶
حاکم ...	۵۷
عاجز ...	۵۸
عاشق ...	۶۱
ایجاد... ...	۶۲
واقف ...	۶۳
ذکا	۶۵
فصل سوم ...	۶۸
سلطان محمود شاه بہمنی	۶۸
فیروزی ...	۷۰
وفائی ...	۷۲
جمشید ...	۷۳
مرزا صادق ...	۷۴
فہیمی ...	۷۵
آفتاب ...	۷۶

مضمون		صفحہ	مضمون		صفحہ
رسا ...	...	۷۸	مجرم	...	۱۱۵
جرأت	...	۷۹	حسن	...	۱۱۷
مولانا سیّد قمر الدین		۸۱	والا ...	...	۱۱۹
صارم ...	...	۸۳	عاشق	...	۱۲۱
شفیق	...	۸۴	خوشنود	...	۱۲۲
رفیع	...	۸۶	شفیع	...	۱۲۴
جذب	...	۸۷	قدرت	...	۱۲۵
فصل چہارم	...	۸۹	مختار	...	۱۲۷
سخن	...	۸۹	واقف	...	۱۲۸
وفا ...	...	۹۰	فصل ہفتم	...	۱۳۰
فصل پنجم	...	۹۲	ابجدي	...	۱۳۰
قربي ...	...	۹۲	ذوقي ...	...	۱۳۱
محفوظ	...	۹۴	آگاہ ...	...	۱۳۲
تجمل	...	۹۶	معجز	...	۱۳۵
جودت	...	۹۶	بیخود	...	۱۳۶
امین	...	۹۷	برهان	...	۱۳۷
انوار ...	...	۹۸	رایق ...	...	۱۳۸
فصل ششم	...	۹۹	بصارت	...	۱۴۰
حاجي	...	۹۹	افسر	...	۱۴۱
گوهر ...	...	۹۹	تمنا ...	...	۱۴۲
مهربان	...	۱۰۰	خالص	...	۱۴۳
یکدل	...	۱۰۲	منور ...	...	۱۴۴
خلوص	...	۱۰۳	آگاہ (ثاني)	...	۱۴۴
خرد ...	...	۱۰۴	جوهر	...	۱۴۵
آشکار	...	۱۰۵	فصل ہشتم	...	۱۴۷
طالب	...	۱۰۶	افصح	...	۱۴۷
اظفري	...	۱۰۷	انور ...	...	۱۴۸
خوشدل	...	۱۱۰	ماجد	...	۱۵۰
فائق ...	...	۱۱۱	مختار	...	۱۵۳
نامي	...	۱۱۲	اسد ...	...	۱۵۴
شایق	...	۱۱۳			

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
تامی	۱۵۵
ناظر	۱۵۶
بینش	۱۵۷
شمس	۱۵۹
علیم	۱۶۰
حیران	۱۶۱
احقر	۱۶۳
احمدی	۱۶۳
اظہر	۱۶۴
بلیغ	۱۶۵
بہجت	۱۶۶
حشمت	۱۶۸
راغب	۱۶۹
راقم	۱۷۱
رونق	۱۷۳
فاروق	۱۷۳
اعظم	۱۷۵
نظیر	۱۸۱
خادم	۱۸۲
واصف	۱۸۳
عظیم	۱۸۴
احسن	۱۸۶
اکرم	۱۸۷
ثاقب	۱۸۸
باب دوم ریختہ گو دکنی شعراء	۱۹۰
فصل اوّل	〃

مضمون	صفحہ
سلطان محمد قلی قطب شاہ	۱۹۰
سلطان محمد قطب شاہ	۱۹۱
سلطان عبداللہ قطب شاہ	۱۹۲
ولی	۱۹۲
داؤد	۱۹۵
سراج	۱۹۶
ہاشمی	۱۹۹
فتوت	〃
فصل دوم	۲۰۱
سنت	〃
بیان	۲۰۲
لطف	۲۰۴
نصیر	۲۰۵
ستر	۲۰۶
عزلت	۲۰۸
کرم	۲۰۹
ممتاز	۲۱۰
فصل سوم	۲۱۲
نصرتی	〃
ممتاز	۲۱۴
نادر	۲۱۸
باب سوم	۲۲۱
فکری	〃
مسیح کاشی	۲۲۲
فقیر	۲۲۴
عاقل	۲۲۵

دیباچه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ داور گوہرِ کانِ سخن * نعتِ سرور جوہرِ جانِ سخن
فضلِ یزداں نے ہدایت دي مجھے * حمد سبحاں نے سعادت دي مجھے
نعت نے بخشا شرف برتر کیا * قطرۂ ناچیز کو گوہر کیا
یہ دعا ھے اے ودودِ بے مثال * بھیج روز و شب درودِ بے مثال
احمدِ مُرسل شہِ معراج پر * آل پر اصحاب پر ازواج پر
انبیا پر اولیا پر ھو سلام * اتقیا پر اصفیا پر ھو سلام
میرے پیرانِ طریقت پر بھي ھو * مُرشد انِ پاک طینت پر بھي ھو
نکتہ سنجانِ سخن سے عرض ھے * صاحبانِ علم و فن سے عرض ھے
یہ ھے گلدستہ سخن کے باغ کا * یہ ھے گلدستہ دکن کے باغ کا
ھے دکن کے شاعروں کا تذکرہ * ھے سخن کے ماہروں کا تذکرہ
رو نما ہیں واقعاتِ شاعراں * دل کُشا ہیں سانحاتِ شاعراں
یہ سفینہ گلشنِ بیخار ھے * یہ خزینہ مخزنِ اشعار ھے
خیر ہو اے کردگار اِس باغ کي * روز افزوں ھو بہار اِس باغ کي
اِس کو بھي ہر دلعزیزي ھو نصیب * اِس کي شہرت میں ترقي ھو نصیب
چمکے ہر لفظ اس کا اختر کي طرح * آبرو بھي پاے گوھر کي طرح
کام میرا التجا دن رات ھے * نام تیرا قاضي الحاجات ھے

تجھ سے گوھر کي دعا ھے روز و شب
یہ وظیفہ اي خُدا ھے روز و شب

اما بعد ـ سنہ ۱۹۲۷ ع میں صوبۂ مدراس میں محکمۂ تفحیص السنۂ مشرقیہ (اورِاینٹل ریِ سرچ انسٹي ٹیوٹ) قائم ھوا ـ اور میرا تقرر بہ عہدۂ جونیر ریڈر عمل میں آیا ـ علاوہ اور فرائض مفوضہ کے میں نے یہ تذکرہ فارسي اور اردو کے اُن شعرا کا تالیف کیا جس کو

مدراس یونیورسٹی کي طرف سے شائع کیا جاتاھے - اُمید ھے کہ اِس کو بنظرِ قدردانی ملاحظہ فرمایا جائیگا اؤر میری محنت کي داد دیجائیگي *

اس تذکرے میں سنہ ۷۷۰ ھجری سے سنہ ۱۲۷۰ ھجری تک جو شعرا گزرے ہیں، اُن کا حال مئیں نے بڑي تحقیق سے درج کیا ھے - اِس میں اُن ۱۴۷ شعرا کا حال درج ھے جو جنوبي ہند اؤر دکن میں پیدا ھوے یا دوسرے شہروں سے جنوبي ہند میں پہنچے تھے -

اس کتاب میں تین باب اؤر ایک ضمیمہ ھے اؤر ہر باب کي کئي فصلیں ہیں، جو ذیل کي تفصیل سے معلوم ھوگا -

پہلا باب — فارسي گو شعرا کا حال - اس میں آٹھ فصلیں ہیں -

فصلِ اول - وہ فارسي گو شعرائے ایران جو شمالي ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ دوم - وہ فارسي گو شعرائے ہندوستان جو شمالي ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ سوم - وہ فارسي گو شعرا جو دکن ہي میں پیدا ھوے -

فصلِ چہارم - وہ فارسي گو شعرائے ایران جو دوسرے شہروں سے مدراس میں آئے -

فصلِ پنجم - وہ فارسي گو شعرائے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

فصلِ ششم - وہ فارسي گو شعرائے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے -

فصلِ ہفتم - وہ فارسي گو شعرا جو کرناٹک میں پیدا ھوے *

فصلِ ہشتم - وہ فارسي گو شعرا جو مدراس میں پیدا ھوے *

دوسرا باب — دکني شعرا کا حال - اس میں تین فصلیں ہیں *

فصلِ اول - وہ شعرا جن کي ولادت - نشو و نما اؤر ترقي دکن

فصلِ دوم ـ وہ شعراء جو مختلف بیرون دکن شہروں سے دکن آئے اور یہیں توطّن اختیار کیا ـ

فصلِ سوم ـ وہ دکني شعرا جو مدراس ہي میں پیدا ہوے *

تیسرا باب ـ اُن فارسي گو ایراني شعرا کا حال جو شمالي ہند سے دکن آئے اور چند روز مقیم رهکر واپس چلے گئے *

اِس تذکرے میں شعراء کے ناموں کو بہ ترتیب تہجي نہیں لکھا گیا ھے ـ بلکہ تقدّم زماني کا خیال رکھا گیا ھے ـ البتہ تذکرۂ گلزار اعظم (مولفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم ' نواب کرناٹک) سے جو شعرا منتخب کئے گئے ہیں اُن میں حروف تہجي کي ترتیب ھے ـ اُن میں سے اکثر شعرا وہ ہیں جو گلزار اعظم کي تالیف ' یعني سنہ ۱۲۶۹ ھجري تک بقید حیات تھے *

اِس کتاب کے دوران تالیف میں ذیل کي کتابیں میرے مطالعے میں تھیں اور اُن سے میں نے مدد لي ھے :—

(۱) تاریخ فرشتہ ' مصنفۂ محمد قاسم فرشتہ ـ
(۲) کلمات الشعراء مصنفۂ محمد افضل سرخوش ـ
(۳) خزانۂ عامرہ ' مصنفۂ میر غلام علي آزاد بلگرامي ـ
(۴) گلشن بیخار ' مصنفۂ نواب مُصطفی خاں شیفتہ ـ
(۵) صبح وطن اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک ـ
(۶) نتائج الافکار مصنفۂ محمد قدرت الله خاں قدرت ـ
(۷) گلزار اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک ـ
(۸) تاریخ عزیز دکن ' مصنفۂ مولوي عبد العزیز صاحب فرزند مولوي مہدي صاحب واصف ـ
(۹) دیوان ممتاز ' مصنفۂ نواب عمدة الامراء بہادر ممتاز فرمانرواے کرناٹک ـ
(۱۰) مثنوي رشک قمر ' مصنفۂ نادر (نام نا معلوم) ـ
(۱۱) محبوب الزمن ' مصنفۂ مولوي ابو تراب محمد عبد الجبار خاں صاحب ـ

(۱۲) آب حیات، مصنفۂ مولوی محمد حسین صاحب آزاد ۔
(۱۳) مضامین شرر، از مولوی عبد الحلیم صاحب شرر ۔
(۱۴) تاریخ ادب اُردو، مصنفۂ رام بابو صاحب سکسینہ، مترجمۂ مرزا محمد عسکری صاحب ۔

جہاں میری یہ دعا ھے کہ رب الارباب اس تذکرے کو قبولیت دوام عطا فرمائے، وھاں مئیں یہ بھی دعا کرتا ھوں (اؤر ناظرین سے بھی استدعا کرتا ھوں کہ وہ بھی میرا ساتھہ دیں) کہ جن حضرات شعرا کا اس تذکرے میں ذکر ھے اُن سب کو ارحم الراحمین مغفرت نصیب کرے، کیونکہ وہی فارسی اؤر اُردو زبان کے اصلی محسن ہیں ۔

آخر میں بہ ادب یہ گزارش ھے کہ مئیں نے حتی المقدور اپنی طرف سے اِنتخاب و تحقیق حالات شعرا میں کوئی کمی نہیں کی ۔ ممکن بلکہ یقین ھے کہ ابھی یہ تذکرہ بہت ہی نا مکمّل ھو اؤر سیکڑوں مشاہیر میری نگاہ سے چھوٹ گئے ھوں، یا مئیں نے اپنی کمی قابلیت سے قصداً چھوڑ دئے ھوں ۔ اگر ناظرین کرام بجاے زبان طعن دراز کرنے کے مجھے میرے سقموں پر متنبّہ فرماکر اس تذکرے کی تکمیل میں مدد فرمائینگے تو مئیں بے حد ممنون ھونگا اؤر آیندہ ایڈیشن میں یہ مکمل ھو سکیگا ۔

آخر یہ مشترکہ جائداد ھے اؤر جنوبی ہند کے باشندے کا یہ فرض ھے کہ وہ اِس کی صلاح و فلاح میں جان توڑ کوشش فرمائیں ۔

جیسا کہ مئیں ابھی عرض کر آیا ھوں مجھے اپنی کمی استعداد کا اعتراف ھے ۔ وہ کونسا انسان ھے جو اپنے آپ کو "انسان کامل" کہہ سکے ۔ محال ھے کہ نا مکمل کا کوئی کام بھی مکمل کہا جا سکے ۔ وَ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ افضل الانبیاء و اشرفِ اولادِ آدم محمد مصطفیٰ الذی ھو انسان الکامل و لاریب فیہ ۔

خاکسار محمد منوّر گوہر (مخاطب بہ امیر الشعرا و نجم الفضلا)

نائر خاندان نوابان کرناٹک و منصبدار ہز اگزالٹڈ ھائنس اعلیٰ حضرت (حضور نظام دکن خلد اللّٰہ تعالیٰ ملکہ)

جام بازار ۔ مدراس

پہلا باب

فارسي گو شعرا کا حال

فصلِ اوّل

وہ فارسي گو شعرائے ایران جو شمالي ہند سے دکن میں آئے

آذري

آذري تخلص - سیّد حمزہ نام - شیخ نور الدین لقب - فرزند خواجہ علي ملک سربداریہ - وطن اسفراین (علاقۂ خراسان) سال ولادت سنہ ۷۸۴ ھجري - ماہِ آذر میں پیدا ہوے اسلئے آذري تخلص اختیار کیا -

بہت بڑے پائے کے شاعر اور نہایت ذہین شخص تھے - عنوانِ جواني ہي میں سلطان شاہ رخ مرزا کي سرکار میں بڑا رسوخ حاصل کیا اور بڑي عزت پائي، یہاں تک کہ خطابِ ملک الشعرائي سے سرفراز ہوے - پھر گوشہ نشیني اختیار کي اور حضرت محي الدین طوسي کي خدمت میں رھکر ریاضتیں کیں - ان کے انتقال کے بعد سیّد نعمت اللہ سے مستفیض ہوے - خرقۂ خلافت آپ ہي سے پایا - متوسّط عمر میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرّف ھوکر ہندوستان پہنچے اور سلطان احمد شاہ بہمني اوّل فرماں روائے گلبرگہ کي سلکِ ملازمت میں داخل ہوے اور بادشاہ کي تعریف میں کئي پُر زور قصیدے لکھے - بادشاہ نے بھي ان کي بڑي قدر داني کي اور یہاں سے بھي ملکُ الشعراء کا خطاب پایا - بارھا بیش بہا انعامات سرکارِ شاہي سے عطا ہوے -

ایک دفعہ بادشاہ سے وطن جانے کي اجازت چاہي مگر نہ ملي، ناچار خاموش ھو رھے اور کسي ذریعے کي فکر میں لگے - ان دنوں گلبرگہ

میں دارالامارۂ شاہي زیرِ تعمیر تھا ۔ جب تعمیر ختم ہوي تو آپ نے یہ دو شعر پتّھر پر کھدواکر دارالامارہ کے دروازے پر نصب کرادئے :—

حبّذا قصرِ مشیّد کہ ز فرطِ عظمت
آسماں سُدّۂ از پایۂ ایں درگاہ است *
آسماں ہم نتواں گفت کہ ترکِ ادب است
قصرِ سلطانِ جہاں احمدِ بہمن شاہ است *

ایک روز اتفاق سے بادشاہ کي نظر اِن اشعار پر پڑي تو پڑھکر پھڑک گیا ۔ شہزادۂ علاء الدین ساتھ تھے ۔ پوچھا کہ کِس کا کلام ھے ؟ اِنھوں نے آذري کا نام لیا ۔ چونکہ موقع اچھا تھا ' ساتھ ہي عرض کیا کہ " آذري اپنے وطن کي جدائي میں سخت بے تاب ہیں اور اجازت کے خواستگار ۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے وطن جانے کي اجازت مل جائے تو جو حج میں نے کیا ھے اُس کا آدھا ثواب نذرِ حضور کرونگا " ۔ بادشاہ یہ سنکر ہنس پڑے اور فوراً اجازت عطا فرمائي اور ساتھ ہي خلعتِ خاص ' پانچ ہندي غلام اور چالیس ہزار تنکہ نقرہ (ایک تنکہ = ایک تولہ) عنایت ھوے ۔ شیخ بہت شکر گزار ھوے اور عرض کیا کہ " لا یحمل عطایاکم الا مطایاکم " بادشاہ نے اور بیس ہزار تنکے سفر کے خرچ کے لئے دئے ۔ چلتے ھوے آذري نے بادشاہ سے وعدہ کیا کہ تازیست " بہمن نامہ " کي تصنیف میں مصروف رھونگا ' جس کا آغاز ھو چکا تھا ۔ چنانچہ مدت العمر اِس وعدے کا ایفا کرتے رھے اور ایک سال میں جتنا حصّہ نظم کرلیتے ' وطن سے بادشاہ کي خدمت میں بھیج دیتے تھے ۔ سلطان ھمایوں شاہ بہمني تک پہنچنے پائے د ٰے کہ پیغام اجل آ پہنچا ۔ باقي حصّے کو ملا نظیري ملا سامعي اور دیگر شعرا نے پورا کیا ۔

شیخ یہ انعامات لیکر وطن پہنچے ۔ بقیہ عمر عبادتِ الٰہي میں گزاردي ۔ مزید براں دستِ سخاوت و خیرات وسیع کیا ۔ چنانچہ ایک مہمانسراي بنواکر اِس کو وقف کردیا ۔ ایسي سخاوتیں ظاھر ھے

که اتنے خطیر مال کو کفایت نہیں کرسکتیں - سلطان احمد شاہ انتقال کر چکے تھے - مجبوراً سلطان علاء الدین شاہ بہمنی ثانی (سنه ۸۳۰ هجري تا سنه ۸٦۱ هجري) کو ایک عریضه لکھا - بادشاہ نے اِس کا جواب دستِ خاص سے لکھکر شیخ کا اعزاز بڑھایا اور اُس کو عطایاے کثیر کے ساتھ شیخ کے پاس بھیجا -

آخر سنه ۸٦٦ هجري میں بیاسي سال کي عمر پاکر واصل بحق ہوے - آذري نے ایک مبسوط دیوان مشتمل بر قصائد و غزلیات و قطعات وغیرہ یادگار چھوڑا ہے - من اشعارہ :—

به مجلسے که در و گنجِ کبریا بخشند
هزار افسرِ شاہي بیک گدا بخشند *

دلا بمَي کده ها روز و شب گدائي کن
بود که دُرد کشاں جرعهٔ بما بخشند *

شدیم پیر به عصیان و چشمِ آں داریم
که جُرمِ ما به جوانانِ پارسا بخشند *

غلامِ همّتِ آں عارفانِ با کرمم
که یک صواب به بینند و صد خطا بخشند *

به کويِ میکده از مفلسي چه غم دارم
که ساقیاں همه جام جہاں نما بخشند *

به نیم ساعتِ هجر آذري نمي ارزد
ہزار سال گرش در جہاں بقا بخشند *

تاریخِ انتقالِ آذري :—

چراغ دل به مصباحِ حیاتش
به انواعِ حقائق داشت پرتو *

چو او مانند خسرو بود در شعر
از اں تاریخ فوتش گشت خسرو *

سنه ۸٦٦ ہجري

خواجہ محمود گاوان

تخلص معلوم نہیں - عماد الدین نام - خواجہ لقب - وطن قاوان - سال ولادت کا پتہ نہیں چلا - خواجہ محمود گیلان کے ایک قریۂ قاوان میں پیدا ہوے - اِسی مناسبت سے محمود گاواں کے نام سے مشہور ہو گئے -

خواجہ بہت بڑے فاضلِ عصر تھے - علوم عقلی و نقلی خصوصاً ریاضی اؤر طب میں خاص مہارت رکھتے تھے - نثر و نظم و انشا میں تو ممتاز الافاضل تھے - علم دوست، قبیلہ پرور، فیّاض، قدردانِ علم و ھنر، رحم دل، خُوش خلق، متواضع، منکسرالمزاج اؤر عابد و زاہد تھے - فیّاضی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ اپنے ہم عصر فضلا کو خراسان اؤر عراق تک تحفے بھیجا کرتے تھے -

خواجہ محمود کا خاندان ہمیشہ سے معزز و محترم رہا ھے - آپ کے اجداد شاھانِ گیلان کے وزیروں میں سے تھے - شدہ شدہ اِن میں سے ایک سریرآراے سلطنت رشت ہوا اؤر اُس کا خطبہ منبروں پر پڑھا گیا - یہ سلسلۂ تاجداری شاہ طہماسپ صفوی دارای ایران کے زمانے تک خواجہ کے خاندان میں رہا - ہوش سنبھالنے اؤر علم و کمال حاصل کرنے کے بعد لوگ اُن کے ایسے محسود ہوے کہ مجبوراً اپنی والدہ کے ایما پر وطن چھوڑنا پڑا - آپ کی والدہ بھی مشایخ دیں کے خاندان کی ایک فرد تھیں - عراق و خراسان کے بعض بادشاھوں نے آپ کو اپنا وزیر بنانا چاھا مگر آپ نے قبول نہ کیا اؤر تجارت کو اختیار فرمایا - اسی تقریب سے اکثر دیارو امصار کو دیکھا اؤر ہر جگہ کے علماء اؤر مشایخ کی صحبتوں سے مستفیض ہوے -

تینتالیس برس کی عمر تھی کہ آپ ایک تاجر کی حیثیت سے دکن پہنچے - شاہ محب اللہ قدس سرہ اؤر دیگر مشایخ کا شہرہ سنکر اُن کی ملاقات کے لئے احمد آباد بیدر گئے - اِس اثنا میں خواجہ کے علم و فضل اؤراخلاق کا دکن میں شہرہ ہوچکا تھا - بیدر سے واپس

آنا چاہا تو سلطان علاء الدین بہمنی ثانی (سنہ ۸۳۸ ہجری تا سنہ ۸۶۳ ہجری) نے آپ کو روک لیا اور اپنے امرا میں داخل کرلیا -

ہمایوں شاہ (ظالم) بہمنی (سنہ ۸۶۳ تا سنہ ۸۶۵ ہجری) کے عہد میں ملک التجار کا خطاب پایا ' وزیر اور جملۃ الملک کے منصب پر سرفراز ہوے اور بڑی شایستہ خدمتیں انجام دیں - سلطان محمد شاہ بہمنی ثانی (سنہ ۸۶۷ تا سنہ ۸۸۷ ہجری) کے عہد میں خواجۂ جہاں کا خطاب اور منصب امیر الامرائی پایا - بادشاہ نے خلعت خاص عطا فرمایا اور یہ حکم دیا کہ خواجہ کے نام کے ساتھ یہ الفاظ لکھے جایا کریں :—

"مجلس کریم ' سیّد عظیم ' ہمایوں اعظم ' صاحب السیف والقلم ' مخدومِ جہانیاں ' معتمدِ درگاہِ شاہاں - آصفِ جم نشاں - امیر الامرا ملک - نائب الملک - ملک التجّار - محمود گاواں المخاطب بہ خواجۂ جہاں " -

خواجہ خلعت و خطاب سے سرفراز ہونے کے بعد فوراً اپنے خزانے کے حجرے میں گئے ' شاہی خلعت اُتار کر فقیرانہ لباس پہنا اور بہت روئے - حجرے سے نکلے تو تمام نقد و جنس و جواہر اور دیگر سامان جو بذریعۂ تجارت و امارت جمع کیا تھا ' احمد آباد بیدر کے علما و فضلا اور سادات میں تقسیم کردیا - کتابیں اور ہاتھی گھوڑے رکھ لئے اور کہا کہ کتابیں طلبا کا حق ہے اور ہاتھی گھوڑے بادشاہ کی ملک ہیں - یہ چند روز کے لئے میرے پاس امانت ہیں -

خواجہ اور ملا جامی میں خط و کتابت رہا کرتی تھی - ملا صاحب نے خواجہ کی مدح میں دو قصیدے لکھے ہیں - جن کے دو دو شعر ہم یہاں درج کرتے ہیں :—

پہلا قصیدہ :— مرحبا اي قاصدِ کلکِ معاني مرحبا

الصّلا کزجان و دل بذل تو کردم الصّلا *

ہم جہانرا خواجہ و ہم فقر را دیباچہ اوست

آیتِ الفقر لاکن تحت استار الغنا *

دوسرا قصیدہ :— جامي اشعار دلاویز تو جنسیے است لطیف
پودش از حسن بود لطف معاني تارش *
ہمرۂ قافلۂ ہند رواں کن کہ رسد
شرف و عزّ قبول از ملک التجارش *

خواجہ نے سنہ ۸۷٦ ھ میں ایک عالي شان مدرسہ اؤر مسجد احمد آباد بیدر میں بنوائي - سامعي نے مدرسے کي حسب ذیل تاریخ کہي :—

ایں مدرسۂ رفیع و محمود بنا
چوں کعبہ شد است قبلۂ اہل صفا *
آثار قبول بیں کہ شد تاریخش
از آیت ربّنا تقبّل منا *
سنہ ۸۷٦ ہجري

خواجہ نے سلطان محمد بہمني کي مدح میں ایک قصیدہ کہا ھے جس کے دو شعر یہ ہیں :—

شد شکل ضرب تیغت بردوش جاں حمائل
ہیکل ز حرزِ سیفي انگہ ہراس اي دل *
تیغ تو آبِ حیواں مردم ز حسرتِ آں
آرے بہ عہدِ من شد آب حیاتِ قاتل *

خواجہ کي موت کا واقعہ نہایت درد ناک ھے - آپ کي روز افزوں ترقي کو دیکھکر اکثر اقران و امثال آپ کے بے سبب دشمن ہوگئے تھے - ظریف الملک دکني ، مفتاح حبشي اؤر ملک حسن نظام الملک نے آپ کے قتل کي سازش کي اؤر اُس حبشي غلام کو جس کے پاس خواجہ کي مُہر رہتي تھي اپنے ساتھ ملالیا - ایک روز اُس کو خوب شراب پلائي اؤر جب وہ بیہوش ھوگیا تو ایک سفید کاغذ اُس کو دیکر خواجہ کي مہر اُس پر کرالي - پھر اُس کاغذ پر خواجہ کي طرف سے اُڑیسہ کے رائے کے نام خط لکھا ، جس کا مضمون یہ تھا کہ " بادشاہ کي شراب خواري اؤر ظلموں سے ہم تنگ آگئے ہیں - تمھاري قلیل توجّہ سے

دکن فتح ہوسکتا ھے - تم فوج لیکر یہاں پہنچو - میں بھي تمھاري مدد کرونگا اور اکثر امرا سے مدد دلواؤنگا کیونکہ وہ میرے تابع فرماں ہیں - بادشاہ کو اِس کے کیفر کردار کو پہنچا کر ہم دونوں آپس میں علي السویّہ ملک کو تقسیم کرلینگے" - ظریف الملک دکني اور مفتاح حبشي نے ملک حسن نظام الملک بحري کے سامنے یہ تحریر بادشاہ کو دکھائي - بادشاہ نے خواجہ کي مُہر پہچان‌کر فوراً خواجہ کو طلب کیا - خواجہ نے یہ شعر جو اُس زمانے میں وردِ زباں رھتا تھا پڑھا :

چوں شہیدِ عشق در دنیا و عقبیٰ سر خرو است
خوش دمے باشد کہ مارا کشتہ زیں میداں برند *

اور کہا کہ جو ڈاڑھي ھمایوں شاہ کي خدمت میں سفید ھوي ھے اگر اُس کے بیٹے کے ھاتھ سے سرخ ھو تو سرخروئي کا باعث ھوگا - قسمت کا لکھا ٹل نہیں سکتا -

خواجہ جب بادشاہ کے سامنے آئے تو اُس نے پوچھا کہ " اگر کوئي شخص اپنے ولي نعمت سے نمک حرامي کرے اور اُس کا ثبوت بھي مل جائے تو اُس شخص کي کیا سزا ھے ؟" یہاں تو حساب پاک تھا - خواجہ نے بے ساختہ کہا کہ " جس بدبخت سے ایسي حرکت سرزد ھو اُس کي گردن ماردیني چاھئیے " بادشاہ نے وہ خط خواجہ کو دکھایا - خواجہ حیران رہ‌گئے اور قرآن مجید کے یہ الفاظ کہے کہ " سبحانک ہذا بہتان عظیم " پھر کہا کہ " مُہر تو بلاشبہ میري ھے مگر تحریر میري نہیں " - بادشاہ ایک تو شراب میں مست تھا دوسرے غصّے کا بھوت اُس پر سوار تھا' بغیر مزید تحقیقات کے جوھر نامي حبشي کو خواجہ کي گردن مارنے کا حکم دیکر حرم سرا کي طرف چلا گیا - خواجہ نے بہ آواز بلند کہا کہ " مجھ جیسے بوڑھے کا قتل تو آسان ھے مگر میرا خون ناحق رنگ لائیگا اور تمھاري رسوائي اور خرابي کا باعث ہوگا" بادشاہ نے کوئي جواب نہیں دیا اور حرم سرا میں داخل ہوگیا - تاریخ شاہد ھے کہ وھي ھوا جو خواجہ نے کہا تھا - جوہر حبشي تلوار لئے ھوے

موجود تھا - وہ آگے بڑھا تو خواجہ دو زانو ہوکر قبلہ رو ہو بیٹھے اؤر کلمۂ طیّبہ پڑھنے لگے - جب تلوار کی ضرب پڑي تو خواجہ نے کہا "الحمد للّٰہ علي الشہادۃ" اؤر جاں آفریں کو جان دیدي -

شہادت کے وقت خواجہ کا سن اٹھتر برس کا تھا - یہ واقعۂ ھائلہ ۵ صفر سنہ ۸۸۶ ہجري کو ھوا - ملا عبد الکریم ہمداني صاحب محمود شاہي نے جو خواجہ کے شاگرد تھے' یہ قطعۂ تاریخ شہادت کہا :—

شہید بے گنہ مخدوم مطلق
کہ عالم را ز جودش بود رونق *
اگر خواھي تو تاریخِ وفاتش
فرو خواں قصّۂ قتلِ بناحق *
سنہ ۸۸۶ ہجري

ایک اؤر تاریخ یہ ھے :—

سالِ فوتش گر کسے پرسد بگو
بے گنہ محمود گاواں شد شہید *
سنہ ۸۸۶ ہجري

یوسف

یوسف تخلص - یوسف عادل خاں نام - ابو ظفر لقب - فرزند سلطان مراد - وطن ملک روم - سالِ ولادت سنہ ۸۶۱ ہجري -

سنہ ۸۵۴ ہجري میں اِن کے والد نے رحلت کي اؤر اُن کے بڑے بھائي سلطان محمد سریر آرائے ملک روم ھوے تو ارکان دولت کي تحریک سے تمام خاندان کے افراد کے قتل کا حکم دیا جس میں یوسف بھي شامل تھے - سلطان محمد کي والدہ کو اپنے چھوتے بیتے یوسف بہت عزیز تھے - اُنھوں نے اِن کي جان بچانے کي یہ تدبیر کي کہ خواجہ عماد الدین محمود گرجستاني' تاجر ساوہ سے ساز باز کرکے یوسف کو اُس کے غلاموں میں داخل کردیا اؤر اُس سے چند غلام خرید کر اُن میں سے ایک کو جو یوسف سے مشابہ تھا قتل کرا دیا - قدرتِ الٰہي کے

کھیل کہ ایک بے گناہ تو قتل ہوگیا اور یوسف کو ایک سلطنت کا حکم راں بنانے کے لئے بچا لیا گیا - خواجہ عماد الدین یوسف کو اپنے قافلے میں لیکر بغداد شریف روانہ ہوا - وہاں سے اپنے وطن ساوہ میں پہنچا اور یوسف کی پرورش اپنے بیٹے کے ساتھ کرنے لگا اور اُس کی خوب تعلیم و تربیت کی -

رفتہ رفتہ یہ راز طشت ازبام ہوگیا کہ یوسف زندہ ہے - اتفاقاً اِسی زمانے میں یوسف اور حاکم ساوہ کے متعلقین میں سے ایک سے کچھ جھگڑا ہوگیا - یوسف کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو وہ ساوہ کو چھوڑکر سیر و سیاحت کے لئے نکل گئے - کچھ دنوں کے بعد ساوہ واپس جانے کا قصد کیا - ایک رات خواب میں حضرت خضر (علی نبینا و علیہ السلام) نے اُن کو دولت و عظمت کی بشارت دی اور ہندوستان کی طرف جانے کی ہدایت کی - اُس کے موافق وہ عازم ہند ہوے اور اپنے محسن خواجہ عماد الدین کی معیّت میں احمد آباد بیدر پہنچے -

خواجہ عماد الدین اور خواجہ محمود گاواں ایک مدت کے دوست تھے - یوسف کے اصرار پر خواجہ محمود گاواں کی وساطت سے نظام شاہ بہمنی (سنہ ۸۶۵ ہجری تا سنہ ۸۶۷ ہجری) کے ہاتھ اِن کو فروخت کردیا - خواجہ محمود گاواں نے اُن کے صفات سن کر اور صورت شکل دیکھکر اُن کو اپنا مُتبنّی بنا لیا اور خواجہ کی توجہ سے یوسف ایک قلیل عرصے میں ترقی کے بڑے مدارج طی کرکے چند ہی روز میں امرائے ہزاری کے رتبے پر پہنچ گئے -

یوسف پر سلاطین بہمنیہ کی فوج جان دیتی تھی اور اُنکے اخلاق نے اکثر مغل اور ترک امرا کو اُن کا گرویدہ کر رکھا تھا - سلطان محمد شاہ بہمنی (سنہ ۸۶۷ ہجری تا سنہ ۸۸۷ ہجری) نے انتقال کیا تو سب نے بالاتفاق یوسف کو منصبِ شاہی کے لئے انتخاب کیا - چنانچہ انہیں کے سر پر تاج رکھا گیا اور وہ بہ خطابِ عادل شاہ تخت دکن پر جلوہ گر ہوے - یہی خاندانِ عادل شاہی کے بانی ہوے - اِنھوں نے سنہ ۸۹۵ ھ میں بیجاپور کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور سنہ ۹۱۶ ہجری تک حکمرانی

کرتے رهے - وہ اِس زمانۂ عروج میں بهی اپنی غریبی نہیں بهولے اؤر ساوہ میں بیس ہزار روپیہ بهیج کر ایک مسجد بنوائی جو "مسجدِ غریباں" کے نام سے مشہور هوی - یوسف عادل شاہ نہایت حسین شخص تها - بڑهاپے میں بهی اس کو دیکهنے کے لئے دور دور سے لوگ بیجاپور آیا کرتے تهے - بڑا عالم و فاضل اؤر عالموں کا قدرداں تها - علم عروض و قافیہ اؤر موسیقی میں کمال حاصل تها - خطّاط بهی بہت اچها تها - جوانمردی و عدل و انصاف میں دور و نزدیک مشہور تها - خود سنی المذهب تها - مگر اتنا غیر متعصب کہ مذهب شیعہ کو اپنی سلطنت میں رواج دیا - شاعر تها اؤر شاعر نواز - اُس کے اشعار کا نمونہ یہ هے :—

تا بارِ غم عشق کشد قافلۂ * دلہا شکند ہر طرف از مرحلۂ
با آنکہ بجاں با تو نکردیم بخیلی * پیشِ دگراں بہرچہ کردی گلۂ
ما مسئلۂ فقہ ندانیم چہ یوسف * آساں شدہ از عشقِ بتاں مسئلۂ

گر وارسی بہ دردِ دلِ ناتوانِ من
کے می رسد بمرگِ کساں رشکِ جانِ من *
با آنکہ صدر ہم بجفا آزمودۂ
تیغے کشیدۂ ز پئے امتحانِ من *
ای گل رسیدہ است بگوشِ تو قصہ ام
بلبل نخواند وقتِ سحر داستانِ من *
گویا کہ بلبلانِ چمن نقل کردہ اند
حرفے ز بے وفائیِ گل از زبانِ من *
یوسف بہ زاریِ دلِ من گوش کس نکرد
کو بخت آں کہ گوش کند داستانِ من *

اکیس برس تک بڑے اقبال و کامرانی سے سلطنت کی - آخر سنہ ۹۱۶ هجری میں پیغامِ اجل آ پہنچا - ۷۵ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبّیک کہا - تاریخ وفات یہ هے :—

بگفتا - نماندہ شہنشاہِ عادل
سنہ ۹۱۶ هجری

شہیدی

شہیدی تخلص - مرزا شہید نام - سال ولادت کا پتہ نہ چلا - عالم متبحر اور شاعرِ گرامی پایہ تھے - کسی شاعر کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے تھے - سلطان یعقوب فرماں روائے تبریز کے مقرّب اور مصاحب تھے - بادشاہ کی طرف سے خطاب ملک الشعرائی سے سرفراز ہوے - معاصرین اِن کے جاہ و جلال کو دیکھکر حسد رکھتے تھے - مگر بادشاہ کی نظرِ لطف و کرم کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے - جب اِن کے مربّی بادشاہ کا انتقال ہوگیا تو اُنھیں بھی تبریز کا قیام دشوار ہوگیا - مجبوراً سفر اختیار کیا - وطن سے نکلکر گجرات پہنچے - وھاں بھی دال گلتی نہ دیکھی تو سلطان اسمٰعیل عادل شاہ (سنہ ۹۱۶ تا سنہ ۹۴۱ ھ) کے عہدِ حکومت میں بیجاپور کا رخ کیا - چونکہ بادشاہ خود شاعر اور اہلِ علم کا خواھاں تھا، اِس لئے یہ بادشاہ کے مقرّب ہوگئے اور بڑی قدر ہوی -

قلعۂ احمد آباد بیدر فتح ہوا تو بادشاہ نے زر و جواہر سمیت تمام چیزیں جو کروروں روپئے کی مالیت کی تھیں مقرّبین دربار اور مستحقّین کو تقسیم کردیں - شہیدی سے بھی کہا کہ "خزانے میں جاکر جس قدر مال اُتھا سکتے ہو لے لو" انھوں نے عرض کیا کہ "جب میں گجرات سے یہاں آیا تو خوب قوی تھا، اب ضعیف ہوگیا ہوں طاقت برداشت زیادہ نہیں - کچھہ روز مہلت ملی تو مجھہ میں طاقت آجائیگی، جب حکم کی تعمیل کرونگا" - بادشاہ نے مسکراکر فرمایا :—

کہ آفت ہاست در تاخیر و طالب رازیاں دارد

اور یہ اجازت دی کہ اچھا ایک مرتبہ نہیں دو دفعہ خزانے سے جتنا اُتھا سکو اُٹھالو - شہیدی نے حکم کی تعمیل کی اور دو دفعہ میں تقریباً پچیس ہزار ہون طلائی لے آئے - خازن نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی تو بادشاہ نے ہنسکر فرمایا کہ "شہیدی سچ کہتے تھے کہ اُن کی قوت بہت کم ہوگئی ھے"-

شہیدي نے ایک دیوان کئي ہزار شعر کا چھوڑا ھے - نمونۂ کلام ذیل میں درج ھے :—

از سرِ کویت شہیدي را مراں ' خونش مریز
دوست را بگذار تا شرمندۂ دشمن شود *

چو ابر من بہواے تو از جہاں رفتم
کلے نچیدم و گریاں ز گلستاں رفتم *

رقیب از آتشِ ہجرش منِ مہجور مي سوزم
نمي سوزي تو از نزدیک و من از دور مي سوزم *

بہ بے دردان نشیني کے فتد بر مانگہہ از دور
نہ قدرِ حسن مي داني نہ دردِ عشق آہ از تو *

قریب ایک سو سال کي عمر پاکر سنہ ۹۳۶ ہجري میں انتقال کیا اور بیجاپور ہي میں سپرد خاک ھوے -

شاہ طاھر الحسیني

طاہر تخلص - طاہر الحسیني نام - شاہ لقب - موضع خوند وطن - سال ولادت کا پتہ نہ چلا -

سادات خوند میں سے تھے - خوند ایک موضع ھے ' جو گیلان کي سرحد پر قزوین کے علاقے میں واقع ھے - علوم ظاہري و باطني سے آراستہ تھے - اپنے باپ کے بعد سجّادہ نشین ھوے - شاہ اسمٰعیل صفوي بادشاہِ ایران کے عہد میں پہلے کاشان میں مُدرّسي کي خدمت پر مامور ھوے -

چونکہ اِن کے معتقدین بہت کثرت سے تھے ' اِس لئے بعض لوگ اِن سے حسد کرنے لگے - اور شکایتوں کے علاوہ یہ بات بھي بادشاہ کے گوش گذار کي گئي کہ شاہ طاہر بد مذہب ہیں ' اِس پر بادشاہ نے اِن کے قتل کا حکم صادر کردیا -

شاہِ طاہر کو خفیہ طور پر اِس کا علم ہوا تو اپنے اہل و عیال کے ساتھ چھپ کر ہندوستان روانہ ہوگئے - کچھ روز بیجاپور میں قیام کیا - پھر حرمین شریفین (زاد ہماالله شرفاً) اور دیگر مقاماتِ مقدسہ اور عتباتِ عالیات کی زیارتوں سے مشرف ہو کر ہندوستان واپس آئے - جب مقام پر ینڈہ میں پہنچے تو خواجۂ جہاں دکنی نے' جو امراے بہمنیہ سے تھے' شاہ طاہر کی بڑی خاطر داری کی اور اپنے یہاں مہمان رکھا - آخر سنہ ۹۳۸ ہجری میں بُرہان نظام شاہِ اول فرمانرواے احمد نگر (سنہ ۹۱۴ تا سنہ ۹۶۱ ہجری) کی طلب پر احمد نگر گئے - بادشاہ اِن سے تواضع کے ساتھ پیش آیا اور بہت قدر افزائی فرمائی - برہان نظام شاہ سنی المذہب تھا - شاہ طاہر کی ترغیب سے مذہب امامیہ اختیار کیا -

شاہ طاہر علم و عمل زہد و تقویٰ اور اخلاق حمیدہ سے مُتّصف تھے' بہت سی کتابیں اُن کی تصنیف سے ہیں - مُصنّفِ تاریخ فرشتہ مثنوی گلشن راز کو جو تصوف میں ہے' اِنھیں کی تصنیف بتاتا ھے - لیکن تذکرۂ نتائج الافکار' شیخ محمود کو اس کا مصنف کہتا ھے -

شاہ طاہر بڑے پایے کے شاعر تھے - عربی اور فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے - اِن کا کلّیاتِ نظم قصائد و غزلیات و رباعیات کا مجموعہ ھے - فارسی کلام کا یہ نمونہ ھے :—

جلوۂ زلفِ شاہدے بُرد دلِ رمیدہ را
پَیے بہ کجا برد کسے مرغ بہ شب پریدہ را *

وہ چہ شود اگر شبے بر لبِ من نہی لبے
تا بہ لبِ تو بسپرم جانِ بلب رسیدہ را *

در غمِ او لذّتِ عشق از دلِ ناشاد رفت
خو بغم کردیم چندانے کہ عیش از یاد رفت *

بیروں میا کہ شہرۂ ایّام می شوی
ما کشتہ می شدیم تو بدنام می شوی *

رباعیات

مائیم کہ ہرگز دمِ بے غم نہ زدیم
خوردیم بسے خونِ دل و دم نزدیم *
بے شعلۂ آہ لب زہم فکشودیم
بے قطرۂ اشک چشم برھم نہ زدیم *

گر کسبِ کمال می کنی می گزرد
ور فکرِ محال می کنی می گزرد *
دنیا ہمہ سر بسر خیال است محال
ہر نوع خیال می کنی می گزرد *

شاہ طاہر نے سنہ ۹۵۲ ہجری میں انتقال کیا - پہلے لاش امانةً احمد نگر میں دفن کیگئی - چند ماہ کے بعد ہڈیاں کربلائے معلی کو بھیجدی گئیں اور وہاں مشہدِ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے قریب دفن کردی گئیں -

صفی

صفی تخلص - شیخ محمّد نام - شیراز مولد - سالِ ولادت معلوم نہو سکا - صاحب علم و فن اور شاعرِ شیریں سخن تھے - خوش خلقی اور بذلہ سنجی میں بہت مشہور تھے - علمِ ریاضی میں خاص مہارت تھی -

سلطان محمّد قلی قطب شاہ والی گولکنڈہ (سنہ ۹۸۱ تا سنہ ۱۰۳۰ ھ) کے عہد میں دکن پہنچ کر شاہی ملازمین کے زمرے میں منسلک ہوے - دفتر محاسبی میں میر منشی کے عہدے پر تقرر ہوا -

چند اشعار ملاحظہ ہوں :—

رخسارِ تو مصحفے است بے سہو و غلط
کش کلکِ قضا نوشت از مشک فقط *

چشم و دهن‌ست آیه و وقف ابرو مد
۲ ۳ ۲ ۳ ۴ ۴

مژگان اعراب و خال و خط حرف و نقط *
۵ ۵ ۶ ۷ ۷ ۶

سنه ۹۷۴ هجري میں اِس جہانِ فاني سے کوچ کیا - بمقام حیدر آباد میر مؤمن کے دایرے * میں مدفون هوے -

رضائي

رضائي تخلص - ملّا محمّد نام - مشهد وطن - سال ولادت کا پته نه چلا -

ابو المظفر علي عادل شاه (سنه ۹۵۶ تا سنه ۹۸۸ هجري) فرمانروای بیجاپور کے عہد کے شاعر تھے - اِس سے زیادہ اِن کے کچھہ اؤر حالات معلوم نهو سکے -

سنه ۹۸۸ هجري میں جب ایک خواجه سرانے بادشاه کو شہید کیا تو رضائي نے قطعهٔ تاریخ کہا - یہي اِن کا نمونهٔ کلام هے :—

آه که دستِ اجل در چمنِ عدل و داد
نخلِ فتوّت بکند شاخِ مروّت درید *

بر فلکِ خسروي گشت ازیں ماجرا
مهرِ کرم مختفي ' ماهِ سخاوا پدید *

خسروِ عادل لقب ' شاهِ علي نام آنکه
ظلم بدورانِ او کس نشنید و ندید *

وقتِ وداع جهاں تا نه رود تلخ کام
از کفِ ساقيِ دهر شهدِ شهادت چشید *

---

* میر مومن نے جن کا حال آگے آتا هے ' چند بیگه زمین افتاده حیدرآباد میں خریدکر اسکو صاف اور هموار کرایا - پھر لاکھوں روپیه خرچ کرکے کربلاے معلی کی خاک چند جہازوں میں بار کرکے منگوائی اور اس میدان کو قد آدم کھدواکر مٹی نکلوادی اور اس میں یه خاکِ پاک بھرواکر اُس قطعے کا نام ''میر کا دایره'' رکھا اور اُس کو شیعه و سنی کے دفن کے لئے وقف کردیا - اس دائرے کا ذکر آینده اکثر آئیگا -

منشیِ دورانِ غیب از پئ تاریخ آں
بر سرِ دوراں نوشت شاہِ جہاں شد شہید *
سنہ ۹۸۸ ھجری

اس سے معلوم ہوتا ھے کہ رضائی سنہ ۹۸۸ ھجری تک زندہ تھے - اِس کے آگے نہ اِن کے حالات نہ اِن کے انتقال کی تاریخ اور مدفن کا پتہ چلتا ھے -

فرح

فرح تخلص - فرح اللہ نام - شوستر وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا -

محمّد قلی قطب شاہ فرمانروائے حیدر آباد دکن کے زمانے میں حیدر آباد آئے - اگرچہ صاحب تذکرۂ محبوب الزمن نے اُن کا حیدر آباد آنا سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانے میں لکھا ھے ' لیکن سلطانِ مذکور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں تخت نشین ہوا ھے اور فرح نے سنہ ۱۰۱۰ ھجری میں وفات پائی - اس لئے فرح غالباً محمّد قلی قطب شاہ کے زمانے میں آئے ہونگے ' جس نے سنہ ۹۸۹ سے سنہ ۱۰۲۰ ھجری تک حکمرانی کی تھی - ہم نے اِسی سال اور اِسی بادشاہ کے عہد کو صحیح تسلیم کیا ھے - بہر حال بادشاہ کی توجّہ نے اُنھیں دولت و ثروت سے مالا مال کردیا *

بلند پایہ اور شیریں زباں شاعر تھے - عربی میں بھی شعر کہتے تھے - مرزا صائب نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں اِن کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا ھے :-

ہمیں ز خاک فرح کامراں نشد صائب
کہ فیض ہم بظہوری ازیں جناب رسید *

چار ہزار شعر کا ایک دیوان چھوڑا ' جس کے چند اشعار یہ ہیں :-

در ہوائے بادۂ گلرنگ بے تا بیم ما
سالہا شد کز ہوا دارانِ ایں آ بیم ما *

از رہ بیبانگ ہرزہ درایاں نمی روم
کے میدہد فریب صدائے جرس مرا *

مغاں که دانهٔ انگور آب مي سازند
ستاره مي شکنند آفتاب مي سازند *

ذرّه از بالا روي خورشیدِ تاباں کے شود
مور گر بر تخت بنشیند سلیماں کے شود *

سنه ۱۰۱۰ ہجري میں اِس جہانِ فاني سے رحلت کي - مدفن معلوم نہیں -

وحشي

وحشي تخلص - کاشان وطن - نام اوٗر سالِ ولادت معلوم نہوسکا - وطن چھوڑکر ہندوستان کا رخ کیا - مختلف شہروں کي سیاحت کرتے ہوے سلطان عبد الله قطب شاہ (سنه ۱۰۳۵ تا سنه ۱۰۸۳ ہجري) کے عہد میں گولکنڈہ پہنچے - بادشاہ نے اِن کي اچھي قدر کي - وحشي نے اِنھیں کے سایهٔ عاطفت میں زندگي بسر کي -

عالم و فاضل اوٗر نامور شاعر تھے - فن شعر میں مولانا محتشم کاشي سے تلمذ تھا - سنه ۹۹۹ ہجري میں شیراز میں تھے اوٗر وهیں اُن کي غزل گوئي کي شہرت ہوچکي تھي - عمر بھر سواے غزل کے کچھ نہیں کہا - کلام میں رنگیني اوٗر شیریني تھي -

من اشعارہ :—

ندارد آسماں ہم در خورِ امیدِ من کامے
از اں ہرگز ندیدم بر مرادِ خویش دوراں را *

ز سرشکِ آتشیں ریزد دلِ من دور نیست
شعله نتواند نگه دارد شرارِ خویش را *

از شوقِ سوختن دلِ من در ہوا گرفت
باغے که چرخ نام زد و جانِ لاله کرد *

گشتم چناں ضعیف که در گلشنِ وصال
ہر دم مرا نسیم بسوي دگر برد *

تا چشمِ نیم مستِ تُرا دید روزگار
خاکِ سیه به کاسهٔ چشمِ غزاله کرد *

شب گزاري به دلِ بے خور و خوابم کردي
آنقدر گرم بکشتي که کبابم کردي

سنه ۱۰۱۳ ہجري میں بمقامِ گولکنڈہ انتقال کیا - مؤلف 'محبوب الزمن' نے لکھا ھے که وحشي سلطان عبد الله قطب شاہ کے زمانے میں دکن پہنچے اور سنه ۱۰۱۳ ہجري میں وفات پائي - لیکن سلطانِ مذکور سنه ۱۰۳۵ ہجري میں تخت پر بیٹھے تھے - معلوم ہوتا ھے که وحشي سلطانِ عبد الله کے پیشرو کے عہد میں دکن آئے ہونگے یا سنه ۱۰۱۳ ہجري کے بعد اُنھوں نے انتقال کیا -

ارسلان

ارسلان تخلص - قاسم نام - مشہد وطن - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہو سکا -

شہنشاہِ ہند اکبر (سنه ۹۶۳ تا سنه ۱۰۱۴ ہجري) کے عہدِ دولت میں وطن سے ہندوستان پہنچے' چند روز ملازمینِ شاہي کے زمرے میں رھے - پھر احمد آباد گجرات گئے - کچھ روز وھاں مقیم رھکر دکن کي طرف رخ کیا - پہلے احمد نگر گئے' وھاں سے بیجاپور' پھر گولکنڈہ گئے اور وھاں سے احمد نگر کو مراجعت کي - ہر ملک کے فرماں روائوں نے بڑي قدر افزائي کي اور انعام و اکرام سے مالا مال کردیا -

صحیح النسب سیّد تھے - علم و فن میں یکتا اور شاعر بے نظیر تھے - تاریخ گوئي اور خطاطي میں خاص شہرت رکھتے تھے -

من اشعارہ :-

آہِ دلم گر اثرے داشتے * شامِ امیدم سحرے داشتے
گرد سرت گشتے و کردے طواف * کعبه اگر بال و پرے داشتے

سنه ۱۰۲۵ ہجري میں سفرِ آخرت پیش آیا اور وھیں مدفون ہوے -

فاني

فاني تخلص - خواجه احمد نام - مہدار علاقۂ شیراز وطن - صحیح سال ولادت معلوم نہوسکا - کہا جاتا ھے که انھوں نے سنه ۱۰۱۶ ھجري میں بعمر ۶۹ سال رحلت کي - اِس حساب سے سنه ۹۴۷ ہجري میں پیدا ھوے ھونگے -

حصولِ علم کے بعد ہي فایزِ دکن ھوے - علي عادل شاہ (سنه ۹۶۵ تا سنه ۹۸۸ ہجري) والي بیجاپور کے ملازمین میں داخل ھوے اور رفته رفته بادشاہ کے مقرّب اور مصاحبِ خاص ھوگئے - اپنے استاد شاہ فتح اللہ کي تعریف کرکے بادشاہ کو اُن کي ملاقات کا شوق دلایا - چنانچه ایک گراں قدر رقم بھیج کر شاہ صاحبِ موصوف دکن طلب کئے گئے - مصنفِ تاریخ بیجاپور نے اندازہ لگایا ھے که اِن کے آنے میں چالیس ہزارھون صرف ھوے - آخر علي عادل شاہ کي رحلت کے بعد شاہ فتح اللہ کو شہنشاہِ اکبر نے اپنے پاس بُلالیا -

فاني بڑے عالم و فاضل صوفي مشرب تھے - علومِ عقلي و نقلي میں ماہر تھے - اُنھوں نے بیجاپور کو چھوڑا اور احمد نگر جاکر برھان نظام شاہِ ثاني (سنه ۹۹۸ تا سنه ۱۰۰۳ ہجري) کے ناظرِ سلطنت ھوگئے - بقیة العمر یہیں بسر کي - آخري عمر میں گوشه نشین ھوگئے تھے -

' نفحات الانس ' پر حواشي اور شرح لکھي - ' گلشن راز ' اِن ہي کي تصنیف بتائي جاتي ھے - مگر اِس کے مصنف کے متعلق اختلاف ھے - تاریخ فرشته میں شاہ طاہر کو ' تذکرۂ نتائج الافکار میں شیخ محمود شبستري کو اور تذکرۂ محبوب الزمن میں فاني کو اِس کا مصنف بتایا گیا ھے -

فاني صاحب دیوان تھے - اِن کے کلام کا نمونه یه ھے :-

یک جرعه که از حریفِ مستت برسد

پس چاشنيِ دمِ السّتت برسد *

این جام نہادہ اند بر طاقِ بلند
پا بر سرِ خویش نہ کہ دستت برسد *

۶۹ سال کی عمر میں سنہ ۱۰۱۶ ہجری میں وفات پائی - 'خدا شناس' سے سالِ رحلت نکلتا ھے -
۱۰۱۶ ھ

حیاتی

حیاتی تخلص - مرزا حیاتی نام - کاشان وطن - سالِ پیدایش معلوم نہو سکا - ابتدا میں سقائی تخلص کرتے تھے اور الحاد و زندقہ مشرب تھا - ایک زمانۂ دراز تک ملاحدہ کے ہم نوالہ و ہم پیالہ رھے - ایک مرتبہ اہلِ کاشان نے تنگ آکر اِس فرقے کے ایک گروہ کو شاہِ طہماسپ صفوی کے حضور میں پیش کیا - اِن ہی میں سقائی (حیاتی) بھی تھے - بادشاہ نے سب کو قید کرنے کا حکم دیا - سقائی بھی قید ھوے - دو سال کے بعد رہا ھوکر شیراز گئے اور وھاں دو سال مقیم رھے - سنہ ۹۸۶ ہجری میں اپنے وطن کاشان کی طرف مراجعت کی - وھاں ہدایت دستگیر ھوی' توبہ کرکے دینِ نبوی کی پیروی اختیار کی - کچھ روز کے بعد سیاحتاً دکن آئے اور احمد نگر میں نظام شاہ بحری کے ملازم ھوگئے -

شہنشاہِ جہانگیر (سنہ ۱۰۱۴ تا سنہ ۱۰۳۶ ہجری) نے اپنے کسی مقرب سے حیاتی کی تعریف سنی' اُن کو بلواکر مراحم خسروانہ سے سرفراز فرمایا - سنہ ۱۰۱۹ ہجری میں مثنوی تغلق نامہ مصنفۂ حضرت امیرِ خسرو' بادشاہ کی نظر سے گزری اور بہت پسند آئی' مگر اِس کا ایک حصہ گم ھو چکا تھا - بادشاہ نے تمام شعراے دربار کو حکم دیا کہ اِس کو مکمّل کریں - سب کی تحریریں پیش ھوئیں تو حیاتی کی نظم پسندِ خاطرِ اقدس ھوی - حکم دیا کہ حیاتی کو چاندی سونے میں تولا جائے - چھ تھیلیاں اشرفی اور روپیوں سے بھری ھوی حیاتی کی

ہم وزن نکلیں - جو اِن کو عطا فرمادي گئیں - سعیداے گیلاني نے ' شاعر سنجیدۂ شاہي ' اسي واقعے کي تاریخ کہي -
۱۰۱۹ ہجري

مِن اشعارہ :—

در دلِ من درد افزودي و میگوئي منال
آتشے در جانم افگندي و مي گوئي مسوز *

خاکِ کوے تو ز سیلِ مژہ پرنم کردیم
تا غبارے بتو از رہ گزرِ مانرسد *

در بلاي عاشقي دل یاريِ من مي کند
جاں فداي او کہ جانب داريِ من مي کند *

مي نمایم شاد خود را گرچہ مي میرم ز جور
تا نیاید رحم در خاطر جفا کارِ مرا *

بہرِ شوخِ کو نداند دوستي در اصل چیست
خلق را با خود حیاتي از چہ دشمن کردۂ *

بے لعل تو گر خوں رود از چشمِ ترِ من
شادم کہ نیاید دگرے در نظرِ من *

حیاتي کي تاریخ انتقال یا مدفن معلوم نہیں - یہ ظاہر ھے کہ سنہ ۱۰۱۹ ہجري تک زندہ تھے - کیونکہ اِسي سال وہ چاندي سونے میں تولے گئے تھے - اِسي لئے ہم نے اِن کا حال فرح (المتّوفي سنہ ۱۰۱۰ ہجري) کے بعد لکھا ھے -

سنجر

سنجر تخلص - مرزا سنجر نام - فرزندِ میر حیدر معمّائي - کاشان وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا - شاعرِ فصیح و بلیغ تھے - پہلے اکبر اور امراے اکبري کے مدّاح رھے - پھر ابراہیم عادل شاہ کي خدمت

میں پہنچ کر ایک طویل قصیدہ پیش کیا - اِس کے صلے میں بادشاہ نے خلعتِ خاص اور زمرّد کی بیش بہا انگوٹھی عطا فرمائی -

من اشعارہ :—

مرا کجا ست پر و بالِ قربِ شعلۂ حسن
همین بس است که پروانه ام سپند ترا *
همین ترانۂ حسرت ز تار می آید
که بزم بے میِ رنگین چه کار می آید *
اگرچه کار تو غیر از جفا نمی باشد
وظیفۂ دلِ ما جز دعا نمی باشد *
ما خود ز آرزو بشهادت رسیده ایم
خوباں صواب نیست که فکرِ دیت کنند *
به پیرِ گم شده فرزند گو که گفت ترا
که اعتماد بهمراهی برادر کن *

ظہوری

ظہوری تخلص - ملّا محمّد طاہر نام - نور الدین لقب - ترشیز واقعِ مُلکِ ایران مولد و منشا - سال تولد معلوم نہو سکا -

مفلوک الحال والدین کے فرزند تھے - کچھ پیٹ کی مجبوری' کچھ آب و دانہ کی کشش نے بیجاپور پہنچایا - حکیم الحکماء مرزا محمد یوسف کے مہمان ہوے اور اُن ہی کی وساطت سے ابراہیم عادل شاہ تک رسائی ہوی *

نثر میں 'مینا بازار' اور 'سہ نثر ظہوری' اِن دونوں کی شہرۂ آفاق تصانیف ہیں - آخر الاسم کتاب بادشاہ کی تعریف میں ہے - زبردست فاضل اور اعلیٰ پایہ کے نثّار و ناظم تھے - فنِ شعر میں ملا یزدی کے شاگرد تھے - برہان نظام شاہ (سنہ ۹۹۸ تا سنہ ۱۰۰۳ ہجری) والیِ احمد نگر کے

نام پر ساقي نامه لکھا - جس کے صلے میں بادشاہ نے کئي ھاتھي ' جن پر نقد و جنس بار تھا' ظہوري کو عطا فرمائے - کہتے ہیں کہ جس وقت یہ عطیۂ سلطاني پہنچا تو مُلّا ایک قہوہ خانے میں بیٹھے ہوے ملے - لانے والوں نے رسید مانگي - ظہوري نے پرزۂ کاغذ پر یہ الفاظ لکھکر حوالے کر دئے :-

"تسلیم کردند - تسلیم کردم -"

ہر چند کہ ظہوري کي نظم و نثر مشہور و مطبوع ھے ' مگر ہم ان کے چند اشعار دیوان سے انتخاب کرکے ذیل میں لکھتے ہیں :-

چشم را پردۂ خود کردہ بدیدن رفتم
پنبہ در گوش نہادہ بہ شنیدن رفتم *

از دمِ تیغے مگر تن بہ تپیدن دھم
سرمۂ حیرت کشم' دیدہ بدیدن دہم *

بند نقا بے کشم تیغ و ترنج آورم
یوسف و یعقوب را کف بہ بریدن دہم *

ذوقِ حُسنش بر تماشاي گلِ خسار داشت
گر نمي بُردند زود آئینہ با خود کار داشت *

بجگر تشنگيِ خضر دلم مي سوزد
کہ سرِ چشمۂ تیغے دمِ آبے نکشید *

از ساقي نامہ

بیا ساقي اے خرمنِ گل بیا
تو گل من خزاں دیدہ بلبل بیا *
بہ رویم درِ خندہ بستن چرا
تبسّم بلب در شکستن چرا *

بیا ساقیا بگذر آن روز را
بدہ آتشِ معذرت سوز را *

بیا ساقی ای باز خاطر شکار
که خونی است چنگِ عقابِ خمار *

ز گلبن چمن گشته طاؤس دُم
بروں آر خونِ کبوتر زخُم *

اسیرِ خمارم شرابے کجاست
دلم بر دلم سوخت آبے کجاست *

بکش خنجرِ انتقام از غلاف
سرت گردم ای ساقی سینه صاف *

بیا ای نمک پاشِ زخمِ جگر
که بختم ز اشکم بود شور تر *

ببیں تلخیِ عمرِ شیرینِ من
بدہ ساغرے بگذر از کینِ من *

بیا ساقیا جاں فدا می کنم
تو دشنام دہ من دعا می کنم *

زلالِ تو تلخی که سرمی زند
رہِ کاروانِ شکر می زند *

سرت گردم ای مطرب خو برو
که مرغوله گوئی و مرغوله مو *

شدم پایمالِ هجومِ ملال
بدستِ کرم گوش قانوں بمال *

بیک نغمه بنواز گوشِ مرا
ببر مزدِ کالائے هوشِ مرا *

ظہوري وہ صاحبِ کمال تھا کہ اُس کے جوہر کو دیکھکر ملکِ قمّي نے، جو ابراہیم عادل شاہ کے دربار کے ملک الشعراء تھے، اپني دختر کو اُن سے منسوب کردیا تھا - بقول 'خزانۂ عامرہ' یہ آفتاب کمال سنہ ۱۰۲۵ ہجري میں دکن ہي میں غروب ہو گیا *

ملکِ قمّي

اِن کا نام اوٗر سال ولادت وغیرہ کچھہ معلوم نہوسکے - ایران سے ہندوستان آئے اوٗر سلاطینِ دکن خصوصاً ابراہیم عادل شاہِ ثاني کے دربار میں قسمت نے پہنچا دیا - اِن کي قسمت کا ستارہ اِسي بادشاہ کي عنایتِ خاص سے چمکا - ملک الشعراء کا خطاب بھي اِسي سرکار سے ملا - ملک قمّي ملا ظہوري کے خُسر تھے - اِن دونوں نے ملکر ایک کتاب 'نورس' لکھي اوٗر علي عادل شاہ کو نذر کي - اِس کتاب میں نو ہزار شعر ہیں - بادشاہ نے اِس کے صلے میں نو ہزار ہون انعام دئے -

ملک قمي بہت بڑے شاعر تھے - اِن کے بعض اشعار بطور نمونہ یہ ہیں :—

دل و دیں بُردي و صد عربدہ برپا کردي
ہیچ کافر نکند آنچہ توبما کردي *

او بہلاکِ من خوش و من بہ بقاے عمرِ او
قاعدۂ وفا نگر یار چنان و من چنیں *

ز خونِ خویش ابراں قطرہ مي برم غیرت
کہ گاہ قتل بدامانِ قاتل افتاد است *

خاریم و در برابرِ آتش نشستہ ایم
مارا اگر رسد مددے از صبا رسد *

دو شینہ مہے بودي و امروز ہلالي
آزردنِ یکروزۂ ما خوش اثرے داشت *

سنہ ١٠٢٥ ہجري میں راہي ملکِ بقا ہوے - تاریخ وفات
" او سراہلِ سخن بود " سے نکلتي ہے -
(١٠٢٥ ہجري)

کوکبي

کوکبي تخلص - قباد بیگ نام - سال ولادت معلوم نہوسکا -
شاہ عباس بادشاہ ایران کے غلام تھے - ان کے علم و فضل کو دیکھکر
بادشاہ نے مدّتوں اپنے سے جدا نہونے دیا - آخر ایران سے دکن آئے -
قطب شاہ والي گولکنڈہ کے دربار میں قسمت نے باریاب کیا -
بادشاہ نے ازراہِ قدر افزائي ان کے نام منصب جاري فرمایا - اپني باقي
ساري عمر یہیں گزاري -
من اشعارہ :—

ہرچہ ہم رنگ بہ معشوق بود معشوق است
نقصِ عشق است کہ پروانہ بہ مہتاب نسوخت *

با کائنات کردم ازاں دوستي کہ یار
در ہر دلے کہ جلوہ کند در دلِ من است *

سنہ ١٠٣٣ ہجري میں انتقال کیا - میر کے دایرے میں
مدفون ہوے -

مؤمن

مؤمن تخلص - میر مؤمن نام - سید شرف الدین سماکي کے
فرزند تھے - استر آباد وطن - سال ولادت معلوم نہوسکا -

مشہور سادات استر آباد سے تھے - اپنے ماموں سیّد فخر الدین
سماکي سے درسي کتابیں پڑھیں اور علومِ عقلي و نقلي حاصل کئے -

فارغ التحصیل ہونے کے بعد شاہ طہماسپ صفوی کے دربار میں بار پایا ؛ اور شہزادۂ حیدر سلطان کے استاد مقرّر ہوے - شہزادۂ موصوف کے انتقال کے بعد معاصرین کے حسد سے تنگ آکر ایران کو خیرباد کہا اور حرمین شریفین (زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی زیارت کو روانہ ہوے - حج و زیارت سے فارغ ہوکر ہندوستان کی طرف رُخ کیا - محرم سنہ ۹۸۹ ہجری میں بعہدِ سلطان ابراہیم قطب شاہ (سنہ ۹۵۷ تا سنہ ۹۸۹ ہجری) حیدر آباد دکن میں پہنچے - یہاں دربار شاہی تک رسائی ہوی اور منصب مقرّر ہوگیا - اُسی سال بادشاہِ موصوف کا انتقال ہوگیا - اُن کا فرزند سلطان محمّد قلی (سنہ ۹۸۹ تا سنہ ۱۰۲۰ ہجری) جانشین ہوا - اِس بادشاہ نے مومن کو قلمدانِ وزارت سپرد کیا - میر مومن نے ملک کا ایسا اچّھا انتظام کیاکہ رعایا آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگی - تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنی سیادت ؛ تبحّر علم ؛ زہد و تقویٰ ؛ عدل و انصاف اور اخلاقِ حمیدہ سے ہر دل عزیز ہوگئے - ہزاروں علماء و فضلاء دکن میں اِن کی سفارش سے عہدہ ہاے جلیلہ پر سرفراز ہوے - میر کا دائرہ (جس کی تفصیل صفی کے ذکر میں ہوچکی ہے) اِن کی نیکی اور فیّاضی کی ایک مثال ہے -

میر مومن کو جفر اور نجوم اور عملیات میں بھی مہارت تھی - شاعر بھی اچھے پایے کے تھے - اِن کا دیوان اصنافِ سخن پر مشتمل ہے - کلام صاف و شُستہ ہوتا تھا - نمونہ یہ ہے :-

شادمانی است بندۂ غم ما * عالمِ دیگر است عالمِ ما
حبّذا عشق و رستخیزِ بلا * ای خوشا روزگارِ درہمِ ما
شُکرِ دردِ تو چوں کنیم نہ ہست * داغ بالاے داغِ مرہمِ ما
شاہِ اِقلیم درد و غم مائیم * ملکِ ہجراں سوادِ اعظمِ ما
سایۂ عشق کم مباد کزو * سور شد داغ دار ماتمِ ما
نمکِ آں دودیدہ خوش نمک است * کم ز کوثر مگیر زمزمِ ما

یدِ بیضاے وصل کو کہ فراق * کشتۂ ثعبان آتشِ دمِ ما
صرف اي ہم نشیں مگو باما * روز وصل از زبانِ ابکم ما
غمگساري مجو ازومؤمن * غمِ ما از کجا و مرهم ما

میر مؤمن نے عمر طویل پائي - سنہ ۱۰۳۴ ہجري میں سلطان محمد قطب شاہ (سنہ ۱۰۲۰ تا سنہ ۱۰۳۵ ہجري) کے زمانے میں بمقامِ حیدر آباد انتقال ہوا اؤر اپنے ہي دائرے (میر کا دایرہ) میں مدفون ہوے - قبر پر بادشاہ کي طرف سے گنبد بنایا گیا ' جو اب تک موجود ھے ' اُن کے ایک شاگرد نے یہ تاریخ رحلت کہي :-

تاریخِ رفتنش طلبیدم ز عاملے
گفتا بہ جوز " رفتنِ عیسي بہ آسماں " *
۱۰۳۴ ہجري

دانش

دانش تخلّص - میر رضي الدین نام - فرزندِ میر ابو تراب المتخلص بہ فطرت - مشهد وطن - سالِ ولادت معلوم نہوسکا -

ابتدائي کتب اپنے والد سے اؤر انتہائي کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں - تحصیلِ علم کے بعد وطن سے حرمین شریفین کي زیارت کے لئے روانہ ہوے اؤر حج و زیارت سے مشرّف ہوکر اپنے والد کي خدمت میں ہندوستان آئے ' جو پہلے ہي سے یہاں مقیم تھے -

دانش نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھے - سنہ ۱۰۶۵ ہجري میں شاہِ جہاں (سنہ ۱۰۳۷ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجري) کي خدمت میں ایک قصیدۂ مدحیّہ پیش کیا اؤر دو ہزار روپیہ انعام پایا - کچھ روز شہزادۂ دارا شکوہ ' ولي عہدِ شاہ جہاں کي مصاحبت میں رہے - شہزادۂ موصوف نے دانش کے اِس شعر کو بہت پسند کیا :-

تاک را سر سبز دار اي ابرِ نیساں در بہار
قطرہ تا مے مي تواند شد چرا گوهر شود *

اوٗر ایک لاکھ روپَے انعام مرحمت فرمائے -

پھر دارا شکوہ کي رفاقت چھوڑ کر بنگالے گئے اوٗر اُن کے بھائي شاہزادهٔ شجاع کے مصاحب ھوے -

اِن کو بھي چھوڑکر حیدرآباد کي راہ لي - اِس زمانے میں سلطان عبد الله قطب شاہ (سنه ۱۰۳۵ تا سنه ۱۰۰۳ ہجري) مالکِ تاج و تختِ حیدرآباد تھے - اُن کي سرکار میں بہت رسوخ پیدا کیا -

سنه ۱۰۶۰ ہجري میں دانش کے والد نے انتقال کیا اوٗر میر کے دائرے میں دفن ھوے - دانش کو اپنے باپ کے مرنے کا سخت صدمہ ھوا - اِسي غم میں یه رباعي کہي :—

دانش مکن اعتماد بر عمرِ دراز * کاید به زمانِ کم بسر عمرِ دراز
گیرم که چو عیسيٰ به فلک بر شدهٔ * آید بچه کار بے پدر عمرِ دراز

قطب شاہ کي طرف سے سنه ۱۰۷۲ ہجري میں نائب کرکے مشهدِ مقدّس کي زیارت کے لئے بھیجے گئے - بادشاہ کي طرف سے لوازمِ زیارت ادا کرکے وھیں مقیم ھوگئے - قطب شاہ کے دربار سے وھیں اِنھیں بیش قرار مالي امداد ملتي رھي -

من اشعارہ :—

فصلِ گل است جوشِ بہارِ سخن مرا
گل کرد ہمچو غنچه زباں در دہن مرا *

نه شد که بوسه به پاے ہدف چو تیر دہم
گذشت عمر به خمیازهٔ کماں مارا *

شمع در آتش ز تابِ روي نور افشانِ کیست
درمیانِ انجمن پروانه سر گردانِ کیست *

کعبه را دیدم دلم از دردِ تنہائي گداخت
مجلس آرائے که مارا خواند خود مہمانِ کیست *

آبروي دودمانِ تاک ہم برباد رفت
دخترِ رز را عسس صد بار با مستان گرفت

مائو بلبل عرضِ چاکِ سینه مي کردیم دوش
ناز پرورِ گلستاں زخم خارے ہم نداشت *

وصلِ یاراں چوں دہد رو اشکٔ ریزي بد نما ست
گریۂ شادي کم از بارانِ روزِ عید نیست *

اي ھما از سرِ ما خاک نشیناں بگزر
سایۂ بالِ تو بد نامیِ دولت دارد *

چساں از قیدِ ایں صیّاد آزادي ہوس باشد
که پروازِ بلندم تالبِ بامِ قفس باشد *

دانش سنه ۱۰۷۶ ہجري میں اِس جہانِ فاني سے چل بسے -

فطرت

فطرت تخلّص - میرزا معزّالدین محمّد نام - موسوي خاں خطاب - قم وطن - سال ولادت سنه ۱۰۵۰ ہجري - " افضلِ اہلِ زمانه "
تاریخ پیدایش - ۱۰۵۰ ہجري

حضرت امام علي موسيٰ رضا رضي الله تعالیٰ عنه کي اولاد سے صحیح النسب سیّد ہیں - ذي علم خاندان سے تعلّق رکھتے تھے ' چنانچه اِن کے نانا میر محمّد زمان مشہدِ مقدّس میں اپنے ہم عصر علما کے سر گروہ مانے جاتے تھے -

ابتدائي تعلیم وطن میں حاصل کي - عنفوانِ جواني میں اپنے والد سے کبیدہ خاطر ہوکر اصفہان چلے آئے اوڑ وہاں آقا حسین خوانساري کے تلامذہ میں شریک رہکر تمام علومِ معقول و منقول اِن ہي سے حاصل کئے -

سنہ ۱۰۸۲ ہجري میں بعہدِ شہنشاہِ اورنگ زیب (سنہ ۱۰۶۵ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجري) ہندوستان آئے - دربارِ شاہي میں رسائي ہوي - جوہر شناس بادشاہ نے خوب قدر افزائي کي اور شاہ نواز خاں صفوي کي دوسري بیٹي سے میرزا کي شادي کرکے اپني ہم زلفي کا شرف بخشا - اِس کے بعد عظیم آباد پٹنہ کي دیواني پر مامور فرمایا - چند ہي روز میں وہاں کے ناظم بزرگ امیر خاں، فرزند امیر الامرا شایستہ خاں، سے میرزا کي شکر رنجي ہوگئي - ایک طرف ناظم صاحب اپني خانداني عظمت پر نازاں تھے، دوسري طرف میرزا صاحب کو اپنے فضل و کمال اور بادشاہ کي ہم زلفي پر غرّہ تھا - اِس کشاکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظام میں خلل پیدا ہوگیا - بادشاہ کو اطلاع ہوي تو میرزا کو واپس بلا لیا -

انشا پردازي اور شاعري میں بڑا بلند پایہ رکھتے تھے - معقولات میں تو " انا ولا غیري " کا دم مارتے تھے - چنانچہ اِس شعر میں اپني فضیلت کو جتایا ھے :—

من مرغِ خوش ترانۂ باغِ فضیلتم
طبعِ مرا بہ زمزمۂ شاعري چہ کار *

مگر پھر بھي شاعري کرتے تھے اور واقعي خوب کہتے تھے - اشعارِ ذیل سے اِس کا اندازہ ہوگا :—

سدِّ راہِ معصیت ھا شد پریشاني مرا
داشت عریاني نگہ ز آلوہ داماني مرا *

عیبِ صاحب نظراں جوشِ تنک ظرفي ھاست
آبِ یاقوت چو زد موج رگِ یاقوت است *

چو سوزِ عشق را کامل کني عیبت ھنر گردد
شود یاقوت ہر سنگے کہ لبریزِ شرر گردد *

بحر و کاں را نارسا افتادہ استعدادِ فیض
گوہر آبِ دیدہ و یاقوت خونِ دل نشد *

ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغ من
برنگِ لاله در آغوشِ ناخن خفته داغ من *

مردِ حق در عینِ دنیا داری از دنیا بری است
ملک در دستِ سلیماں نیست درانگشتری است *
عشق در مصرِ جنوں لاف خدائی می زند
حسن اگر یوسف شود در کسوتِ پیغمبری است *

ذوقِ عشق آئینه دارِ راز دلها میشود
چوں بخود نالد خموشی ناله پیدا میشود *

سنه ۱۱۰۱ ہجری میں دارالبقا کی طرف روانه ہوگئے ۔

امید

امید تخلص ۔ میر محمّد رضا نام ۔ قزلباش خاں خطاب ۔ ہمدان وطن ۔ سالِ ولادت معلوم نہو سکا ۔

شباب ہی میں وطن چھوڑکر اصفہان چلے گئے اور یہاں مرزا طاہر وحید کے سامنے زانوے شاگردی ته کیا ۔

اورنگ زیب (سنه ۱۰۶۹ تا سنه ۱۱۱۸ ہجری) کے عہدِ دولت میں ہندوستان پہنچے اور شاہی منصب دار ہوگئے ۔ شاہ عالم بہادر شاہ کا زمانه آیا تو قزلباش خاں کا خطاب اور جاگیر پائی ۔ محمّد معزالدین جہاندار شاہ کے عہد میں برھانپور کے دیوان مقرّر ہوے ۔ چندے اِس خدمت کو انجام دیکر' امیرالامرا حسین علی خاں کے ہمراہ اورنگ آباد گئے ۔ کچھ دن یہاں رہ کر مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے ہم رکاب حیدر آباد پہنچے اور اُن کی مصاحبت میں رہے ۔ مبارز خاں جب نواب آصفجاہ کے مقابلے کے لئے تیّار ہوے تو امید بھی ہم رکاب ہوگئے اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دی ۔ مبارز خاں مارے گئے ۔ اُن کے سپاہی کچھ مارے گئے' کچھ بھاگ گئے اور کچھ آصف جاہ کے

اسیر ہوے - غرض تمام فوج منتشر ہوگئي - امید منجملہ اُن لوگوں کے تھے جو قید ہوے - اثناے قید میں ایک غزل نوّاب آصف جاہ کو لکھ کر بھیجي - نوّاب نے ازراہِ قدرداني نہ صرف اُنھیں رہا کیا بلکہ جاگیر و خدمت بھي بحال کردي - ایک مدّت تک مرفہ الحالي سے بسر کي - اِس کے بعد حرمین شریفین (زاد ھما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً) گئے اؤر حج و زیارت سے مشرّف ھو کر ایک برس بعد دکن واپس آگئے -

سنہ ۱۱۵۰ ہجري میں نواب آصف جاہ حسب الطلب شاہي دہلي جانے لگے تو امید بھي ساتھ ھو لئے - بھوپال کے سفر میں بھي نوّاب کا دامن نہ چھوڑا - جب نوّاب دہلي سے دکن واپس ھوے تو امید دہلي ہي میں رہ گئے - ' محبوب الزمن ' میں بہ حوالۂ ' تحفۃ الشعراء ' لکھا ھے کہ دہلي میں نوّاب آصف جاہ کسي وجہ سے امید سے کشیدہ ھوگئے تھے ' اِسي لئے امید اِن کي رفاقت چھوڑکر دہلي میں رہ گئے -

امید خوش خلق ' رنگین مزاج ' ظریف الطبع ' بڑے ذکي و طبّاع تھے - فن انشا و شاعري میں ید طولیٰ رکھتے تھے - ہندي موسیقي سے بھي خوب واقف تھے - راگ رنگ کا بڑا شوق تھا - اُن کے مکان پر ہر روز کبھي مشاعرہ ھوتا تھا اؤر کبھي رقص و سرود کي محفل جمتي تھي -

لطیفہ :— ' محبوب الزمن ' میں لکھا ھے کہ امید نے کسي سے بیان کیا کہ " میں ایک روز نوّاب ذوالفقار خاں بن اسد خاں وزیر کي خدمت میں گیا اؤر زمانے کي شکایت کي - نوّاب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتھ کھاتے ہیں " میں نے عرض کیا کہ " تو آپ کیوں میرے بغیر کھاتے ہیں " نوّاب ہنس پڑے اؤر اُس روز سے روزانہ میرے یہاں کھانا بھیجنا مقرّر کرلیا - نوّاب کے دسترخوان سے انواع و اقسام کے کھانوں سے بھرے ھوے خوان آتے تھے - میں خود کھاتا تھا اؤر فراغت سے احباب کو کھلاتا تھا " -

من اشعارہ :—

خندۂ مستاں بود از گریۂ مینا بلند

شاد گردد گر کسے غم ناک مي سازد مرا *

برنگِ سرمه که در چشمِ کور بے قدر است
کسے به هیچ نه گیرد درین دیار مرا *

ناخدا را خضرِ راهے نیست جز انجم امید
کرد اشکٔ آخر بکویش رهنمائي ها مرا *

ظلمِ ظالم چو شود پیر دو بالا گردد
بیشتر مي بُرد آں تیغ که خمدار تر است *

بالاي کسے بلاے جاں شد
بالا تر ازیں چه مي تواں شد *
بودیم به دوستیش خرسند
آن نیز نصیبِ دشمناں شد *
دیده گریاں میشود از دل چو آهے مي کشم
آرے آرے راست باشد باد باراں آورد *

امید سنه ۱۱۵۹ هجري میں اِس جهانِ گذراں سے گذر گئے ۔
میر غلام علي آزاد نے ذیل کي تاریخ کهي :—

خانِ سخن گستر و سحر آفریں
رختِ سفر بست ازیں خاک داں *
سالِ وفاتش دلِ نالانِ من
یافته "جاں داده قزلباش خاں"
۱۱۵۹ هجري

راز

راز تخلص ـ میر میراں نام ـ سیّد نوازش خاں خطاب ـ فرزند علي مردان خاں اصفهاني ـ سالِ ولادت معلوم نهیں ـ

سلطان حسین مرزا صفوي کي طرف سے ایران کے سفیر هوکر فرّخ سیر کي خدمت میں هندوستان آئے ـ یهاں خوب عزّت پائي ـ

پھر نواب آصف جاہ صوبہ دارِ حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ھ) کي خدمت میں حاضر ہوے - نواب بھي بڑي عزّت سے پیش آئے - منصب و خطاب عطا فرمایا اور شہر اورنگ آباد کا داروغہ مقرّر کردیا - دکن کے امرا میں اُن کا شمار تھا - نواب کي زندگي تک نہایت عزّت اور فارغ البالي کے ساتھ زندگي بسر کي - نواب کي وفات کے بعد گوشہ نشین ہوگئے - چند روز کے بعد سنہ ۱۱۸۰ ہجري میں نواب والاجاہ کے طلب فرمانے پر آرکاٹ کا قصد کیا - مچھلي بندر تک پہنچنے پائے تھے کہ موت کي زنجیر پیروں میں پڑگئي - وهیں دمِ واپسیں جان آفریں کو سونپا - لاش مچھلي بندر سے اورنگ آباد بھیجي گئي - راز اپنے ہي باغ میں سپرد خاک کئے گئے -

راز کي طبیعت موزوں تھي ' اِس لئے شعر نکال لیتے تھے - کسي سے کبھي اصلاح نہیں لي - راز کے انتقال کے بعد اُن کي بیاض جناب آزاد کو مل گئي - انھوں نے اکثر اشعار کو زیورِ اصلاح سے آراستہ کردیا - بہر حال راز کا یہ رنگ ہے :—

صفحۂ آئینہ دارد ہر نفس نیرنگ ہا
بس کہ مي بازد رخ او از نزاکت رنگ ہا *

غافل اند از ناز کي ہائے دلِ من کودکاں
کل بر دیوانہ باشد سخت تر از سنگ ہا *

اگر از پردہ آں شور قیامت سربروں آرد
ز محشر پیشتر ہنگامۂ محشر بروں آرد *

ز غفلت عمرہا باشد کہ با عشرت ہم آغوشم
بیا اے غم کہ گردد بسترِ راحت فراموشم *

درگاہ

درگاہ تخلص - درگاہ قلي خاں نام - مؤتمن الملک سالار جنگ بہادر خطاب - فرزندِ خاندان قلي خاں - ۲۹ رجب سنہ ۱۱۲۲ ہجري کو سنگمنیر میں پیدا ہوے - تاریخ ولادت 'درگاہ قلي زخاندانِ والا' ہے -

اِن کے خاندان کا مختصر حال یہ ھے کہ ان کے جدّ اعلیٰ خاندان قلي خاں (اوّل) قبیلۂ بور بور کے ترکمان تھے - علي مردان خاں حاکمِ قندھار کے پاس ملازم تھے - علي مردان خاں نے شاہ صفي شاہِ ایران کي نا قدر دانیوں سے تنگ آکر استعفا دیدیا - خاندان قلي نے اِن کي رفاقت کي - علي مردان خاں نے اِن کو شاہ جہاں بادشاہ (سنہ ۱۰۳۷ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجری) کي خدمت میں اپنے عریضے کے ساتھ بھیجا - بادشاہِ قدرداں نے ان کو خلعتِ خاصہ سے سرفراز کیا اور ایک ہزار روپیہ انعام دیا - اور اِن ہي کے ہمراہ علي مردان خاں کو خلعت اور ہاتھي دانت کي بني ہوي پالکي بھیجکر طلب کیا - علي مردان خاں آئے تو اِن پر مزید مرحمتِ شاہي مبذول ہوي اور اِن کو کشمیر کا صوبہ دار بنا دیا - خاندان قلي خاں نے عمر بھر علي مردان خاں کي خدمت میں رہکر اپني خدماتِ شائستہ سے حقِ رفاقت ادا کیا -

خاندان قلي خاں کے انتقال کے بعد علي مردان خاں نے اِن کے فرزند درگاہ قلي خاں (اوّل) کو بادشاہ سے سفارش کرکے منصب اور جاگیر دلوائي اور اپنے پاس میر ساماں کے عہدے پر رکھ لیا - علي مردان خاں شاہزادۂ اورنگ زیب کے منصبدار کي حیثیت سے دکن گئے تو درگاہ قلي خاں اِن کے ہمراہ تھے - ہندوستان واپس آکر انتقال کیا - درگاہ قلي خاں (اوّل) کے بیٹے نو روز قلي خاں کو 'دارواز' علاقۂ بیجاپور کي قلعداري عطا ہوي - وہیں اِن کا انتقال ہو گیا - اِن کے فرزند خاندان قلي خاں (دوم) بھي جاگیردار تھے اور اورنگ زیب کے علاقے میں منصب دار بھي تھے - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں سنگمیر کي وقائع نگاري اور قرب و جوار کي فوجداري پر سرفراز تھے - نواب آصف جاہ غفراں پناہ کے عہد میں بھي سرکاري خدمات پر مامور رھے - درگاہ اِن ہي نامور باپ (خاندان قلي خاں) کے نامور فرزند تھے - چودہ سال ہي کے تھے کہ نواب آصف جاہ نے انھیں منصب و جاگیر عطا فرمائي - بیس سال کے ہوے تو نواب نے از راہِ پرورش اِن کو اپنے ہم رکاب رکھا اور شاہي عنایتیں مبذول رھیں - اِن کي فن سپہگري و جاں بازي کے جوھر نادر شاہ کے ہنگامے میں ظاہر ہوے -

آصف جاہ کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجری) کے عہد میں بھی ترقیات سے وقتاً بوقتاً سرفراز ہوتے رہے - نواب امیرالممالک صلابت جنگ (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجری) نے منصب شش ہزاری اور خطاب مؤتمن الدولہ سے سرفراز فرماکر صوبہ دار مقرّر کردیا - نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۱ ہجری) مسند آرا ہوے تو انھیں منصب ہفت ہزاری، ماہی مراتب اور خطاب مؤتمن الملک عطا فرمایا، اور پھر خان دوراں خاں خطاب دیا - مگر سنہ ۱۱۷۹ ہجری میں اِن کو اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول کردیا - اب درگاہ قلی خاں اپنی جاگیر نظام آباد میں آ بیٹھے - درگاہ بڑے حاضر جواب اور بذلہ سنج تھے - ہر مہینے اپنے باغ موسومۂ 'دل کشا' میں دو تین جلسے منعقد کیا کرتے تھے - جس میں ذی علم حضرات مدعو ہوتے تھے - خوش طبع، خلیق، انصاف پسند، فیّاض اور شجاع تھے - رعایا پروری اور غربا نوازی کو آپ پر ناز تھا - علم دوست اور عالموں کے قدرداں تھے - انشاپرداز تھے اور علمِ تاریخ پر عبور رکھتے تھے - خود شاعر تھے اور شعرا کے قدر افزا -

من اشعارہ :—

نگاہش دیدہ صہبا آفریدند
قدش دیدند و طوبیٰ آفریدند *

بعالم ریخت رشکم رنگِ طوفاں
ز جیب قطرہ دریا آفریدند *

معاشرانہ سوالے ز دوستاں دارم
براے ما و شما ایں ہوا چہ می خواہد *

سواے حیدرِ کرّار شاہِ مرداں کیست
کہ ذوالفقار بہ او داد حق، نبی دختر *

شرک محض است گمانِ من و تو
من و تو نیست میانِ من و تو *

صوبہ داری پھر بحال ہونے کو تھی کہ موت کا پیغام آ پہنچا ۔ نظام آباد سے لاش اورنگ آباد لائی گئی اور باپ کے مقبرے میں دفن کی گئی ۔ ' خدایش بیا مرزاد ' تاریخ رحلت ہے ۔

۱۱۸۰ ھ

معز

معز تخلص ۔ مرزا معز الدین نام ۔ فرزند مرزا حسن ۔ عباس آباد علاقۂ اصفہان وطن ۔ سال ولادت معلوم نہو سکا ۔

ان کے اجداد شاہان صفویہ کے دور میں اعلیٰ عہدوں پر مامور تھے اور دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا ۔ ان کے والد عالم متبحر اور صاحب تصنیف و تالیف تھے ۔ باپ کے انتقال کے وقت معز کا سن چھ برس کا تھا ۔ بڑے ہوے تو ابو سعید اصفہانی کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا اور اُن سے علوم نقلی و عقلی حاصل کئے ۔ پھر اخوند شفیعائی کے خوان تعلیم سے بہرہ اندوز ہوکر میدان شاعری میں قدم رکھا ۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد نادر شاہ کے بھتیجے ابراہیم شاہ کے ملازم ہوے ۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کے مزاج پر ایسے حاوی ہوے کہ ہر کام ان ہی کے مشورے سے ہونے لگا ۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے عہدہ داروں کا عزل و نصب بھی ان ہی کے اشاروں پر ہوتا تھا ۔ جب ابراہیم شاہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو معز اصفہان سے شیراز چلے آئے ۔ سیاحت کے بیحد شائق تھے ۔ اس لئے وہاں سے نکل کر بہت سے ملکوں کو دیکھتے ہوے آخر سورت (ہند) پہنچے اور وہاں سے اورنگ آباد ہوتے ہوے حیدر آباد آ گئے ۔ یہاں نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں نے ' جو نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ھ) کے دیوان تھے ' اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بہت قدر افزائی کی ۔ معز نواب کی خوش اخلاقی اور قدر دانی کے ایسے مسخر ہوے کہ حیدر آباد ہی کے ہو رہے ۔ جب نواب شہید ہوے تو اورنگ آباد میں متوکلانہ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہے ۔ بڑے خوش فکر آدمی تھے ۔

نمونۂ کلام یہ ھے :—

درخیالِ تو چو از خوابِ گراں برخیزم
ہمچو آئینہ سراپا نگراں برخیزم *
چشم از نسیم دارم شاید بہ روزگارے
آرد بدیدۂ من از کوي او غبارے *

رباعي

یا راہ بکوي وصل محبوبم دہ
یا بیزاري ز صورتِ خوبم دہ *
یا ایں دلِ نا صبور از من بستاں
یا در غمِ ہجر صبر ایّوبم دہ *

والہ

والہ تخلص - سید محمد موسوي نام - فرزند ملا سید محمد باقر موسوي - خراسان مولد - سال ولادت معلوم نہو سکا - اپنے فاضل باپ سے تمام علوم معقول و منقول پڑھے - فنِ شعر میں بھي اپنے والد ہي سے اصلاح لي - باپ کے اِنتقال کے بعد ہندوستان پہنچے - کچھہ دنوں بعد حیدرآباد آئے اور شاہي منصبدار ھوگئے - برسوں جاہ و ثروت سے ہم کنار رھے - حیدرآباد ہي میں شادي کرلي - اِسي وجہ سے بعض تذکرہ نویسوں نے حیدرآباد کو ان کا وطن لکھہ دیا - مگر یہ بالکل غلط ھے - في الحقیقت وہ خراسان کے رھنے والے تھے - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنۂ ۱۲۴۱ تا سنۂ ۱۲۷۲ ہجري) نے اپنے 'تذکرۂ گلزار اعظم' میں تحریر فرمایا ھے کہ "ظاہر ھو کہ صبح وطن اعظم (یہ تذکرہ بھي نواب موصوف نے تذکرۂ گلزار اعظم سے پہلے لکھا تھا) میں فرخندہ بنیاد حیدرآباد کو والہ کا وطن لکھا ھے - یہ غلطي 'گلدستۂ کرناٹک' کي پیروي سے ہوي ھے" -

ازدواجي تعلّق کي وجہ سے والہ نے حیدرآباد ہي کو اپنا وطن بنالیا - ایک مدّت بعد نتھر نگر (ترچناپلي) چلے آئے - کششِ آب و دانہ اور موت نے یہاں سے نہ نکلنے دیا -

اعلی درجے کے شاعر تھے - ہر قسم کي نظم لکھنے پر قدرت رکھتے تھے - عروض و قافیہ میں ایک رسالہ اور فنِ انشا میں ایک کتاب لکھي ھے ' اور قانونچہ ' اس کا نام رکھا -

من اشعارہ :—

روغن کشیدنم ز دو بادامِ چشمِ تر
نفعے نکرد خشکي سوداي خال را *

ز داغِ عشق تو تا گشت شاخِ گل دستم
نمود کوچۂ باغ است آستین مرا *

مبادا تیرِ نازش جانب دیگر نشاں جوید
نگہ دزدیدنِ چشمش ہراساں مي کند مارا *

ہر کہ ضبطِ نفس کند چو صدف
عقدھاے دلش گہر کردد *

لالہ خونیں دل و گل زخمي و نرگس بیمار
در چمن دل بہ چہ تقریب شود وا بے تو *

غمزہ بیباک و نگہ مست و تبسّم لبریز
شوخ جادو فنِ من ! طرفہ بہ ساز آمدہٗ *

قلم اي قاصد از شوقش رقم سازد چساں حرفے
کہ دل حرفے نویساند' نگہ حرفے ' زباں حرفے *

ز بس از خویش رفتم در خیالِ نرگسِ مستش
مرا ہشیاریم خوابِ فراموش است پنداري *

سنہ ۱۱۸۴ ہجري میں بمقام ترچناپلي رحلت کي اور یہیں دفن ھوے -

فصلِ دوم

وہ فارسي گو شعراے ہندوستان جو شمالي ہند سے دکن میں آئے -

علي

علي تخلص - ناصر علي نام - فرزندِ رجب علي پنجابي - سر ہند وطن - جو اِس وقت ریاست پٹیالہ کے علاقے میں ہے - سال ولادت سنہ ۱۰۴۸ ہجري -

کم سني ہي میں دہلي چلے گئے - وہیں تعلیم پائي - پہلے سیفؔ[1] خان حاکم سرہند کي ملازمت کي - سیف خاں کو حضرت عالمگیر بادشاہ نے الہ آباد میں صوبہ دار بناکر بھیجا تو علي بھي اُن کے ساتھ الہ آباد گئے - سیف خاں نے انتقال کیا تو سرہند واپس چلے آئے -

ایک دفعہ ماہِ صفر کے آخري چہارشنبہ کو ناصر علي باغ کي سیر کے لئے گئے ' وقت اچّھا تھا ' شیشہ و پیالہ سامنے تھا اوٗر ناصر علي مست تھے - اتفاقاً شیخ محمد معصوم خلف حضرت مجدّد الف ثاني رحمۃ اللہ بھي اِسي باغ میں تشریف لائے - ناصر علي کو اِس حالت میں دیکھہ کر غصے سے دریافت فرمایا "یہ کیا ہے؟" ناصر علي نے جواب دیا "شراب" مگر وہ شراب جس کو فرشتے پیتے ہیں - شیخ تو چلے آئے ' مگر علما نے ناصر علي کي تکفیر کے ساتھہ قتل کا فتویٰ لکھدیا - اُن کے بھي مددگار بہت تھے ' چنانچہ میر محمد زماں خاں راسخ اوٗر اِن کے رشتہ داروں نے مسلّح ہوکر ناصر علي کو اپنے

---

۱ - سیف خان شاہ جہان کے تیسرے بخشی تھے - سنہ ۱۰۷۹ ھجری میں بعہد دولت اورنگ زیب کشمیر کے صوبہ دار مقرر ہوے - چند روز بعد مستعفی ہوکر گوشہ نشین رہے - آخر دوستون کے اصرار پر گوشہ نشینی کو ترک کیا - سنہ ۱۰۸۶ ھجری میں پھر منصب و خطاب بحال ہوا اور الہ آباد کے ناظم مقرر ہوے - وہین سنہ ۱۰۹۵ ھجری میں وفات پائی -

ساتھ لیا اور دہلی پہنچاکر اُن کی جان بچائی - علی آخر میں حضرت شیخ کے بڑے معتقد ہوگئے تھے اور اپنی مثنوی میں اُن کو اپنا مرشد تسلیم کیا ھے - غرض سیف خاں کے انتقال کے بعد علی سرہند سے بیجاپور پہنچے - سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں حضرت عالمگیر کا لشکر بیجاپور کی طرف روانہ ہوا - ناصر علی نواب ذوالفقار خاں بن اسد خاں وزیر سے ملے - اِسی موقع کے لئے آزاد بلگرامی نے کہا ھے :-

بعد سیف آخر علی را ذوالفقار آمد بکار

لا فتی الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار *

ناصر علی نواب ذوالفقار خاں سے ملے تو قصیدۂ مدحیہ پیش کیا - اُس کا مطلع یہ ھے :-

ای شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار

نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار *

مطلع سنتے ہی نواب نے کہا کہ بس کرو! مجھے پورا قصیدہ سننے اور اُس کا صلہ دینے کی ہمت نہیں ھے - مطلع کے صلے میں ایک ہاتھی اور تیس ہزار روپیہ اور بقول دیگر ایک ہاتھی اور پانچ ہزار روپیہ عطا فرمایا - ناصر علی نے اِس عطیے کو لوگوں میں تقسیم کردیا اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا -

سنہ ۱۱۰۳ ہجری میں نواب ذوالفقار خاں کرناٹک کی تسخیر کے لئے روانہ ہوے تو ناصر علی بھی ہمراہِ رکاب آئے - یہاں حضرت شاہ حمید الدین[1] قدس سرہ سے دلی عقیدت رکھتے تھے - یہاں سے دہلی لوٹے تو حضرت شیخ محمد معصوم رحمہ اللہ کے ہاتھ پر طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کی اور بقیۃ العمر متوکلانہ زندگی بسر کی، کبھی کسی کے سامنے التجا نہیں لے گئے -

---

[1] - حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جنوبی ہند کے مشہور اولیاے کرام میں سے ہیں - آپ کا مزار مبارک کنچی میں زیارت گاہِ خلایق ھے -

شاعري میں ناصر علي کا رتبه بہت بلند تھا - غزل خوب کہتے تھے - مثنوي میں بھي کمال تھا - اہل بغداد شریف سماع کي محفلوں میں اِن کي مثنوي کے اشعار پڑھا کرتے تھے -

من اشعاره :—

نیست غیر از عشق دل سوزے من افسرده را
شعله جنبش مي دہد نبضِ چراغِ مرده را *

از آبله هائے دلِ فریاد پرستاں
یکٔ آبله در کام زبان است جرس را *

لبریز شد ز تنگیِ دل بسکه سینه ام
چوں رشته هاي شمع یکے گشت نالها *

رواج بے ہنري جز بہند جائے نیست
که این متاع دریں سر زمیں بود کمیاب *

از بسکه سنگِ تفرقہا در سراغِ ماست
چوں شیشهٔ شکسته فروغِ چراغِ ماست *

جاں میدهیم و درد جگر سوز مي خریم
چوں رشتهٔ فتیله نفس صرف داغِ ماست *

زخمیِ شوقِ تو کے ممنون قاتل مي شود
همچو ماہي مي طپد چندانکه بسمل مي شود *

امتیازِ شہر و صحرا داشت از نقصِ جنوں
ورنه مجنوں را خرابي هائے خود ویرانه بود *

سیر از جہاں شدم به گداز فنائے خویش
چوں اشتہائے سوخته کشتم غذاي خویش *

نمي گنجد به خلوت خانهٔ دل آفتاب من
بروں از شیشه چوں آید گہر باشد شراب من *

مراد از ذکر معشوق است ترک ما سوا کردن
چو دل بر گردد از دنیا چه حاجت سبحه گرداني *

ناصر علي نے سنہ ۱۱۰۸ ہجري میں ساٹھہ سال کي عمر پاکر بمقام دہلي انتقال کیا - حضرت سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین اولیا رضي اللہ تعالي عنہ کي خانقاہ شریف میں دفن ہوے -

آزاد

آزاد تخلّص - میر غلام علي نام - میر نوح کے فرزند - قصبۂ بلگرام واقع صوبۂ اودھہ وطن - سنہ ۱۱۱۶ ہجري سالِ ولادت - آپ کا سلسلۂ نسب حضرت فخر الساجدین امام زین العابدین رضي اللہ تعالی تک پہنچتا ھے - بلحاظِ مذھب حنفي اؤر بلحاظ طریقت چشتي تھے -

درسي کتابیں میر طفیل محمد سے پڑھیں ' چنانچہ کہتے ہیں :—

شاگردِ خاصِ میرِ طفیلِ محمّدم * او در علومِ عقلي و نقلي است رھبرم

اپنے نانا علامّہ میر عبد الجلیل بلگرامي سے لغت ' حدیث ' سیرِ نبوي اؤر فنّ ادب حاصل کیا - اپنے ایک شعر میں اِس طرف بھي اشارہ کیا ھے ' فرماتے ہیں :—

آزادِ ما کہ فضل و کمالے بہم رساند * خدمت نمود حضرت عبد الجلیل را

اپنے ماموں میر سیّد محمّد سے عروض و قوافي اؤر علم ادب میں مستفیض ہوے - پندرہ سال کي عمر میں فارغ التحصیل ہوچکے تھے - بڑے ذہین تھے - قوّتِ حافظہ نہایت قوي تھي - جو بات ایک مرتبہ سن لیتے کبھي نہیں بھولتے تھے -

سنہ ۱۱۳۰ ہجري میں حضرت زبدۃ السالکین سید لطف اللہ بلگرامي قدّس سرہ العزیز سے طریقۂ چشتیہ میں بیعت کي - اِسي سال اپنے نانا کي ملاقات کے لئے ' جو شاہ جہاں آباد میں مقیم تھے ' بلگرام سے دہلي گئے ' دو سال وھاں قیام رہا ' اِس اثنا میں آپ کے خوان علم سے بہرہ اندوز ہوے - پھر وطن کي طرف مراجعت کي -

آپ کے ماموں میر سیّد محمّد موصوف الذّکر سیوستان واقع ملک سندھ میں میر بخشي اؤر وقائع نگاري کي خدمت پر مامور تھے -

آزاد اِن سے ملنے کے لئے وہاں گئے ۔ جب وہ رخصت لیکر بلگرام گئے تو آزاد نے نیابۃً چار سال دونوں خدمتیں بہ خوبی انجام دیں ۔ جب میر صاحب واپس آئے تو آزاد کو بلگرام جانے کی اجازت دی ۔ یہ سنہ ۱۱۴۷ ھ کا واقعہ ھے ۔ اثنائے راہ میں شاہ جہاں آباد پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کے والد ماجد مع اہل و عیال الہ آباد تشریف لے گئے ہیں ۔ آپ نے الہ آباد کا قصد کیا اور تین سال والد کی خدمت میں رھے ۔ سنہ ۱۱۵۰ ھ میں بیت اللہ شریف روانہ ھوے ۔

اپنی سفر کی کسی کو اطلاع نہیں دی ، یہاں تک کہ آپ کے عزیزوں کو بھی تین دن کے بعد روانگی کی خبر معلوم ھوی ۔ مُلک مالوہ تک پیادہ پا گئے ۔ اتفاقاً نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۱۳ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجری) کا لشکر اِسی ملک میں خیمہ افگن تھا اور نواب بہ نفسِ نفیس وھیں تشریف فرما تھے ۔ قسمت کی یاوری سے آزاد کی باریابی ھوگئی ۔ آپ نے یہ رباعی پیش کی :—

ای حامیِ این محیط جود و احساں
حق داد ترا خطاب آصف شایاں *
او تخت بدرگاہِ سلیماں آورد
تو آلِ نبی را بہ درِ کعبہ رساں *

نوّاب نے ازراہِ غربا نوازی سفر خرچ مرحمت فرمایا ۔ زادِ راہ سے مطمئن ھوکر حرمین شریفین روانہ ھوے ۔ 'سفر خیر' اس سفر کی تاریخ ھے ۔ ۱۱۵۰ ہجری

مکّۂ معظمہ میں شیخ عبد الوھّاب طنطاوی سے حدیث پڑھی ۔ مدینۂ منوّرہ میں شیخ محمد حیات سندھی سے صحیح بخاری اور باقی صحاح کی سند پائی ۔

حج و زیارت سے مشرّف ھوکر سنہ ۱۱۵۲ ہجری میں دکن کا رُخ کیا اور اورنگ آباد پہنچکر شاہ مسافر رحمہ اللہ کے تکیے میں گوشہ نشینی اختیار کی ۔

سنہ ۱۱۵۸ ہجري میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید والی حیدر آباد (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) اپنے والد نواب آصفجاہ کي طرف سے اؤرنگ آباد کي صوبہ داري پر مامور ہوے تو آزاد کو بھي طلب فرمایا' اُن سے تپاک سے ملے' عزت افزائي کي اؤر مدّت العمر اپنا مقرب بنائے رھے۔ اپنے اشعار کي بھي ان ہي سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ نوّاب کے ساتھ کرناٹک دیکھا اؤر ارکاٹ بھي ہمراہِ رکاب گئے۔ یہیں سنہ ۱۱۶۴ ہجري میں نواب کي شہادت ہوي۔ اس واقعے کے بعد آزاد اؤرنگ آباد گئے اؤر شاہ مسافر قدّس سرّہ العزیز کے تکیے میں مقیم ہوے۔

سنہ ۱۱۶۷ ہجري میں نواب امیر الممالک صلابت جنگ والی حیدر آباد (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجري) نے نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کو خدمت وکالت سے سرفراز کرکے حیدر آباد بلایا تو نوّاب صمصام الدولہ نے آزاد کو بڑي تمنا کے ساتھ طلب کیا۔ آپ حیدر آباد پہنچے۔ نواب نظام علي خاں آصف جاہ ثاني (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجري) نے آپ کي قدر افزائي کي۔ سنہ ۱۱۷۸ ہجري میں آپ پھر اؤرنگ آباد چلے آئے اؤر وھیں شاہ مسافر رحمہ اللہ تعالیٰ کے تکیے میں ایسے فروکش ہوے کہ تا حیات وھیں رھے۔

آفت زدوں کي ہمدردي' امداد اؤر احتیاج مندوں کي حاجت روائي آپ کي طبیعت ثانیہ تھي۔ جس زمانے میں نواب شہید کے مقرّب تھے تو سیکڑوں اہل غرض کو اپني کوشش اؤر سفارش سے فائز المرام کیا۔

عربي اؤر فارسي کے تمام علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے۔ تاریخ گوئي میں خاص مہارت تھي۔ بڑے اعلي پائے کے شاعر تھے۔ بہت سي کتابوں کے مصنّف تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں :-

(۱) تذکرۂ خزانۂ عامرہ (۲) ید بیضا (۳) تذکرۂ سرو آزاد (۴) غزلانِ ہند (۵) شرح صحیح بخاري تا کتاب الزکوٰۃ (۶) شمامۃ الہند في

ذکر الهند (۷) سند السعادات في حسن خاتمة السادات (۸) روضة الاولیاء خلد آباد (۹) مآثر الکرام (۱۰) سبحة المرجان في آثار ہندوستان (۱۱) دیوانِ عربي (۱۲) دیوانِ فارسي -

آپ کے عربي نعتیہ قصائد، فصاحت و بلاغت کے نمونہ تھے - اہلِ عرب ان اشعار کو سُن کر سر دھنتے اور تعجب کرتے تھے کہ ایک ہندي الوطن اور ایسا فصیح و بلیغ !

من اشعارہ :—

الٰهي نالۂ گرمے دلِ دیوانۂ مارا
کرامت کن نہالِ آتشینے دانۂ مارا *

با سرمہ سروکار ندارد بصرما
خاکِ قدمِ یار بود در نظرما *

هنوز از دامنِ صحراي مجنوں عشق مي خیزد
کہ ہنگامِ گزر افتادنِ ما دل طپید آنجا *

دریں خرابہ نشستم زرہرواں تنہا
کہ وا گزاشت مرا پیرِ کارواں تنہا *

اگر چہ خاک شدم اضطرابِ من باقي است
کہ پیچ و تابِ رسن بعدِ سوختن باقي است *

زدہ ام برسرِ جہاں پا پوش
بے سبب ایں برهنہ پائي نیست *

ماني نازک قلم نقشے ز چشمِ مست بست
چوں نظر افگند بر محرابِ ابرو دست بست *

بلبلِ سوختہ را نیست نشانے پیدا
ایں قدر ہست کہ دود از قفسے مي آید *

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر مي شوم تصویرِ جاناں در بغل *

چو سایه در قدمِ سروِ سرفرازِ توام
مریدِ سلسلۂ گیسوی درازِ توام *
میسّر گر شود آزاد! این مطلب چه خوش باشد
دمے با گل نشستن در بروی باغباں بستن *

رباعي

ہر چند نه برگے نه نواے دارم * در زاویۂ خمول جاے دارم
امّا ز محبّتِ رسول الثقلین * در سینه بهشتِ دل کشاے دارم

رباعي

کس را خبرے نیست چه آید فردا * نیرنگيِ قدرت چه نماید فردا
نومید مشو ز مژدۂ عالمِ غیب * شب حامله است تا چه زاید فردا

آزاد نے سنه ۱۱۹۵ ہجري میں روضۂ خلد آباد میں حضرت شاه برهان الدین غریب قدّس سرّہ العزیز کے مزارشریف کے قریب ایک قطعۂ زمین خریدکر اُسکا نام 'عاقبت خانه' رکھا اؤر وهاں اپنے لئے ایک قبر بنوائي - جب یه سب هوچکا تو ایک بڑي ضیافت کي اؤر اس میں مشایخ و شعراء و امراء کو مدعو کیا - انواع و اقسام کے کهانے دسترخوان پر رکھے - کهانے سے فارغ هوکر ہر ایک سے نہایت تپاک کے ساتھ مصافحه کیا اؤر کہا که "یه وداعي ضیافت تھي - ہذا فراق بیني و بینک" اس کے بعد بالکل زاویۂ خمول میں بیٹھ گئے اؤر پانچ سال بعد سنه ۱۲۰۰ ہجري میں اِس دارِ فاني سے ملکِ جاوداني کا سفر کیا - کسي شاعر نے تاریخِ رحلت کہي :-

آه غلام علي آزاد
سنه ۱۲۰۰ ہجري

واضح

واضح تخلّص - مرزا مبارک الله خاں نام - میر اسحاق بن میر محمد باقر المخاطب به ارادت خاں کے فرزند - وطن اؤر سالِ ولادت معلوم نہیں -

ان کے دادا ارادت خاں ساوہ کے مشہور شریفوں میں سے تھے - مرزا جعفر آصف خاں کي دختر سے ان کا عقد ہوا - جہانگیر بادشاہ (سنہ ۱۰۱۴ تا سنہ ۱۰۳۶ ہجري) کے عہد میں بخشي کے عہدے پر سرفراز ہوے - شاہ جہاں (سنہ ۱۰۳۶ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجري) کے زمانے میں منصب وزارت پر فائز ہوے - عرصۂ قلیل میں دکن کي صوبہ داري اور اعظم خاں کا خطاب پایا - بارہا یکے بعد دیگرے گجرات ' بنگالہ ' کشمیر اور الہ آباد کي صوبہ داري پر سرفراز ہوتے رہے - آخر شاہ جہاں نے اختیار دیدیا کہ جس صوبے کو انتخاب کرو وہاں کي حکومت لے لو - اُنھوں نے جونپور کي فوجداري مانگ لي اور اُسي کو اپنا وطن بنالیا -

واضح کے والد میر اسحاق کو عالمگیر بادشاہ نے ارادت خاں کا خطاب دے کر جاگنہ کي فوجداري مرحمت فرمائي - پھر اورنگ آباد اور گلبرگہ شریف کي قلعہ داري پر متعین کئے گئے - شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانے میں منصب چار ہزاري عطا ہوا -

واضح اچھے شاعر تھے اور فنِ شعر میں راسخ سے تلمّذ رکھتے تھے - من اشعارہ :—

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا
در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا *

بہ جیبِ صبح ز خورشید گل فشاني ہاست
بہ جامِ پیرِي ما بادۂ جواني ہاست *

واضح بہ ہیچ راہ دلم وا نمي شود
این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست *

خیال روي او دل راز پا مستانہ اندازد
نسیمِ گل شرر در خرمنِ دیوانہ اندازد *

پریشاني یک دل مي برد جمعیّت عالم
شکست شیشۂ ما سنگ در میخانہ اندازد *

سنہ ۱۱۳۸ ہجري میں بمقامِ جونپور اس دارِ فاني سے چل بسے -

نصرت

نصرت تخلص ـ میر محمد نعیم خاں نام دلاور خاں خطاب ـ فرزند میر محمد عبد العزیز ـ مولد سیالکوٹ ـ سال ولادت معلوم نہیں ـ

اِن کا عقد امرائے عالمگیری میں سے ایک امیر عنایت اللہ خاں کشمیری کی دختر سے ہوا تہا ـ نصرت کے والد شاہزادہ دارا شکوہ فرزند اکبر و ولی عہد شاہ جہاں کے ملازم تہے ـ دارا شکوہ کے ادبار کا زمانہ آیا اور اورنگ زیب کے اقبال کا ستارہ چمکا تو یہ بہی ملازمین عالمگیری میں داخل ہوگئے ـ رفتہ رفتہ منصب دو ہزاری اور دلاور خاں کے خطاب سے سرفراز ہوے ـ

باپ کے انتقال کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں نصرت کو بہی خطاب دلاور خاں مرحمت ہوا ـ فرّخ سیر کے شروع زمانے میں نواب آصف جاہ دکن کے صوبہ دار کئے گئے تو نصرت بہی اِن کے ہم رکاب دکن میں آگئے ـ جب امیر الامراء سیّد حسین علی خاں کو دکن کی صوبہ داری ملی تو انہوں نے نصرت کو رائچور کا فوجدار بنایا ـ نواب آصف جاہ دکن کے مستقل حاکم ہوگئے تو نصرت اِن کے مقرب بن گئے ـ نصرت اچہے شاعر تہے ـ اشعار میں شستگی و فصاحت ہوتی تہی ـ نمونۂ کلام یہ ہے :—

جوش دردش کرد فارغ از غم دنیا مرا
دل طپیدن برد تا ساحل ازیں دریا مرا *

فکر زاهد پئے راحت غم ما بہر رخش
ہر کسے در خور ہمت بتلاش است ایں جا *

چشم پوشیدہ تواں کرد سفر
چہ قدر راہ فنا ہموار است *

بباغ دہر دلیل قبول بے ہنری است
کہ سر بلندی سر و سہی ز بے ثمری است *

به محفلے که به یکٹ درد سر دوا بخشند
چه مي شود دل مارا اگر بما بخشند *
شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دیں
گر یکے آباد گردد دیگرے ویراں شود *

آصف

آصف تخلص - میر قمر الدین خاں نام - آصف جاہ - نظام الملکٹ - خان دوران خاں بہادر - فتح جنگٹ خطاب - غازي الدین خاں فیروز جنگٹ کے فرزند ہیں - سنه ۱۰۸۲ ہجري میں ہندوستان میں پیدا ہوے - 'نیکٹ بخت' تاریخ ولادت ھے - اجداد کا وطن ملکٹ سمرقند تھا -
۱۰۸۲

آپ کے دادا عابد خاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردي قدس سرہ کي اولاد واحفاد میں سے تھے - نواب سعد الله خاں مشہور وزیر شاہ جہاں آپ کے نانا تھے -

آپ کي تعلیم اکابر علماء و فضلاء دہر کے زیر نگراني ھوي - علوم معقول و منقول میں مہارت کامله رکھتے تھے - عربي فارسي ترکي اور ہندي میں استعداد تامه و نظر بالغه رکھتے تھے -

آپ کے دادا عابد خاں شاہ جہاں کے عہد میں سمرقند سے ہندوستان آئے - بادشاہ کي ملازمت اور شاہزادہ اورنگٹ زیب کي مصاحبت کا شرف پایا - جب اورنگٹ زیب عالمگیر ھوکر سریر آراے سلطنت ہند ھوے تو عابد خاں کو بڑا منصب ملا اور 'صدارت کل' کي اعلی خدمت عطا فرمائي گئي اور چین قلیچ خاں کا خطاب بھي مرحمت ھوا - چین قلیچ خاں کي وفات کے بعد آپ کے فرزند شہاب الدین کو 'غازي الدین خاں بہادر فیروز جنگٹ' کا خطاب اور عمدہ منصب و خدمت دي گئي - اور اس کے ساتھ ہي 'فرزند ارجمند' کا خطاب بھي ایزاد ھوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں گجرات کي صوبه داري پر متعین ھوے اور وھیں ملکٹ بقا کي راہ لي -

جناب آصف آپ ہي کے فرزند ہیں - والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کو دادا کا خطاب اور منصب چار ہزاري عطا ہوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد دولت میں اودہ کي صوبہ داري اور لکھنو کي فوجداري سے سرفراز ہوے اور 'خان دوران خاں بہادر' خطاب بھي مرحمت ہوا - مگر جیسا کہ سب کو معلوم ہے یہ زمانہ بہت ہي پر آشوب تھا - عالم گیر بادشاہ کي اولاد میں جدال و قتال کا بازار گرم تھا - ہر ایک دعوي دار سلطنت ہو رہا تھا - جناب آصف جاہ نے دور اندیشي کرکے اسي میں مصلحت و عافیت دیکھي کہ آپ ان خرخشوں سے دور ہوکر شاہ جہاں آباد میں خانہ نشین ہو بیٹھے - مگر آپ کي ذات گرامي ایسي تھي کہ چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا اور شاہ عالم کي وفات کے بعد معز الدین جہاں دار شاہ نے آپ کو اپنے پرانے خطاب سے کھینچ بلایا - فرخ سیر نے آپ کے خطابات عالیہ پر 'نظام الملک بہادر فتح جنگ' کا اضافہ فرمایا اور ہفت ہزاري بنا کر دکن کي صوبہ داري بحال کردي - چند روز کے بعد دکن امیر الامراء حسین علي خاں کے سپرد ہوا تو آصف جاہ دارالخلافت میں واپس تشریف لے آئے - تھوڑے دنوں کے بعد مراد آباد اور پھر مالوہ کي صوبہ داري پر سرفراز ہوے -

ہندوستان کے لئے یہ زمانہ نہایت نازک تھا - سلطنت ڈانوا ڈول تھي' اراکین دولت میں سے جو نمک حلال تھے اس حالت سے سخت متخدوش تھے - تخت کے گرد خود مطلبوں اور نمک حراموں کا نرغہ تھا - بالخصوص آصف جاہ بہادر سے سخت مخالفت تھي اور اعیان دولت منافقت سے پیش آتے تھے - ناچار آپ ملک دکن کو اپنے قبضے میں لانے کے ارادے سے روانہ ہوگئے - مگر سنہ ۱۱۴۳ ہجري میں آپ کو دارالسلطنت دہلي میں واپس بلا لیا گیا - یہ محمد شاہ رنگیلے کا زمانہ تھا - بادشاہ نے آپ کو خلعت و قلمدان وزارت پیش کیا - ان ہي دنوں معزالدولہ حیدر قلي خاں اسفر اپني ناظم گجرات نے علم بغاوت بلند کیا - محمد شاہ نے پریشان ہوکر گجرات اور مالوہ کي وزارت اور امارت دکن آپ ہي کو دیدي اور حیدر قلي خاں کي سرکوبي کے لئے بھیجا -

امراء دار السلطنت حسد کي آگ سے بھڑک اٹھے - انھوں نے بادشاہ کو آپ کي طرف سے بدظن کردیا - بے عقل بادشاہ نے دکن کي صوبہ داري سے آپ کو معزول کرکے وہ صوبہ مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے سپرد کردیا - اِس سے آپ کا دل ٹوٹ گیا اؤر دہلي آگئے - آپ نے دہلي کي آب و ہوا کي ناساز گاري کا بہانہ کرکے مراد آباد جانے کي اجازت مانگي - امراء سلطنت تو آپ کو دہلي میں دیکھنا ہي نہ چاہتے تھے - اجازت مل گئي - فوراً آپ روانہ ہوگئے اؤر بجاے مراد آباد کے دکن کا رخ کیا -

دکن پہنچے تو مبارز خاں نے آپ کو روکا - آخر ۳ محرم سنہ ۱۱۳۷ ہجري کو بمقام شکر کھیڑہ واقع برار اقبال و ادبار کا مقابلہ ہوا - گھمسان کي لڑائي ہوي - مبارز خاں اؤر اس کے دو فرزند اسور خاں اؤر مسعود خاں مارے گئے اؤر جناب آصف جاہ بہادر اس تمام ملک پر (جس کي سرحد نربدا سے بیجاپور تک اؤر حیدر آباد سے دریاے شور تک تھي) قابض و متصرف ہوگئے -

محمد شاہ نے یہ دیکھکر آپ کي دلجوئي کي اؤر سنہ ۱۱۳۸ ہجري میں خطاب آصف جاہ اپني طرف سے عطا فرمایا -

غرض آپ خسروان دکن کے اجداد امجاد میں سے ہیں اؤر سلطان العلوم اعلیٰ حضرت قوي شوکت ہز اِکزا لٹڈ ہاینس نواب سر میر عثمان علي خاں بہادر جي - سي - یس - ائي فرمان فرماے حال آپ ہي کي اولاد ہیں - خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و شوکتہ و سلطنتہ -

جناب آصف کو مدت العمر خلائق کي بہبود اؤر رعایا و برایا کي عافیت و راحت کا خیال رہا - عرب و عجم و ہندوستان کے ہزاروں حاجت مند آپ کے چشمۂ فیض کے زلہ ربا تھے - آپ کے عدل و انصاف اؤر خبر گیري رعایا کا ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ ظلم و ظالم کا نام قریباً مٹ ہي گیا تھا -

فن شاعري میں آپ جناب مرزا عبدالقادر بیدل سے اصلاح لیتے تھے - پہلے شاکر تخلص کرتے تھے پھر آصف - آپ کے دو ضخیم فارسي دیوان ہیں، جو مطبع سرکار آصفیہ میں طبع ہو چکے ہیں - آپ کا کلام ذیل میں درج ھے :-

تا مقابل کردہا خود حسن یار آئینہ را
آمد آب تازۂ بر روي کار آئینہ را *

مي کنم روي طلب ہر جا کہ مي خواني مرا
مائلم ہمچوں ورق ہر سو کہ گرداني مرا *

مژگانِ سرمہ دار تو چوں تیغ بر کشد
کر سر رود بلند نہ گردد صداي ما *

درخیابان باغ نظارہ
آصف خستہ را نہال کنید *

تا شہید خنجر مژگانِ یارم کردہ اند
سرمہ در چشم قیامت از غبارم کردہ اند *

از رنگ تواں یافت کہ در سینہ چہ دارم
درد دل من حاجت تقریر ندارد *

از حال دل گم شدہ دیگر چہ تواں گفت
خوابیست فراموش کہ تعبیر ندارد *

بوبستہ نگردد ز گرہ بستن عنبر
سودا زدہ را فائدہ زنجیر ندارد *

از کوشش بیہودہ مپر سید ز شاکر
عمریست کہ مي نالد و تاثیر ندارد *

ندارم تاب خجلت هاي فردا
بشوید کاش اشکم دفتر امروز *

قطرۂ بودم و دریا شدنم بود امید
عقدہ درکار من افتاد و گہر گردیدم *

سخت دشوار است تاثیر سخن در غافلاں
بشکند صد تیشہ تا از سنگ آب آید بروں *

سنہ ۱۱۶۱ ہجری میں آپ نے بمقام برہان پور انتقال فرمایا ۔ جسد مبارک برہان پور سے اورنگ آباد لایا گیا اور حضرت شاہ برہان رحمۃ اللہ کے مزار شریف کے پائیں سپرد خاک کردیا گیا ۔

زکی

زکی تخلص ۔ شیخ مہدی علی نام ۔ مراد آباد مولد ۔ سال ولادت معلوم نہیں ہوا ۔ مدتوں لکھنؤ میں مقیم رہے ۔ فرنگی محل (لکھنؤ کا ایک محلہ) کے علما سے تحصیل کی ۔ کچھ دنوں ضلع سہارنپور میں نائب تحصیلدار رہے ۔

دوران قیام لکھنؤ میں اچھے اچھے شعراء سے صحبتیں رہیں ۔ خود بھی اچھے شاعر تھے ۔ فن تاریخ میں بھی خوب مہارت رکھتے تھے ۔ نواب آصف جاہ والی حیدر آباد (سنہ ۱۱۳۰ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجری) کی مدح میں ایک قصیدہ کہا جو شاعری کی مختلف صنعتوں پر مشتمل تھا ۔ اُن کے دیوان سے چند شعر بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں :—

جمال یار پہ ہم نے یہ ٹکٹکی باندھی
کہ اپنی آنکھہ کا تل اُس کے منہہ کا خال ہوا *

یہ جگر دل کا ہے ای سوز محبت ورنہ
پھینک دیتے ہیں شرر سینے سے پتھر باہر *

شب آنے میں قاتل کے جو دیر گذری
تجھے ای اجل یاد کرتے رہے ہم *

اٹھائے بہت سے مزے زندگی کے
بہت تجھہ پر ای شوخ مرتے رہے ہم *

ماہتابی پر جو وہ خورشید رو ہے بے حجاب
اپنے جامے سے ہوی جاتی ہے باہر چاندنی *

دل ہم سے رہا جدا ہمیشہ
گویا وہ ضمیر منفصل ہے *

حسرت اي تازہ اسیران قفس آتي هے
دهوم سے فصل بہار اب کے برس آتي هے *
حشر هو جائیگا بے تابي دل سے لیکن
راہ پهر بهي تري اے عہد شکن دیکهینگے *

زکي کي وفات کا سال معلوم نہو سکا - چونکه وہ نواب آصف جاہ کے عہد میں موجود تهے اوٗر نواب موصوف کي خدمت میں ایک مدحیه قصیدہ پیش کیا تها اوٗر نواب کي رحلت سنه ١١٦١ ہجري میں هوي' اس سے پته چلتا هے که وہ سنه ١١٦١ ہجري تک زندہ تهے - اسي بنا پر ہم نے ان کا نام امید (المتوفي سنه ١١٥٩ ہجري) کے بعد سپرد قلم کیا هے -

مخمور

مخمور تخلص - مرزا لطف الله نام - مرشد قلي خاں خطاب - حاجي شکر الله تبریزي کے فرزند - سورت مولد - سال ولادت سنه ١٠٩٥ هـ - ' بر سپہر سعادت آمد ماہ ' تاریخ ولادت هے - ان کے والد ولایت سے ہندوستان آئے اوٗر سورت میں قیام کیا - یہیں مخمور
١٠٩٥ هـ
پیدا هوے - آقا حبیب الله اصفہاني سورت میں مقیم تهے - أنهي سے مخمورنے عربي اوٗر فارسي کي درسي کتابیں پڑهیں - فن شعر میں بهي أن ہي کے شاگرد ہوے -

باپ کے انتقال کے بعد به حیثیت تاجر بنگاله پہنچے - نواب سرفراز الدوله بہادر ناظم بنگاله نے ان کي شرافت ذاتي و نسبتي اوٗر علم و فضل کو دیکهکر انهیں اپني دختر سے منسوب کردیا اوٗر سفارش کرکے شاہ دہلي سے اعلى منصب اوٗر مرشد قلي خاں کا خطاب دلوایا - مدتوں أڑیسه کي نظامت پر مامور رهے - آخر اپنے ماتحتوں کے مکر و فریب سے تنگ آکر اس عہدے کو خیر باد کہا اوٗر نواب آصف جاہ کي خدمت میں پہنچے - برسوں حیدر آباد میں نواب کي بدولت خوش حالي سے زندگي بسر کي -

مخمور سلیم الطبع ' خوش مزاج تهے - فاضل اوٗر فصیح اللسان شاعر تهے - زمین کي پیمایش اوٗر کار بند و بست میں کافي مہارت رکهتے تهے -

من اشعارہ :—

گرفت شور جنونم چناں گریباں را
که بر میاں زده ام دامن بیاباں را *

تعجّب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد
که زخم کہنہ را خاکستر عقرب دوا گردد *

ز دوناں کے بخود درماندکانرا کار بکشاید
گره امکاں ندارد باز از انگشت پا گردد *

تسکین دل ز صحبت روشن دلاں طلب
آئینہ بے قراري سیماب مي برد *

چرا بسر نرود زود دفتر ایام
که خود بخود ورقِ ایں کتاب مي گردد *

مي فریبد نازنیناں را بهر صورت که ہست
کاش چوں آئینہ من ہم جوهرے مي داشتم *

سنہ ۱۱۶۴ ہجري میں بمقام اورنگ آباد سفر آخرت پیش آیا -

حاکم

حاکم تخلص - حکیم بیگ خاں نام - فرزند شادماں خاں اوزبک - سال ولادت معلوم نہیں - ان کے والد، عالمگیر (سنہ ۱۰۶۹ تا سنہ ۱۱۱۸ ھ) کے عہد میں بلخ سے ہندوستان آکر ہفت صدي منصب شاہي سے سرفراز ہوے - محمد شاہ کے زمانے تک منصب پنج ہزاري اوُر نوبت و نقارہ تک ترقي پائي - لاهور میں سکونت اختیار کي - باپ کے انتقال کے بعد حاکم کو بھي محمد شاہي دربار سے منصب و خطاب خاني مرحمت ہوا - آخر میں فقر کي دولت پر قناعت کي اوُر شاہ عبد الحکیم اپنا نام رکھا - اسي حالت میں دہلي اوُر کشمیر کي سیر کي -

حاکم، واقف کے ساتھ تقریبا سنہ ۱۱۷۴ ھ میں دکن کي سیر کے لئے پنجاب سے نکلے - اوُرنگ آباد پہنچے - میر غلام علي آزاد کے یہاں ایک ہفتہ مہمان رہنے کے بعد دونوں سورت چلے گئے -

حاکم نے شاعروں کا ایک تذکرہ بنام 'مردم دیدہ' لکھا ھے - فصیح اللسان شاعر تھے - فن شعر میں شاہ آفریں لاھوري سے تلمذ تھا - چنانچہ وہ خود کہتے ہیں :-

حاکم نہ داشتم سرو سامان فکر شعر
از فیض 'آفریں' بہ سخن آشنا شدم *

من اشعارہ :-

گر شدم پیر ہمہ عیش شباب است مرا
چوں شود خم قد من جام شراب است مرا *

در موسم خط حاکم از و چشم بپوشم
در شب چہ کنم گر نکنم تختہ دکاں را *

نیست مارا بر امیران جہاں حاکم نظر
از امیر المؤمنیں چشم کرم داریم ما *

حاکم برنگ غنچہ بگلزار روزگار
تنگي ز دل بخندہ بروں کردہ ایم ما *

ز ابلھي مکن اشعار را وسیلۂ رزق
ببیں زمین سخن قابل زراعت نیست *

کشیدم ذلّت ہر نیک و بد پابوس او کردم
برائے ایں نماز از آبروي خود وضو کردم *

مہوم از گردش ایام بتنگ آمدہ ام
صبح گر وا شدہ ام شام بتنگ آمدہ ام *

سنہ ۱۱۷۸ ھ میں بمقام ٹھٹھہ (واقع سندہ) انتقال کیا -

عاجز

عاجز تخلص - عارف الدین خاں نام - اجداد کا وطن بلخ تھا - ان کي ولادت ہندوستان میں ھوي - سال تولد معلوم نہوا - شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ان کے والد بلخ سے ہند میں آئے - نواب آصف جاہ کے والد نواب فیروز جنگ کي سفارش سے بادشاہي منصب دار ھوے - عاجز

کم سن ہي تھے که باپ کا سایه سر سے اُٹھ گیا ۔ سایۂ پدري گیا تو کوئي سہارا نه رہا ۔ خوش قسمتي که نواب سیّد لشکر خاں المخاطب به رکن الدوله نصیر جنگ نے، جو امرائے آصفیه سے تھے، ان کي پرورش اؤر تعلیم کا بیڑا اُٹھایا ۔ فضلائے عصر سے درسي کتابیں پڑھیں ۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد نواب موصوف کي رفاقت میں رہے ۔ ان ہي کے ہم رکاب ہندوستان سے اؤرنگ آباد آکر ان کے توسل سے نواب آصف جاہ (سنه ۱۱۳۷ تا ۱۱۶۱ ہجري) کي خدمت میں باریاب اؤر منصب و خطاب خاني و جاگیر سے سرفراز ہوے ۔ ایک قول یه بھي ھے که نواب ناصر جنگ شہید (سنه ۱۱۶۱ تا سنه ۱۱۶۴ ہجري) کے عہد میں خطاب و جاگیر مرحمت ہوي اؤر رسالے کي بخشي گري پر بھي سرفراز ہوے ۔

عاجز قناعت پسند اؤر غیور تھے ۔ اپني ترقي کے لئے کبھي کسي سے استدعا نہیں کي ۔ ان کي طبیعت کو شعر و شاعري سے قدرتي مناسبت تھي ۔ مدت قلیل کي مشق سے اچھے شاعر بن گئے ۔ تاریخ گوئي میں بھي اچھي مہارت تھي ۔ ریخته اؤر فارسي میں شعر کہتے تھے ۔ دونوں زبانوں میں کلام شسته اؤر صاف ہوتا تھا ۔ ان کے فارسي اشعار کا نمونه یه ھے :—

سوخت یاد آں لب مي گوں دل بیتاب را
کشت آخر آتش یاقوت ایں سیماب را *

برق حسنت افگند در دل شرار آئینه را
سایۂ خال تو سازد داغدار آئینه را *

شور صور صبح محشر مي رسد عاجز بگوش
بے لب میگونِ یار از قلقل مینا مرا *

بزہد خشک نتواں یافت فیض عارفاں ہرگز
کجا کار شراب از نشۂ تریاک مي آید *

پس از ناصر علي عاجز گہر ریز سخن آمد
نکوے گر رود از دہر نیکو تر شود پیدا *

تا حریر خنده اش از نکہت گل بافتند
طیلساں گریه ام از آه بلبل بافتند *

ریختہ کا یہ انداز ہے :—

ارے ناصح عبث کرتا نصیحت ترش رو ہوکر
کھٹائی کا مجھے پرہیز ہے مت بیچ اچار اپنا *

نو بہار آنے سے گل آیا ہے اي صیاد یاد
اب کریگا کیوں اسیروں کا دل نا شاد شاد *

گردن اپنی کرکے خم آیا ہوں اي قاتل شتاب
سر اتھاکر آج بار خنجر فولاد لاد *

آئی بہار رنگت سے خوش ہے دماغ باغ
لیکر کھڑي ہے نرگس مخمور اياغ باغ *

عاجز بھي شمع آہ جلاتا ہے دشت میں
روشن اگر گلوں سے ہوا ہے چراغ باغ *

عاجز نے ریختہ میں ایک مثنوي بنام لعل و گوہر لکھي ہے - اِس کے چند اشعار یہ ہیں :—

الٰہي دے مجھے رنگیں بیاني * عطا کر مجھکو یاقوت معاني
سخن کے در کا مجھکو جوہري کر * سخن سنجوں کو میرا مشتري کر
سخن کا لال دے میري زباں کو * در معني سے بھر میرے بیاں کو
جنوں کے دشت کا بنکر بگولا * خرد کي راہ کو وحشت سے بھولا
غزالوں کي طرح سرگرم رم تھا * بیاباں اس کو گلزار ارم تھا
وہاں کي ریت میرے کي کني تھي * وہاں کے کانٹے بھالوں کي اني تھي
وہاں کي باد تھي شوریدہ صرصر * وہاں کي کنکریں تھي مثل اخگر

سنہ ۱۱۷۷ ہجري میں عاجز ایسے سخت علیل ہوے کہ امید زیست منقطع ہوگئي - اپنے دوست مرزا معز الدین اصفہاني کو جو حیدر آباد میں مقیم تھے کہلا بھیجا کہ "اگر میں مر جاؤں تو میري تاریخ وفات کہدینا" مرزا نے از راہ ظرافت جواب دے بھیجا کہ "تم خود تاریخ کہنے میں اچھا ملکہ رکھتے ہو - دنیا چھوڑنے سے پہلے اپني تاریخ خود کیوں نہیں کہہ جاتے ؟" یہ سنکر عاجز مسکرائے اور وہیں اپنے نام اور تخلص کے اعداد

جمع کئے تو ایک عدد بڑھ گیا - کہا کہ اگر اگلے برس مروں تو بھي تاریخ کام آجاے اتفاق دیکھئے کہ اُنھیں صحت ہوگئي - اس کے بعد ناندیڑ گئے اؤر دوسرے سال یعني سنہ ۱۱۷۸ ہجري میں وہیں انتقال ہوا اؤر وہیں دفن ہوے -

تاریخ وفات یہ ھے 'عارف الدین خان عاجز'
سنہ ۱۱۷۸ ہجري

عاشق

عاشق تخلص - میر قاسم خاں نام - خواجہ عبید اللہ خاں کے فرزند - اکبر آباد وطن - سال ولادت معلوم نہیں - ان کے والد' محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں صوبۂ مالوہ کے دیوان تھے - اس خدمت سے معزول ہوکر نواب آصف جاہ والي دکن (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) کي خدمت میں پہنچے اؤر منصب جلیلہ پر سرفراز ہوے - عاشق اپنے والد کي رحلت کے بعد نواب موصوف کے مورد عنایات بنے - میر ساماني کي خدمت پائي - ایک دن غصے میں اپنے کسي ملازم کو اتنا مارا کہ وہ مرگیا - اِس لئے آقا کے معتوب ہوکر معزول کر دئے گئے - آصف جاہ کے اِنتقال کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) نے رحم کرکے اُن کو اپني مصاحبت میں لے لیا - مگر نواب امیر الممالک صلابت جنگ (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجري) کے عہد کے دوسرے ہي سال یعني سنہ ۱۱۶۵ ہجري میں اورنگ آباد سے دہلي چلے آے اؤر گوشہ نشیني اختیار کي -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :-

ہر سال در بہار بہ کسب شرف جنوں
آید برھنہ پا بہ طواف دماغ ما *
پیش من چوں مے نباشد میرم از درد خمار
شیشہ چوں خالي شود پُر مي شود پیمانہ ام *

بقول صاحب 'تذکرۂ محبوب الزمن' سنہ ۱۱۸۱ ھجري اؤر بقول مولف 'نتایج الافکار' بارھویں صدي ہجري کے اخیر میں انتقال کیا -

ایجاد

ایجاد تخلص مرزا علي نقي خاں نام - برھان پور مولد - فرزند احمد علي خاں المخاطب به نقد علي خاں - سال ولادت معلوم نہیں -

ایجاد کے والد شاہ سلیمان صفوي کے وزیر شیخ علي خاں کے عزیزوں میں سے تھے' جو شاہ سلیمان صفوي کا وزیر تھا - وہ نواب آصف جاہ کے عہد میں ہمدان سے دکن آئے اور نواب موصوف کے مصاحبوں کے زمرے میں داخل ہوے' حیدر آباد میں قیام کیا - آخر کار دیواني پر مامور ہوے -

ایجاد برھانپور میں پیدا ہوے - اپنے والد اور دیگر علماء سے درسي کتابیں پڑھیں - پھر اپنے والد کي وساطت سے نواب آصف جاہ کي خدمت میں باریاب ہوے اور سرکاري ملازمت میں داخل کر لئے گئے' مصاحبت کا بھي شرف بخشا گیا - سنة ۱۱۶۴ ھ میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا تو اُن کا خطاب 'نقد علي خاں' اور عہدۂ دیواني ایجاد پر بحال ہوا -

ایجاد تحصیل علم کے بعد ہي شاعري کي طرف مائل ہوگئے - طبیعت بھي موزوں پائي تھي' اس پر باپ جیسے شفیق استاد کي توجہ' عرصۂ قلیل ہي میں اس فن میں اتنا عبور حاصل کیا کہ دکن کے مستثنیٰ اور نامي شعرا میں شمار ہونے لگا -

ایجاد کے اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

در ہر جگرے ہست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما *

بروي مشہد پروانہ شمع را دیدم
کہ چادرے ز گل داغ مي کشید امشب *

طالعم بر گشت و بخت انتظارم بر نگشت
نامہ بر بر گشت و خط بر گشت و یارم بر نگشت *

نفس درکش گر از بحر حقیقت گوهرے خواہی
به دریا چوں رود غواص دم در خویشتن دزدد *
چالاکي نگاہ تو نازم که سوي من
دیدي چناں که چشم ترا ہم خبر نه شد *
ز کس چیزے گرفتن ہمّتم بس ننگ مي داند
کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد *

ایجاد کے سال وفات میں اختلاف ھے ۔ مولف تذکرۂ نتایج الافکار نے اُن کي رحلت سنه ۱۱۸۹ ھ بتائي ھے ۔ مولف تذکرۂ محبوب الزمن نے لکھا ھے که "آپ کا سنه رحلت کسي تذکرہ نویس نے نہیں لکھا مگر قرائن سے معلوم ھوتا ھے که سنه ۱۱۸۵ ہجري کے قریب فوت ھوے ۔" نواب غلام محمد غوث خاں بہادر المتخلص به اعظم نواب کرناٹک نے 'گلزار اعظم' میں یه ارشاد فرمایا ھے که "تذکرۂ مسمیٰ به نتایج الافکار به نہایت فصاحت و بلاغت و درستي عبارت و صحت احوال و صداقت اقوال نگاشته و منت بر ناظراں گماشته چنانچه دریں سرکار به قالب طبع در آمده" اس بنا پر اؤر نیز دیگر قرائن سے ہمیں بھي نتایج الافکار سے اتفاق ھے ۔

واقف

واقف تخلص ۔ شیخ نورالدین نام ۔ قاضي امانت الله کے فرزند ۔ قصبۂ بٹاله[1] وطن ۔ سال ولادت معلوم نہیں ۔

واقف کے اجداد قصبۂ بٹاله کے قاضي تھے ۔ انھوں نے فارسي' عربي سے فارغ ھوکر سخن سنجي کي طرف توجه کي اؤر شیریں زبان شاعر ھو گئے ۔ ان کے کلام میں بڑي سلاست اؤر فصاحت تھي ۔ جیسا که ان کے اشعار سے معلوم ھوگا ۔

---

۱ بٹاله (بفتح باء موحدہ و تاے فوقانی هندی) بروزن حلاله قصبه ایست از توابع دار السلطنت لاهور به فاصلۂ سی کروہ (خزانه عامرہ) ۔

حاکم اور واقف دکن کی سیر کے لئے پنجاب سے ہم رفیق ہوکر نکلے - ۲۹ رجب سنہ ۱۱۷۴ ہجری کو اورنگ آباد پہنچے اور میر غلام علی آزاد کے یہاں ایک ہفتہ مہمان رہ کر دونوں بندر سورت کو روانہ ہوے - حاکم تو بذریعۂ جہاز حرمین شریفین چلے گئے لیکن واقف امراض جسمانی اور نا توانی کے باعث سورت ہی میں پڑے رہے - جب حاکم حج سے فارغ ہوکر لوٹے تو دونوں صاحب سورت سے پھر اورنگ آباد آئے - چندے حیدرآباد میں بھی قیام کیا - وہاں سے وطن کی طرف واپس ہوے - راستے میں اورنگ آباد اور بالاپور کے درمیان راہ زنوں نے دونوں کو لوٹ لیا - بڑی مشکل سے بالاپور برار پہنچے اور اِس واقعہ کی اطلاع میر غلام علی آزاد کو دی - اسی ضمن میں واقف نے یہ رباعی بھی لکھی :-

کردند غریب غارتے راہ زناں
سر ماند و نہ ماند ہیچ چیز از ساماں *
بردند ہر آنچہ بود الا عینک
وامانده بجا ہمیں دو چشم حیراں *

آزاد نے کچھ روپیہ بھیج دیا مگر کافی نہوا - کولھاپور پہنچکر پھر آزاد کو لکھا ، انھوں نے کافی رقم بھیجدی - جب کہیں جاکر دونوں صاحب اپنے وطن پہنچے -

من کلامہ :-

نہ کشد یار از غرور مرا
کشتن خویش شد ضرور مرا *
در نظر چوں سایۂ شمشاد می آید مرا
سر بہ پاے یار سودن یاد می آید مرا *
نو آمدم بہ دام تو زودم چہ می کُشی
بگذار یک دو روز بہ کنج قفس مرا *
تا نمودی از مسی رنگیں دھان تنگ را
ساختی تاریک در چشمم جہانِ تنگ را *
خجل ز انجمنم شرمسار از چمنم
نہ عندلیب نہ پروانہ کردہ اند مرا *

رسید یار و گریبانِ من درید و گزشت
بداد کوتہي دست من رسید و گزشت *
نے جیب من درید و نہ دامان من کشید
مارا دریں بہار نیامد بہ کار دست *
من نمي گویم کہ مجنوں باش در صحرا نشیں
شہر ہم بد نیست لیکن فارغ از دنیا نشیں *
جان من از خودی جدائي کُن
بندگي کردۂ خدائي کُن *
تلاش وصل ایں سیمیں بر اں آخر گدایم کرد
شدم مفلس ز فکر کیمیا آہستہ آہستہ *
واقف نے سنہ ١١٩٥ ہجري میں انتقال کیا ۔

ذُکا

ذکا تخلص ۔ میر اولاد محمد نام ۔ فرزند میر غلام امام ۔ بلگرام وطن ۔ سال پیدایش سنہ ١١٥١ ہجري ۔ اُن کے والد اور میر غلام علي آزاد حقیقي بھائي تھے ۔ یوں ذکا آزاد کے سگے بھتیجے ہیں ۔ اِن ہي کي خواہش پر آزاد نے تذکرۂ ' خزانۂ عامرہ ' لکھا تھا ۔

ضروري تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے محترم چچا کي طلب پر وطن سے اورنگ آباد گئے ۔ پانچ سال ان کے زیر پرورش رہ کر تعلیم کي تکمیل کي ۔ پھر وطن گئے اور دو سال کے بعد دکن لوٹ آئے ۔ نواب میر نظام علي خاں بہادر آصف جاہ ثاني والي دکن (سنہ ١١٧٥ تا سنہ ١٢١٨ ہجري) کي خدمت میں باریاب ہوے اور منصب اور خطاب خاني پایا ۔ بڑي عزت و آبرو سے زندگي بسر کي ۔

ذکا بڑے خوش گو شاعر تھے اور بڑے ذہین و سخن فہم بھي ۔ آزاد سے تلمذ تھا ۔ تاریخ گوئي میں اچھي مہارت تھي ۔ فارسي اور ہندي دونوں میں شعر لکھتے تھے ۔

اُن کے فارسي اشعار کا نمونه یه هے :—

نام عالم آفریں سر حلقهٔ عنوان ما

مد بسم الله خط پیشاني دیوان ما *

تمنا خاطر مجنون ہندوستاں ہمیں دارد

که لیلاے عرب آباد سازد محمل مارا *

معلوم شد که حسن بود مہربان عشق

ہر ذرّہ را بزور کشد در بر آفتاب *

پنجه از شوخي بد امانت زدن دستور نیست

ورنه دست ما ضعیفاں ایں قدر کمزور نیست *

ہر شمع که آمد بنظر چشم ترے داشت

سوز دل پروانه قیامت اثرے داشت *

ہمیں خیال به دل بار بار مي آید

که بے تو زندگي من چه کار مي آید *

ہزار مرتبه کفارهٔ گناہ دہد

به سہو گر گزرش برمقام ما افتد *

گزشت آن تند خو مانند ناوک از کنار من

تہي گردید آخر چوں کماں حلقه آغوشم *

ہندي اشعار کا نمونه یه هے :—

فغاں سے ایک دم تو باغ میں خاموش رہ بلبل

نہیں سنتي کہا ۔ کیا روز آیا هے خرابي کا *

غم اب مختار هے دل چھوڑ دیوے خواہ لے جاوے

پر اتنا چاهتا هوں پھر خدا یه دن نه دکھلاوے *

رها گر آستاں پر آکے میں حسن عقیدت سے

تکلف برطرف سرکار کا کیا اس میں نقصاں هے *

لگے کیونکر نه دل کنج قفس میں عندلیبوں کا

جہاں میں آج کل آباد گر کچھ هے تو زنداں هے *

ذکا کي رحلت کے متعلق بهي مختلف روايتيں ہيں - مؤلف 'محبوب الزمن' نے لکها هے که " آپ کي رحلت تيرهويں صدي ہجري کے اوائل ميں به اختلاف روايات سنه ١٢٠٥ ہجري يا سنه ١٢٠٨ ہجري ميں هوي " - 'نتايج الافکار' کے مؤلف کہتے ہيں که ذکا تيرهويں صدي کے اوائل ميں فوت هوے -

فصل سوم

فارسی گو شعرا جو دکن میں پیدا ہوے

سلطان محمود شاہ بہمنی

تخلص معلوم نہیں' شاید محمود ہی ہوگا ۔ سال ولادت کا بھی پتہ نہیں چلا ۔ (سلطان) محمود شاہ بہمنی نام ۔ فرزند سلطان علاء الدین بہمنی ۔ اپنے بھائی داؤد شاہ بہمنی (سنہ ۷۷۹ تا سنہ ۷۸۰ ہجری) کی شہادت کے بعد مسند آرائے سلطنت دکن ہوے ۔ یہ بادشاہ نہایت عادل ۔ نیک نفس ۔ خوش خُلق ۔ پابند شرع ۔ متقی تھا ۔ انہوں نے گلبرگہ شریف' بیدر' قندھار' ایلچپور' دولت آباد' جنیروابل اور شہروں میں' یہاں تک کہ قصبات میں بھی اپنے خرچ سے یتیموں کے لئے استاد مقرّر فرمائے ۔ حدیث شریف سے ذوق تھا' محدثین کے لئے وظائف جاری کئے ۔ نابیناؤں کی ماہواری تنخواہیں مقرر کیں اور اس میں ایسی فیاضی سے کام لیا کہ اکثر لوگ اندھے بنکر تنخواہ لے جاتے تھے اور چشم پوشی کی جاتی تھی ۔

خود صاحب علم تھے ۔ فارسی اور عربی میں فصاحت کیساتھ گفتگو کرتے تھے ۔ قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھتے تھے ۔ خوش نویس تھے' اچھے شاعر تھے اور شعرا کے ایسے قدرداں کہ عجم و عرب کے شعرا آتے اور اُن کے خوان فیض سے سیر ہوکر جاتے تھے ۔ چنانچہ ایک عجمی شاعر میر فیض اللہ انجو' صدر دولت بہمنیہ کی وساطت سے آستاں بوس شاہی ہوا ۔ اُس نے ایک قصیدہ پیش کیا ۔ جس کے صلے میں اُس کو ایک ہزار تنکہ (تنکہ = ایک تولہ طلا) عطا فرمائے گئے ۔ یہی عطیات تھے جن کی شہرت دور و نزدیک پھیلی ہوی تھی ۔ غالباً ان ہی کو سن کر خواجہ حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ نے بھی دکن آنے کا قصد کیا' مگر بعض موانع ایسے پیش آے کہ نہ آسکے ۔ میر فیض اللہ انجو کو جب یہ کیفیت معلوم ہوی تو

انھوں نے خواجہ کو سفر خرچ بھیجا - وطن سے نکلے تو معلوم ھوا کہ ان کے ایک دوست کا مال لٹ گیا اور وہ مفلوک الحال ہیں - خواجہ کے پاس جو کچھ تھا وہ اُن کو دے دیا اور خود خواجہ زین العابدین ہمدانی اور خواجہ محمود گازرونی (جو بڑے تاجر تھے) کے ہمراہ دکن آنے کا قصد کیا - دونوں نے ان کے اخراجات کا بار اپنے ذمے لیا - یوں وہ بندر ہر موز پہنچے ' جہاں سلطان محمود کی کشتیاں خواجہ حافظ کو لانے کے لئے آئی ہوی تھیں - کشتی تھوڑي ہي دور دریا میں گئی تھی کہ باد مخالف چلنے لگی - خواجہ سخت پریشان ہوے اور یہ بہانہ کرکے کہ "میں ہر موز کے چند دوستوں سے رخصت نہیں ہوا ' ان سے مل لوں تو چلوں" کشتی کو کنارے لگوایا اور اتر کر پھر شیراز واپس چلے گئے اور ایک غزل لکھ کر اپنے کسی دوست کی معرفت میر انجو کو بھیج دي - جس کا مطلع یہ ھے :—

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمي ارزد
بہ مے بفروش دلق خود کزیں بہتر نمي ارزد *

میر فیض اللہ نے یہ غزل بادشاہ کی خدمت میں پیش کرکے تمام کیفیت عرض کردي - اب سلطان کی قدردانی اور قدر افزائی قابل دید ھے کہ انھوں نے فرمایا "جب خواجہ ھمارے پاس آنے کی غرض سے چل پڑے تھے تو ہم پر ان کی امداد واجب ھوگئي" ملا محمد قاسم مشہدي کو حکم دیا کہ ایک ہزار تنکہ طلائي لے کر ہندوستان کی نادر چیزیں خریدیں اور شیراز جاکر ہماري طرف سے خواجہ کو دے آئیں -

سلطان محمود شاہ کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

آنجا کہ لطف دوست دہد منصب مراد
بخت سیاہ و طالع میموں برابر است *

عافیت در سینہ کار خون فاسد مي کند
رخصتے اي دل کہ از الماس نشتر مي خورم *

خضر بد سوداست دربیع متاع عافیت *
می روم ایں جنس را از جاے دیگر می خرم *

اس بادشاہ عادل و باذل نے بتاریخ ۲۱ رجب سنہ ۷۹۹ ہجری بعارضۂ تپ محرقہ قضا کی -

فیروزي

فیروزي تخلص - فیروز خاں نام - خطاب فیروز شاہ بہمني ' فرزند داؤد شاہ بہمني - سال ولادت سنہ ۷۷۳ ہجري - اپنے نامور باپ کي شہادت کے وقت جو سنہ ۷۸۰ ہجري میں واقع ہوي ' سات سال کے تھے - سنہ ۸۰۰ ہجري میں تاج و تخت دکن کے مالک ہوے - خاندان بہمنیہ میں شان و شوکت ' رعایا پروري ' غربا نوازي کے لحاظ سے سب بادشاہوں سے ممتاز تھے -

تخت نشیں ہوکر اپنے بھائي احمد خان کو خان خاناں کا خطاب دے کر امیر الامرا بنایا - ان ہي کے عہد میں حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسیني گیسو دراز قدس سرہ العزیز دہلي سے تشریف فرماے گلبرگہ ہوے تھے - احمد خاں خان خاناں نے آپ کے لئے ایک خانقاہ بنوادي تھي - اسي میں آپ فروکش ہوے تھے - خان خاناں اکثر آپکي خدمت مبارک میں حاضر ہوا کرتے اؤر فیض ظاہري و باطني حاصل کرتے تھے - سنہ ۸۱۰ ہجري میں سلطان فیروز شاہ نے اپنے فرزند حسن خاں کو ولي عہد بناکر حضرت کي خدمت میں دعاے خیر کے لئے بھیجا - آپ نے کہلا بھیجا کہ "جب تم نے اس کو بادشاہي دے دي تو پھر فقیر کي دعا کي کیا حاجت ہے" سلطان کي طرف سے اصرار ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "عالم بالا سے یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ تمھارے بعد تمہارا بھائي تخت نشیں ہو - اس صورت میں کسي اؤر کے حق میں دعا کرني بیکار ہے" - چنانچہ حضرت کي پیشین گوئي صادق آئي ' اؤر وہ اِس طرح کہ فیروز شاہ سخت علیل ہوے اؤر اپنے بھائي کو اپنا

جانشین بنادیا اور دس دن کے بعد جان بحق تسلیم ہوے - آخر خان خاناں ہي بادشاہ بنے -

فیروز شاہ بڑے عالم و فاضل' علم پرور' عادل' عاقل' مدبر' فیاض اور متشرع بادشاہ تھے - دن بھر میں جب فرصت پاتے' ایک ربع جز و کلام مجید لکھتے اور اُس کو فروخت کرکے بسر اوقات کرتے - ہر شب دو پہر رات تک علما' مشایخ' شعرا' قصہ خواں' افسانہ گو اور خوش طبع لوگوں سے ہمکلام رہتے اور ان سے مساویانہ اور برادرانہ سلوک کرتے تھے - اکثر ممالک کے اہل کمال ان کے یہاں جمع تھے اور ان کے خوان فیض سے بہرہ اندوز ہوا کرتے تھے - خود سلطان بہت سي زبانوں کے ماہر تھے - ہر ملک کے باشندوں سے ان ہي کي زبان میں گفتگو کرتے تھے - قوت حافظہ اس بلا کي تھي کہ جو بات ایک یا دو دفعہ سن لیتے پھر کبھي نہیں بھولتے تھے - اکثر علوم بالخصوص تفسیر' اصول' حکمت طبعي و نظري میں دستگاہ کامل حاصل تھي - ہر ہفتے میں تین دن سنیچر' پیر اور بدھ طلبا کو پڑھانے کے لئے مخصوص تھے - اگر دن میں فرصت نہ ملتي تو رات کو وقت نکالتے - حضرات صوفیۂ صافیہ کے اصطلاحات و مقامات و حالات سے خوب واقف تھے - بہت اچھے شاعر تھے - کبھي عروجي اور کبھي فیروزي تخلص کرتے تھے - طبیعت میں دقت پسندي اور مضمون آفریني تھي' جیسا کہ ذیل کے چند اشعار سے معلوم ہوتا ھے :—

بداں مثابہ ز غم دہر بردلم تنگ است
که دل بہ لذت سوداے عشق در جنگ است *

گل امید شگفت از نسیم وعدہ ولے
ز آفتاب غم انتظار بیرنگ است *

بہ قطع راہ محبت مخور فریب امید
که غایت ابدش ابتداے فرسنگ است *

بجز سرود محبت نکرد زمزمہ نے
که ہرچہ خارج این پردہ ننگ آهنگ است *

دلے بہ سینہ لبا لب ز دوستي دارم
کہ پیش اہل جہاں بے بہا تراز سنگ است *
دماغ طبع عروجي چہ دلکشا چمني است
چمن نگوي کہ آں آسمانِ فرہنگ است *
کرشمہ جنبش آموز است مژگان درازش را
ستم کرد است واجب ہر زماں تعلیم نازش را *
محبت چاک بر دل مي زند ہرگہ کہ در بندي
بخود مخصوص مي بینم تغافل ہاے نازش را *
مباد آسیب نقصاں یا بد از سوز دلم تارے
بدل چوں رہ دہم اندیشۂ زلف درازش را *

رباعي

در آتش ہرزہ فکر زائل نکني * اندیشہ بہر خیال مائل نکني
ایں نقد خزینۂ دماغ است بگوش * تا صرف بجنس ہاے باطل نکني

آخر سنہ ۸۲۵ ہجري میں ملک بقا کي راہ لي -

وفائي

وفائي تخلص - اسمٰعیل عادل شاہ نام - فرزند یوسف عادل شاہ - کم سني میں باپ کے انتقال کے بعد تخت نشیں ہوے - باپ کي وصیت کے موافق امور سلطنت کي نگراني کمال خاں دکني کے تفویض کي گئي - ابتدا میں اُس نے ریاست کي خیر خواہي کي - مگر کچھ دنوں کے بعد کمال نمک حرامي سے خود بادشاہ بننے کي تدبیریں کرنے لگا - کم سن فرماں روا کي والدہ پونجي خاتون نے یہ حال دیکھ کر اس کو یوسف ترک کے ہاتھ سے قتل کرادیا - اس کے بعد اسمعیل عادل شاہ نے طمانیت کے ساتھ حکمراني کي -

یہ بادشاہ بڑا حلیم و کریم و سخي تھا - علماء فضلا اور شعرا کو ہمیشہ اپني صحبت میں بلاتا اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتا -

موسیقي اؤر شاعري میں ید طولی رکھتا تھا - جیسا کہ اُس کے مندرجۂ ذیل اشعار سے ظاہر ھے :-

دل خوبان ز قید مهر آزاد است پنداري
مدار دلبري بر جور و بیداد است پنداري *
مرا صد محنت از عشق تو بر دل میرود هردم
دل ویران عاشق محنت آباد است پنداري *
ز هجرت آتشے دارم به دل کز بهر تسکینش
نصیحت هاي سرد زاهدان باد است پنداري *
ز عشق قامتت سرو سهي را ماند پادر گل
دلش صد پاره و زبار دل آزاد است پنداري *
دل ریش وفائي آنچنان خو کرده با تیرش
که پیکانش بجاے مرهم افتاد است پنداري *

شب هجر جز گریه کارے ندارم * بجز دیدۂ اشکبارے ندارم
شبے نگزرد کز فراق تو چوں شمع * پر از اشک حسرت کنارے نه دارم
من و عشق و رندي و کوي ملامت * براه سلامت گزارے ندارم
ازاں باغمش خو گرفتم وفائي * که غیر از غمش غمگسارے ندارم
دل به زلفش حکایتے دارد * از شب غم شکایتے دارد
تا کے آزار اهل دل طلبي * بے وفائي نهایتے دارد
غم دل میخورم ز غصه که یار * با رقیباں عنایتے دارد
دل سختش ز آه من شد نرم * آهِ عاشق سرایتے دارد
اي وفائي منال از ستمش * که ستم نیز غایتے دارد

پچیس سال حکومت کرنے کے بعد سنه ۹۳۱ هجري میں احکم الحاکمین کا حکم آپهنچا اؤر انهوں نے حیات مستعار واپس سپرد کردي -

جمشید

جمشید تخلص - جمشید خاں نام - جمشید قطب شاہ خطاب شاهي - فرزند قطب الملک سلطان قلي قطب شاہ -

سنہ ۹۵۰ ہجری میں جمشید نے میر محمود ہمدانی کے ہاتھ سے اپنے باپ کو قتل کرا دیا - واقعہ یوں ہے کہ ایک روز قطب الملک سلطان قلی قطب شاہ (سنہ ۹۱۸ تا سنہ ۹۵۰ ہجری) قلعۂ گولکنڈہ کی جامع مسجد میں عصر کی نماز پڑھ رہا تھا - میر محمود نے عین حالت نماز میں قتل کر ڈالا - جمشید خاں اسیر تھا - اس کو فوراً رہا کر دیا - اس کے بعد بعض مفسدوں سے ساز باز کرکے قطب الملک کے بڑے بیٹے ملک زادہ قطب الدین کو اندھا کرا دیا اور جمشید خاں تخت نشیں ہوا - یہ بادشاہ صاحب علم و فضل اور شاعر تھا - یہ دو شعر جمشید کے ہیں :—

کاکل و چین زلف و خال لبت
ہر یکے در کمال رعنائی *
جا سر زلف تو سودائے سیاہے دارم
این چہ سود است کہ با زلف چو شام است مرا *

سنہ ۹۵۷ ہجری میں سات سال اور چند ماہ کی حکومت کے بعد مرض سرطان سے انتقال کیا اور اپنے ہی مقتول باپ کے مقبرے کے پاس سپرد خاک کیا گیا -

صادق

صادق تخلص - مرزا صادق نام - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہیں - سلطنت نظام شاہی میں منجملہ اور فضلا کے مرزا صادق بھی تھے - بہ لحاظ علم و دانش برگزیدہ اور فن انشا و شاعری میں چیدہ تھے - کلام کا نمونہ ان رباعیوں سے معلوم ہوگا :—

رباعی

من مصحف اقدس مقدس کیشم
من ہیکل علوی قضا اندیشم *
خواہی ز زمانہ چشم زخمت نہ رسد
تعویذ تو ام ' جدا مکن از خویشم *
ای روشنی چشم ز ہجراں بیدار
ای وصل تو مرہم درون افگار *

از ہجران تو بیقرار است دلم
یک لحظه کنار خاطرم گیر قرار *

ایک نمک حرام مرزا خاں نامی نے بد خواہی اور خود غرضی سے میراں حسین نظام شاہ ثانی کو سنہ ۹۹۶ ہجری میں قتل کروایا ۔ حبشیوں اور دکنیوں نے بسر کردگی جمال خاں اس کور نمک کا کام تمام کر دیا اور قلعے میں گھس کر اہل قلعہ کو تلوار کے گھاٹ اتارا ۔ بے گناہ مقتولوں میں مرزا صادق بھی تھے ۔

فہیمی

فہیمی تخلص ۔ ان کا نام و سال ولادت وغیرہ معلوم نہوسکا ۔

ابراہیم عادل شاہ والی بیجاپور کے عہد کے شاعر ہیں ۔ خواجہ سعد الدین شیرازی ' المخاطب بہ شہنواز خاں بادشاہ کے مقرب اور وکیل تھے ۔ فہیمی پر ان کی بڑی عنایت تھی ۔ فہیمی بھی ہمیشہ ان کی خیر مناتے رہتے تھے ۔ سنہ ۱۰۱۰ ہجری میں شہنواز خاں کے بیٹا ہوا ۔ علاء الدولہ اس کا نام رکھا گیا ۔ فہیمی نے اس موقع پر ایک طولانی قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں :—

شگفتہ روئی این نو گل جہاں افروز
چمن چمن گل عشرت ببوستاں آورد *

ہزارو دہ بود از سال ہجرت نبوی
چنیں شمار حکیم حساب داں آورد *

مسافرے ز دیار جلال و جاہ رسید
کہ بخت و دولتش از بہر ارمغاں آورد *

ز بہر زائچۂ طالع ہما یونش
مہندس فلکی کلک درمیاں آورد *

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فہیمی سنہ ۱۰۱۰ ہجری تک زندہ تھے ۔ سال وفات معلوم نہیں ۔

آفتاب

آفتاب تخلص - میر احمد خاں نام - نظام الدولہ ناصر جنگ خطاب - نواب آصف جاہ نظام الملک والی حیدر آباد کے دوسرے فرزند - سال ولادت معلوم نہیں -

سنہ ۱۱٦١ ہجری میں اپنے والد کے انتقال کے بعد مسند نشین ہوکر برہان پور سے اورنگ آباد تشریف فرما ہوے - یکایک احمد شاہ بادشاہ دہلی نے کسی امر سلطنت کے انتظام کے لئے آپ کو طلب فرمایا - اگرچہ ملک میں بعض باغیوں نے بے طرح سر اٹھایا تھا مگر حکم شاہی کے موافق آپ مع خدم و حشم روانہ ہوے - دریاے نربداہی تک پہنچنے پاے تھے کہ فرمان شاہی ملا کہ " آپ کے آنے کی ضرورت نہیں ہے " - اس لئے اورنگ آباد واپس ہوگئے -

ہدایت محی الدین خاں المخاطب بہ مظفر جنگ (دختر زادۂ نواب آصف جاہ) ناظم رائچور کی شورش کی خبریں آنے لگیں - حسین دوست خاں نایطی عرف چندا صاحب نے ہدایت محی الدین خاں کے ساتھ ساز باز کرکے ارکات پر قبضہ کرلینے کا ارادہ کیا اور فراسیسوں کی مدد سے نواب سراج الدولہ انور الدین خاں بہادر شہامت جنگ پر، جو ناظم ارکات تھے، حملہ آور ہوا - میدان جنگ میں نواب انور الدین خاں جوہر شجاعت دکھاکر شہید ہوگئے - اس واقعے کی اطلاع نواب ناصر جنگ کو ملی تو ان کے اور فراسیسوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی، نواب صاحب نے فتح پائی - ہدایت محی الدین خاں گرفتار ہوے - چونکہ فراسیسی خیرگی اور شورش پر اترے ہوے تھے، ان بد کیشوں کی تنبیہ کے لئے فوج کا ایک دستہ معین کرکے نواب ناصر جنگ ارکات کی طرف روانہ ہوے - اسی اثنا میں فراسیسوں نے چنجی کا قلعہ فتح کرلیا - اس واقعے سے نواب ناصر جنگ کو سخت ملال ہوا اور با وجود کثرت بارش آپ نے چنجی کا رخ کیا - کرناٹک کے علاقے کے افغان سرداروں نے نمک خواری کا پاس نہ کرکے

ملک و مال کي حرص سے خفیہ طور پر فرانسیسوں کي حمایت کي اور نواب کو شہید کرڈالا ۔ لاش اورنگ آباد بھیجي گئي اور حضرت شاہ برهان الدین غریب قدس سرہ العزیز کے مزار مبارک کے پاس اپنے والد کي قبر کے پہلو میں مدفون ہوے ۔

نواب ناصر جنگ اچھے شاعر تھے ۔ فن شعر میں آزاد بلگرامي سے تلمذ تھا ۔ ایک ضخیم دیوان آپ نے یاد گار چھوڑا ۔ اشعار ذیل بطور نمونہ ملاحظہ ہوں :—

گر خضر کرد صرفه ز اسکندر آب خویش
خضر خط تو آب بقا مي دهد مرا *
دل به دست خال او دادن خطاست
سازم از زنگي نهاں آئینه را *
مي کند سحر در علاج دلم
نرگس یار گرچه بیمار است *
موسم پیري است مي باید عصا
دست ما در گردن مینا خوش است *
در محفل سپهر ندیدیم امتیاز
بر آفتاب و ماہ زحل را تقدم است *
اگر بوے آں گل صبا مي رساند
به زخم دل ما دوا مي رساند *
فلک گرچه دارد تلاش جدائي
بهم دوستاں را خدا مي رساند *
ابر دریا دل بدست گوهر افشاں مي رسد
اي صدف دامن کشا کارت به ساماں مي رسد *

نواب ناصر جنگ کي تاریخ شہادت میر آزاد بلگرامي نے یہ لکھي ہے :—

نواب عدل گستر عالي جناب رفت
فرصت نه داد تیغ حوادث شتاب رفت *

در ہفدہم ز ماہ محرم شہید شد
تاریخ گفت نوحہ گرے " آفتاب رفت " *
۱۱۶۴ ہجري

رسا

رسا تخلص ۔ جان مرزا نام ۔ مرزا خاں خطاب ۔ فرزند سید میر جان ۔ حیدر آباد مولد ۔ سال ولادت معلوم نہیں ۔ رسا کے اجداد ہمدان کے رھنے والے اؤر سادات حسیني میں سے تھے ۔ ان کے اجداد میں سے ایک صاحب میر شاہ طاہر نام شہنشاہ اکبر (سنہ ۹۶۳ تا سنہ ۱۰۱۴ ھ) کے عہد میں ہندوستان آے ۔ بادشاہ نے بڑي عزت و توقیر کي اؤر چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے ۔ پھر وہ دکن آے ۔ سلاطین دکن نے ان کي ایسي خاطر داشت کي کہ وہ یہیں کے ھو رھے ۔

رسا کے والد میر جان بھي زیور علم و فن سے آراستہ تھے ۔ شہنشاہ عالم گیر کے زمانے میں اُنھیں اچھے اچھے مناصب پر سرفراز کیا گیا اؤر انھوں نے بھي شایستہ خدمتیں کیں ۔

رسا کي ولادت بلدۂ حیدر آباد میں واقع ھوي ۔ نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ھ) کے لشکر میں تعلیم پائي ۔ اپنے والد ہي سے درسي کتابیں پڑھیں اؤر ایسي قابلیت حاصل کي کہ قلیل مدت میں نواب موصوف کے مصاحب ھوگئے اؤر آخر عہد میں دار الانشا کے میر منشي بھي مقرر کئے گئے ۔

بہت خوش خلق تھے، اس لئے شہر بھر کے محبوب تھے ۔ نواب کے ہم رکاب دہلي ھو آئے تھے اؤر وھاں کے مشہور شعرا سے خوب ملاقاتیں رھي تھیں ۔ خود اچھے سخن سنج اؤر سخن فہم تھے ۔ اُن کے کلام کا انداز یہ ھے :—

از غم ہر کس بہ دل فریاد مي آید مرا
شیشہ ہر جا بشکند دل یاد مي آید مرا *

رحم کن اي باغباں گلدستہ پیش من میار
مجمع یاراں رنگیں یاد مي آید مرا *
در سرا پردۂ دل ہر نفس آوازے ہست
کہ دریں خانہ نہاں خانہ بر اندازے ہست *
خود راز تنگي قفس آزاد مي کنم
ایں مشت پر تواضع صیاد مي کنم *
نہ رسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نا رسائي
بہ خیال آستانش من و مشق جبہہ سائي *
کہ برد پیام مارا بحریم خوش نگاہاں
رقمے نمودہ آہم دو سہ مصرع ہوائي *

سنہ ۱۱۷۴ ہجري میں بمقام حیدر آباد وفات پائي آزاد بلگرامي نے تاریخ کہي :—

شیرازۂ نظم میرزا خاں * ہم نثر بہ فکر او مباہي
تاریخ وفات او خرد گفت * پیوست برحمت الہي
۱۱۷۴ ھ

جرأت

جرأت تخلص - میر محمد هاشم نام - موسوي خاں اؤر معز الدولہ خطاب - فرزند میر محمد شفیع - اورنگ آباد مولد - سال ولادت سنہ ۱۰۸۸ ہجري هے -

ان کے والد اؤر دادا شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ہندوستان آئے - دونوں کو شاہي ملازمتیں مل گئیں - کچھ دنوں کے بعد بسلسلۂ ملازمت اورنگ آباد تبدیل هوے - یہیں توطن اختیار کرلیا - اسي شہر میں جرأت پیدا هوے ' اپنے والد ہي سے تحصیل علم کی -

امیر الامرا سید حسین علي خاں کا عروج هوا تو اُن تک رسائي هوي اؤر انھوں نے دھارؤر ضلع اورنگ آباد کا قلعہ دار مقرر کر دیا - سنہ ۱۱۳۱ ہجري میں امیر الامرا دہلي گئے تو جرأت بھي ہم رکاب

تھے - جب طبقۂ سادات کا زوال ہوا تو جرأت کي عمر ۱۰۵ برس کي تھي - اس کے بعد سے آخر عمر تک وہ نواب آصف جاہ اور آپ کے جانشینوں کي سرکار میں دارالانشا کي میر منشي گري اور دیگر معزز عہدوں پر ممتاز رہے - اسي اثنا میں معز الدولہ کا خطاب بھي پایا -

نظم و نثر میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ جب وہ آصف جاہ کے ہمرکاب محمد شاہي دربار میں باریاب ہوے تو نواب ممدوح نے ان الفاظ کے ساتھ اُن کي تقریب کي کہ "موسوي خاں اس زمانے کے ابو الفضل ہیں" -

زمانۂ قیام دہلي میں جرأت وہاں کے علما سے ملے اور اُن سے استفادہ کیا - ان کے کلام کا یہ نمونہ ہے :—

جاں از خیال حسن تو ہمدوش آفتاب
یادت بدل چو نور در آغوش آفتاب *
در یاد خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست
سیّاحي دل کن کہ دیارے بہ ازیں نیست *
بے بہار خلق شہرت با ہنر دمساز نیست
نکہت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست *
شب کہ در بزم چمن ساز طرب آمادہ بود
دانۂ انگور قندیل چراغ بادہ بود *
فارغ از ہر دو جہاں بندۂ احسان تو ام
سر و آزادم و پابند گلستانِ تو ام *
خط دمید است ز لعل نمکینش عجب است
کز نمک زار نہ رست است گیاہے کاہے *

سنہ ۱۱۷۵ ہجري میں بمقام اورنگ آباد انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوے - آزاد بلگرامي نے تاریخ رحلت کہي :—

موسوي خاں ز کلک گوہر بار * آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد * کرد جرأت وداع دنیا را
۱۱۷۵ ھ

مولانا سیّد قمر الدین

سید قمر الدین نام - تخلص معلوم نہ ہوا - غالباً تخلص رکھا ہی نہیں - فرزند سید منیب اللہ - اورنگ آباد مولد - سنہ ۱۱۲۳ ہجری میں پیدا ہوے -

آپ کے آباے کرام خجند کے سادات سے تھے - ان میں سے ایک صاحب ' سید ظہیر الدین نام سب سے پہلے خجند سے ہندوستان وارد ہوے اور امین آباد مضافات لاہور میں سکونت اختیار کی - اُن کے پوتے سید محمد فرزند سید عنایت اللہ امین آباد سے دکن آئے اور شیخ مظفر برہانپوری کے ہاتھہ پر بیعت کی (شیخ مظفر شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے اور طریقۂ نقشبندیہ رکھتے تھے) اس طریقے میں آپ نے اتنی ترقی کی کہ آپ کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے - اس نواح میں آکر آپ بالاپور علاقۂ برار میں مقیم ہوے اور طالبان حق کی رہ نمائی فرمائی - آپ نے سنہ ۱۱۱۷ ہجری میں وفات پائی - تاریخ وصال ' شمع بہشت ' ہے -

۱۷ ھ ۱۱

سید محمد صاحب کے فرزند سید منیب اللہ صاحب ہیں - آپ اپنے والد ماجد کے سجادہ نشین ہوے اور بالاپور سے اورنگ آباد منتقل ہو آئے اور وہیں سنہ ۱۱۶۱ ھ میں انتقال فرمایا - تاریخ وفات ' متوجہ بہشت ' ہے -

۶۱ ھ ۱۱

مولانا سید قمر الدین صاحب نے کم سنی ہی میں قرآن مجید حفظ کیا اور علماے اورنگ آباد کی خدمت میں درسی کتابیں پڑھیں - اپنی خدا داد ذکاوت سے مختلف علوم خصوصاً حکمت و تصوف میں بڑا کمال پیدا کیا - آپ کی تصنیف 'مظہر النور' جو مسئلۂ واجب الوجود پر سنہ ۱۱۶۴ ھ میں لکھی تھی ' آپ کے علم و کمال کی شاہد ہے - زہد و تقوی اور معرفت الٰہی میں اپنے فضل و کمال سے کچھہ

زیادہ ہي تھے - طریقۂ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت رکھتے تھے -

سنہ ۱۱۵۵ ہجري میں دہلي گئے اؤر وھاں کے علما و مشائخ سے ملاقات کي - چودہ مہینوں کے بعد حضرت مجدّد الف ثاني رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کي زیارت کے لئے سرہند گئے اؤر وھاں سے لاہور - ہر جگہ مشائخ و علما سے مل کر پھر دہلي آئے اؤر کچھ روز وھاں مقیم رھکر اؤرنگ آباد واپس آ گئے - ۱۱۷۴ ہجري میں حرمین شریفین روانہ ھوے - پہلے مدینۂ طیبہ میں حاضر ھوے - پھر بیت اللہ شریف گئے اؤر حج سے مشرف ھوے - مدینۂ طیبہ اؤر مکۂ معظمہ کے سر بر آوردہ لوگوں نے آپ کي بڑي تعظیم و تکریم کي - سنہ ۱۱۷۵ ھ میں اورنگ آباد مراجعت فرمائي -

صاحب 'خزانۂ عامرہ' نے لکھا ھے کہ آپ کي طبیعت موزوں تھي - اس لئے کبھي کبھي شعر کہہ لیا کرتے تھے - لیکن آپ کي شان شاعري سے بہت ارفع تھي -

کلام کا نمونہ یہ ھے :-

لقمۂ دوناں رساند در گلوے خویشتن
شست اول ہر کہ دست از آبروے خویشتن *
مشت خاکم دست و دامان تو شد
گر نیفشاني فقد بر پاے تو *
دنیا زن است و طالب آں ہم مؤنث است
زین وجہ روز مرد خدا در قفا کند *

آپ نے اپنے حج کي یہ تاریخ کہي :-

احرام حرم ز ہند بستم * گشتم زطواف کعبہ مسرور
بخشید بمن ہزار نعمت * ایں خانہ ہمیشہ باد معمور
از دولت روضۂ مقدس * دل یافت سرور و دیدہ ھا نور
حج مبرور سعي مشکور * وارد شدہ در دعاے ماثور
۱۱۷۴ ھ
گیرند اگر دوجیم تشدید * تاریخ شود دعاے مذکور

آپ کي رحلت کا سال معلوم نہوا - چونکہ حج سے فارغ ہوکر آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجري میں اورنگ آباد واپس ہوے، اس سے ظاہر ہوتا ھے کہ آپ اس (سنہ ۱۱۷۵ ہجري) تک زندہ تھے - یہي وجہ ھے کہ ہم نے ان کا ذکر جرأت (المتوفي سنہ ۱۱۷۵ ھ) کے بعد کیا ھے -

صارم

صارم تخلص - میر عبد الحي نام - صمصام الدولہ، صمصام الملک خطاب - فرزند نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں شہید - اورنگ آباد مولد - سنہ ۱۱۴۲ ہجري سال تولد ھے -

ان کے والد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ والي حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ھ) کے دیوان تھے اور سنہ ۱۱۷۱ ہجري میں شہید ہوے -

صارم نے فضلاے عصر سے عربي اور فارسي تحصیل کي - پھر ملازم ہوگئے - سنہ ۱۱۶۲ ھ میں خطاب خاني اور منصب نیز صوبۂ برار کي دیواني عطا ہوي - رفتہ رفتہ اورنگ آباد کي نظامت اور دولت آباد کي قلعہ داري پر سرفراز ہوے اور صمصام الدولہ کا خطاب مرحمت ہوا - نواب میر نظام علي خاں والي دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کے عہد میں خطاب صمصام الملک اور دکن کي دیواني پائي -

صارم زبردست شاعر تھے - طبیعت میں مضمون آفریني تھي - پہلے وقار تخلص کرتے تھے، بعد کو 'صارم' اختیار کیا - فارسي اور ہندي دونوں میں شعر کہتے تھے -

اُن کے چند فارسي اشعار یہ ہیں :-

به سیر باغ چو آں مي پرست برخیزد
گل از چمن کدہ ساغر بدست برخیزد *

سخن بقدر ضرورت بود بزرگاں را
کہ جز جواب نگردد صدا ز کوہ بلند *

بر خاطر تو راز دو عالم شود عیاں
پیش نگاہ تست اگر دوربین دل *
بہ گلشنے کہ تو سر منشأ طرب باشي
چہ لازم است کہ چوں غنچہ بستہ لب باشي *
بہ انتظار تو آراستیم خانۂ چشم
چہ میشود اگر آئي و چند شب باشي *

ہندي اشعار ملاحظہ ہوں :-
فلک گرتا ' زمین پھٹتي ' چمن سے رنگ اتر جاتا
اگر میں اپنے دل کا حال اي ظالم بیاں کرتا *
سجن ! تجھ زلف میں ہل چل رہا ھے
ہمارے ھاتھ میں کب دل رہا ھے *
نہیں کھلتا بہار و باغ سوں دل
یہي عقدہ مجھے مشکل رہا ھے *

سنہ ۱۱۹۶ ہجري میں قلعۂ کولاس کے اطراف میں انتقال کیا۔ چند روز وھیں سپرد خاک کئے گئے ۔ بعد کو حیدر آباد دکن لے جاکر یاقوت پورہ کے باہر دفن کیا گیا ۔ میر غلام علي آزاد نے رحلت کي تاریخ کہي :-

افسوس کہ رفت امیر عالي گوھر
دیوان رکن و صاحب فضل و هنر *
تاریخ وفات ایں امیر دانا
' صمصام الملک عقل کُل کرد سفر ' *
سنہ ۱۱۹۶ ہجري

شفیق

شفیق تخلص ۔ لچھمي نارایں نام ۔ فرزند منسارام کھتري ۔ اورنگ آباد مولد ۔ سنہ ۱۱۵۸ ھ سال ولادت ۔ آپ کے دادا بھواني داس عالمگیري لشکر کے ہمراہ دکن آئے اور اورنگ آباد میں قیام کرکے بذریعۂ ملازمت عزت و آبرو کے ساتھ زندگي بسر کي ۔

شفیق کے والد منسارام اپنے والد کے انتقال کے وقت دو برس کے تھے - ان کے ہم قوم لالہ جسونت راي ان کي پرورش اور تعلیم کے متکفل ہوے - انہوں نے بڑي قابلیت پیدا کي - نواب آصف جاہ والي حیدر آباد کے عہد میں دکن کے چھ صوبوں کي صدارت کي پیشکاري پائي اور قریباً چالیس سال اس خدمت کے فرایض نہایت خوبي سے انجام دئے - نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں وزیر دکن نے انھیں بڑا منصب عطا فرمایا -

شفیق کو ہوش سنبھالتے ہي علم کا شوق پیدا ہوا - شروع سے آخر تک میر آزاد بلگرامي کے فیض جاري سے مستفیض ہوتے رہے - بہت اچھے شاعر تھے - کلام میں چستي و فصاحت تھي - فارسي اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے - دونوں زبانوں کے دو ضخیم دیوان غیر مطبوعہ موجود ہیں - تاریخ نویسي میں مہارت تامہ تھي - مآثر آصفي - مآثر حیدري وغیرہ ان کے تصانیف ہیں - شاعروں کے دو تذکرے لکھے - ایک 'گل رعنا' جس میں شعراے ہند کے حالات ہیں اور دوسرا 'شام غریباں' جس میں ان شعراے ولایت کا ذکر ہے' جو ہند میں وارد ہوے -

شفیق نواب عالي جاہ فرزند نواب نظام علي خاں آصف جاہ ثاني (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کي سرکار میں ملازم تھے - منصب اور خطاب دولي چند سے بھي سرفراز تھے -

کلام کا نمونہ یہ ہے :-

مصرع ابروے او بسم اللہ دیوان ما
مصحف رخسارۂ او دین ما ایمان ما *
بسکہ از گفتار ماریزند یاراں رنگ ہا
گردۂ صورت گراں شد صفحۂ دیوان ما *
بر دل ما التفاتے ہست چشم یار را
الفت بسیار با مینا بود مي خوار را *

چشم او بر ما نگاهے گر ندارد عیب نیست
می شود پرهیز لازم مردم بیمار را *
گرچه ای دوست ندیدم چمن روے ترا
دایم از باد صبا می شنوم بوے ترا *
ہر که آں جا برود باز نگردد ہرگز
ہست خاصیّت گلزار ارم کوے ترا *
بر زمین آمده از دور زمین بوس کند
ماه نو گر نگرد گوشهٔ ابروے ترا *
سنبل تازه و ترد وده شود در چشمم
گر نه بینم به چمن سنبل گیسوے ترا *
خواہد از گوشهٔ چشمت نگه لطف شفیق
آرزوے به ازیں نیست دعا گوے ترا *
شکست توبهٔ مارا بہار شد باعث
ہزار بار نواے ہزار شد باعث *
خدا گواه که می را به لب نیا لودم
براي مستي من چشم یار شد باعث *
شفیق نے ۱۲۰۱ ہجري میں انتقال کیا ۔

رفیع

رفیع تخلص، غلام رفاعي نام ۔ محمد رفیع الدین عرف ۔ فرزند محمد شمس الدین قادري دکني ۔ قندھار علاقهٔ دکن مولد ۔ ۱۹ جمادي الاخري سنه ۱۱۶۴ ہجري تاریخ ولادت ھے ۔

جناب رفیع نے ایک تذکره بنام 'انوار القندھار' لکھا ھے ۔ اس میں اپنے متعلق لکھتے ہیں که :— "فقیر کے والد بزرگوار جو مرد صالح تھے ایک موقع پر حضرت حاجي سیّاح سرور سعید الرفاعي قدس سره العزیز کي خانقاه کي مسجد میں معتکف تھے ۔ حضرت حاجي صاحب نے خواب میں ایک صحنک کھانے کي بھري ہوي دی اور فرمایا که تمھارے

ایکٹ لڑکا پیدا ھوگا - اس کو میرے نام سے موسوم کرنا - چنانچہ میں پیدا ھوا تو میرا نام والد نے غلام رفاعي رکھا اؤر عرف محمد رفیع الدین" -

غرض جناب رفیع نے اورنگ آباد میں حضرت قمر الدین رحمہ اللہ مذکور الصدر کي خدمت میں تمام علوم عقلي و نقلي حاصل کئے - حضرت خواجہ رحمۃ اللہ قدس سرہ کے مرید ھوے اؤر آپ ہي سے خرقۂ خلافت پایا - چند بار مرشد کي زیارت کے لئے نلور گئے اؤر آپ ہي کے حکم سے حرمین شریفین حاضر ھوے اؤر متعدد حج کرکے قندھار واپس آگئے - اچھے شاعر تھے - یہ دو شعر آپ کے کلام کا نمونہ ہیں :—

ز روي لطف بکس بوسہ دادۂ شاید
کہ ہمچو شبنم گل نقش بر دہن باقي است *

یار در بر دارم و مشتاق دیدارم ہنوز
محو از خود گشتہ ام محتاج تکرارم ہنوز *

سنہ ۱۲۴۱ ہجري میں بمقام قندھار وصال ھوا - آپ کے شاگرد 'والا' نے (جن کا حال اسي تذکرے میں ملے گا) تاریخ رحلت کہي :—

پیوستہ برحمت حق
۱۲ ھ ۴۱

جذب

جذب تخلص - میر اکرام علي نام - فرزند میر لطف اللہ خاں بہادر - حیدر آباد مولد - سال ولادت سنہ ۱۲۵۰ ھ ھے -

جذب' سید فتح اللہ بہادر عالم گیری کي اولاد میں سے تھے -

سات ہي سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا - اپنے حقیقي ماموں محمد فخر الدین حیدر خاں کے زیر نگراني پرورش پائي - عربي صرف و نحو اؤر فارسي کي چند درسي کتابیں میر تفضل حسین عطا سے پڑھیں - فارسي اؤر ہندي اشعار کي اصلاح بھي اُن ہي سے لیتے رھے - جناب شمس الدین فیض رحمہ اللہ سے اس فن میں فیض حاصل کیا -

سنہ ۱۲۶۸ ہجري میں سیاحت کي غرض سے مدراس آئے اور چونکہ نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) کي والدۂ محترمہ کے عزیزوں میں سے تھے ' لہذا نواب موصوف کي سرکار میں بھي باریاب ہوے - ذکي الطبع اور روشن دماغ تھے - کلام کا یہ نمونہ ہے :-

به جاناں از تب و تاب دلم بنوشته ام نامه
بجا باشد شود گر نامه بر مرغ کباب این جا *
دلم از ہر خم گیسوش به بند دگر است
یک اسیر است گرفتار به زندانے چند *
ماتم اي دل که برفت از کف من دامن یار
اي جنوں مژده که دستم به گریباں آمد *
ناله بر داشت صد علم آنجا
سپر انداخت ہر کجا محشر *
اي چشم پُر آب در چه فکري
شد خانه خراب در چه فکري *

رباعي

افسوس که از وطن جدا افتادم
زاں ساں که ز فردوس جُدا شد آدم *
آدم جو خورده ترک فردوس نمود
من ترک وطن در طلب جو دادم *

جذب کي تاریخ وفات معلوم نہوي -

فصل چہارم

وہ فارسي گو ايراني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے

سخن

سخن تخلص - سيد محمد نام - سيد محمد خاں بہادر خطاب - اصفہان وطن - سال ولادت معلوم نہ ہوا - سنّ شعور کو پہنچنے کے بعد وطن سے مچھلي بندر اور وہاں سے مدراس آئے - مدتوں يہاں تجارت کرتے رہے - پھر نواب امير الامراء بہادر، فرزند دوم نواب والاجاہ فرمانرواے کرناٹک کے ملازم ہوے اور خان کا خطاب پايا - نواب امير الامراء کا جب انتقال ہو گيا تو اُن کے بعد نواب والاجاہ کي سرکار سے بہادر کا خطاب اور ديوان خانے کي داروغگي مرحمت ہوي -

شاعري ميں دستگاہ کامل رکھتے تھے - ايک چھوٹاسا ديوان جس ميں قصائد اور غزليں ہيں، اپني يادگار چھوڑا -

کلام کا نمونہ يہ ہے :—

به دل خارے ز عشق گلعذارے کرده ام پيدا
ازيں خواري به عالم اعتبارے کرده ام پيدا *

فصل بہار گل مرا بوے ز يار مي دہد
غنچه نشانے از لب لعل نگار مي دہد *

شکوه از دست تو ہر جانه توانم کردن
زاري من به سر کوے تو ديدن دارد *

آنچه خوں از غم ہجرانِ تو خوردم عمرے
ايں زماں از مژه آہنگ چکيدن دارد *

دست بر چاک گريباں زدي و دانستم
صبح اميد من امروز دميدن دارد *

سنہ ۱۲۱۶ ہجري ميں وفات پائي -

وفا :

وفا تخلص - مرزا حکیم عبد الباقي الشریف الرضوي نام - فرزند مرزا محمد شفیع خاں - اسلاف کا وطن عراق و خراسان و اصفہان - بغداد شریف مولد - سال ولادت سنه ۱۲۰۴ ہجري ھے -

بتیس سال کي عمر تک اپنے والد سے تعلیم پاتے رھے - اُن کے انتقال کے بعد علم معقول اوْر طب حاصل کرنے کي غرض سے اصفہان پہنچے - وھاں جاکے ان علوم کو حاصل کیا - نو برس کے بعد ایران کے بعض شہروں کي سیاحت کرتے ھوے ہندوستان آئے اوْر حیدر آباد میں سکونت اختیار کي - عرصۂ دراز تک منیر الملک بہادر دیوان دکن کي صحبت میں عزت اوْر احترام کے ساتھ رھے - رفته رفته نواب ناصر الدوله بہادر والي دکن (سنه ۱۲۴۴ تا سنه ۱۲۷۳ ھ) کے دربار میں باریاب ھوکر مصاحب اوْر طبیب سرکار مقرر ھوے - سنه ۱۲۴۷ ہجري میں مدراس پہنچے اوْر یہاں مقیم ھوگئے - پھر سرکار انگریزي کے ایجنٹ کے میر منشي ھوے اوْر خوب شہرت پائي - ایک مرتبه اپنے محکمے کے لوگوں سے اَن بَن ھوگئي تو استعفاء دیا - مگر ان کي کاردانی اوْر حسن خدمات کي وجه سے منظور نه ھوا -

فن خطاطي میں وفا کو ید طولیٰ حاصل تھا - خوشنویس ہفت قلم کہلاتے تھے -

جب ایران میں تھے تو محمد کاظم واله اوْر فتح علي خان صبا ملک الشعراے ایران سے شاعري خصوصاً قصیده گوئي میں اصلاح لي - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۰ ہجري) نے بزم مشاعره بنام 'مشاعرۂ اعظم' ترتیب دي تو اُس کے رکن بھي رھے اوْر طرحي وغیر طرحي غزل خوب کہتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونه یه ھے :-

خورشید را به حسن تو سنجیده ایم صبح
دیدیم چوں ستارۂ مقرون آفتاب *

چو مرغے کز قفس بیند بحسرت آشیان خود
ز چاک سینه دارد دل نظر بر زلف جانانش *

ز وصل یار جدا اوفتاده مي گریم
سر نیاز به ہر در نہاده مي گریم *

ہر نکتۂ که بود نہاں در دلم ز عشق
یک یک سر شک بر رخ من جسته جسته گفت *

وفا کا سال انتقال معلوم نہوا - البته 'گلزار اعظم' کي تالیف کے وقت یعني سنه ۱۲۶۹ ہجري تک زنده تھے -

فصل پنجم

فارسي گو ہندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

قربي

قربي تخلص - سيد شاہ ابوالحسن نام - فرزند حضرت سيد عبد اللطيف نقوي قدس سرھما - بيجاپور مولد - سال ولادت سنہ ۱۱۱۷ ھ -

قربي چار سال کي عمر ميں اپنے والد ماجد کے ہمراہ سفر کے لئے نکلے - شانور ميں دو سال اؤر ارکاٹ ميں چھہ سال قيام رھا - پھر رونق افروز ويلور ھوے اؤر وھيں سکونت اختيار فرمائي -

فارسي کتابيں محمد حسين صاحب بيجاپوري سے، کتب تصوف مثلاً مخزن اسرار و مثنوي شريف محمد فخرالدين نايطي سے اؤر عربي صرف ونحو محمد ساقي صاحب سے پڑھيں - ذہن کي رسائي اؤر کثرت مطالعہ کي برکت سے تصوف کي معتبر کتب، مثلاً فتوح الغيب، فتوحات مکيہ اؤر فصوص الحکم وغيرہ پر قادر ھوگئے - عربي نثر نہايت فصاحت و بلاغت کے ساتھہ لکھتے تھے - اس پر آپ کے چند خطبات جمعہ شاہد ہيں - جناب مولانا باقر آگاہ نے اپني کتاب 'تحفۃ الاحسن في مناقب السيد ابي الحسن' ميں ان خطبوں کا ذکر آپ کے حالات وکرامات کے ضمن ميں کيا ھے - اس سے معلوم ہوتا ھے کہ آپ نے پہلے محمد فخرالدين نايطي کے ھاتھہ پر بيعت کي اؤر طريقۂ قادريہ ميں اُن ہي سے خرقۂ خلافت حاصل کيا - اس کے بعد تمام سلسلوں ميں سيد علي محمد قدس سرہ سے اجازت بيعت پائي - اس کے بعد جناب خواجہ رحمت اللہ رحمہ اللہ سے سلسلہ ھاے قادريہ و نقشبنديہ و چشتيہ و رفاعيہ کي اجازت بھي ملي - شيخ محمد مخدوم ساوي قدس سرہ سے بھي اذکار و اشغال کي اجازت تھي - مختصريہ ھے کہ آپ مرشد اؤر عارف کامل تھے - ہزاروں طالبان حق آپ کي ہدايت سے راہ مستقيم پر پہنچ گئے -

طبیعت خوب موزوں تھی - کبھی کبھی فارسی غزل ' قصیدہ اور
مثنوی کہتے تھے اور اُن میں حقایق و معارف کے مضامین باندھتے تھے -
ذیل کے اشعار تبرکاً درج ہیں :—

ای آہ برق سیرم بگذر زھرزہ گردی
از حالِ دل خبردہ یک بار جان مارا *
ز زلف او پس از چندیں شب تار
بدست خویش تارے دارم امشب *
قربی حشم آہ تو با نالہ رواں شد
رسم است کہ ہر قافلۂ بے جرسے نیست *
نیست فوّارہ ای پری پیکر
آب بر خاست بہر تعظیمت *

آپ سنہ ۱۱۸۳ ہجری میں بمقام ویلور واصل معبود ہوے اور وهیں
سپرد خاک کئے گئے - آپ کے مرید مولانا آگاہ نے ذیل کا قطعۂ تاریخ کہا :—

بوالحسن آنکہ از نم فیضش
چمن دیں چو باغ خلد شگفت *
قرطۂ گوش عرشیاں گردید
آں گہرھا کہ در معارف رفت *
با نہانش عیاں نکردہ ظہور
با عیانش نہاں نماند نہفت *
از پئے واردان مشہد غیب
خس و خاشاک غیر از دل رفت *
کرد زیں طاق تنگ عزم رحیل
تا شود پا جہاں مطلق جفت *
در حریم بقا بہ شاہد قدس
دوش بر دوش شاد و خنداں خفت *
بود جان جہاں ' ازیں معنی
از سفر کردنش جہاں آشفت *

فکر تاریخ رحلتش کردم
'غاب قطب البلاد' ہاتف گفت *
۱۱۸۴ ہجري

محفوظ

محفوظ تخلص - محمد محفوظ خاں نام - شہامت جنگ بہادر خطاب - فرزند دویم نواب سراج الدولہ انور الدین خاں بہادر شہید - گوپامئو (اودہ) مولد - سال ولادت معلوم نہ ہوا -

اپنے زمانے کے مشہور علما و فضلا سے فارسي اور عربي پڑھي - علوم عقلیہ و نقلیہ میں خاصي مہارت تھي - طالب علموں کو ہمیشہ اپنے خوان علم سے فیض یاب فرمایا کرتے تھے - بڑے متقي اور متشرع تھے - آپ کے وفور علم کا ایک قصہ مشہور ھے کہ ایک روز اورنگ آباد میں نواب آصف جاہ والي حیدر آباد (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجري) کے دربار میں علما حاضر تھے - مولوي قمر الدین المخاطب بہ سلطان العلماء صدر بھي موجود تھے - محمد محفوظ خاں بہادر مع اپنے والد کے حاضر تھے - اتفاقاً کسي مشکل فقہي مسئلے کے متعلق استفسار کیا گیا - تمام علما جواب شافي دینے سے قاصر رھے - آپ کے والد نے اپنے فرزند کے اصرار پر بندگان عالي کے حضور میں عرض کیا کہ اگر اجازت ھو تو فدوي زادہ اِس مسئلے پر کچھہ عرض کرے - سب کو حیرت ھوي کہ جب سب کے سب علما اس مسئلے میں عاجز رھے تو ایک طالب علم کیا کہہ سکےگا ؟ اجازت مل گئي تو محفوظ خاں نے بڑي صراحت کے ساتھہ تقریر کرکے مسئلے کو حل کر دیا - علما نے تعریف کي - نواب آصف جاہ نے محظوظ ھو کر فرمایا کہ 'اس وقت جو مانگو عطا کیا جائیگا' - محفوظ نے برجستہ عرض کیا کہ 'دیني خدمت کے مقابلے میں فدوي کو دنیوي فائدہ مدِ نظر نہیں ھے - مگر فرمان والا کي تعمیل بھي فدوي پر فرض ھے' لہذا استدعا ھے کہ فدوي کو سرکاري کتب خانے سے جو پسند کروں کتابیں عطا فرمادي جائیں' فوراً داروغۂ کتب خانہ کو حکم دیا گیا کہ محفوظ کو دو ہزار کتابیں ان کے پسند کي دے دي جائیں -

سنہ ۱۱۶۱ ہجري میں نواب انور الدین خان بہادر شہید ہوے تو آپ کے فرزند سویم نواب والاجاہ کو نواب ناصر جنگ والي دکن (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) خلف نواب آصف جاہ کي سرکار سے آبائي منصب ' جاگیر' خطاب اور ارکاٹ کي حکومت ملي - محفوظ اپنے بھائي نواب والاجاہ کے ہمراہ کرناٹک آئے اور مدراس میں سکونت اختیار کي - نواب موصوف نے آپ کو ترناولي کا ناظم مقرر فرمایا - برسوں اس خدمت پر مامور رھے -

نثر میں آپ کي یادگار ایک کتاب موسومۂ ' قرۃ العینین في فضائل رسول الثقلین ' ھے -

آپ کے اشعار میں سلاست اور لطافت ھوتي تھي ' جیسا کہ کلام ذیل سے معلوم ھوگا :—

کرد عکس رخ ملیح کسے
نمکے در شراب من امشب *
زینت ما از گداز دل بود مانند شمع
کز سر شک خویشتن عقد گہر پوشیم ما *
خسرو اقلیم عشقم ' افسرم از گل کنید
گوھر تا جم ز اشک دیدۂ بلبل کنید *
بر نتا بد دوش جانم خلعت زیبای زھد
تار و پود کسوت عشقم ' ز موج مل کنید *
ہزار شکر کہ در دل نشست ہمچو خدنگ
اگرچہ تیر نگاہ تو آسماني بود *
کنارہ گیر بہ پیري ز وصل مہ رویان
کہ پردہ دار حریفان شب جواني بود *

سنہ ۱۱۹۳ ہجري میں دارالبقا کا راستہ لیا - نواب والاجاہ نے آپ کي وصیت کے موافق آپ کي نعش حیدرآباد بھیج دي اور وھاں اپنے والد نواب انور الدین خاں شہید کے پہلو میں سپرد خاک کردئے گئے -

تجمّل

تجمّل تخلص - عظیم الدین خاں نام - لکھنو مولد - والد کا نام اوٗر سال ولادت معلوم نہوے -

اپنے وطن میں علم حاصل کیا - سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں مدراس آئے اوٗر علوم تفسیر و اصول فقہ و حدیث جناب ملک العلماء بحر العلوم علامہ عبد العلي قدس سرہ سے حاصل کئے - علم طب میں بھي اچھي دسترس رکھتے تھے - کچھہ دنوں حکومت کي طرف سے ترچناپلي کے علاقے میں مفتي بھي رھے -

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:—

بسکہ لبریز انا الحق بوُد اندیشۂ ما
خون منصور تراود ز رگ ریشۂ ما
دل تہ خاک مي تپد ہم نفساں خداي را
تا بہ مزارم آورید آں مہ دلرباي را *
بہ سبزۂ نقش رفتہ دل خدا حافظ
شب است تیرۂ و رہ تنگ و چاہ در پیش است *
خواہم کہ ساقي پیش من جام مئ ناب آوُرد
زآں پیش کین صبح اجل در دیدہ ام خواب آورد *

سنہ ۱۲۳۰ ہجري میں انتقال کیا - مصطفي علي خاں خوشدل نے (جن کا ذکر اس تذکرے میں ھے) 'تجمّل از جہاں رفت' تاریخ رحلت کہي - ۱۲۳۰ ہجري

جودت

جودت تخلص - غلام حسین نام - فرزند محمد یار خاں نایطي - مولد اوٗر سال ولادت معلوم نہوا - ترچناپلي میں سکونت پذیر تھے - کثر اساتذہ سے تحصیل علم کیا -

اخیر عمر میں اہل دنیا کے لباس کو ترک کرکے جاہ پرستوں کي صحبت سے کنارہ کش ھوگئے تھے - ذہن و ذکاوت میں مشہور تھے -

کلام کا نمونه یه هے :—

بسکه از نازک مزاجي بے دماغم کرده اند
مي برد از خویش موج چین پیشاني مرا *
گریه ام از دلم کدورت برد
آب پاشیدم و غبار نشست *
ناله ام فاخته سرو قبا پوش کسے
داغ دل آئینهٔ حسرت آغوش کسے *
جودت از شوخئ تقریر خجالت دارم
نکتهٔ یافته ام از لب خاموش کسے *

سنه ۱۲۳۳ هجري میں وفات پائي -

امین

امین تخلص - شیخ محمد امین نام - وطن اؤر سال ولادت معلوم نهوے -

مرزا بیدل کے شاگرد تھے - سنه ۱۱۲۱ هجري میں هندوستان سے ارکات پهنچے - راي دکني رام دیوان کي وساطت سے نواب سعادت الله خاں بهادر کي خدمت میں عزت باریابي حاصل هوي - نواب موصوف نے بڑے مشاهرے پر دار الانشا میں خدمت عطا فرمائي اؤر اپني مصاحبت کي بهي عزّت بخشي - امین کو راے دکني رام اؤر ان کے فرزند راے بدھ چند سے زیاده خلوص تها - حقیقت یه هے که امین نظم سے نثر اچهي لکهتے تهے - چنانچه فن انشا میں دو کتابیں ایک 'گلشن سعادت' اؤر دوسري 'مجمع الانشا' تالیف کیں - ایک دیوان بهي اپني یادگار چهوڑا -

چند اشعار یه هیں :—

اي امین بسکه گنه دوست برد رحمت دوست
گر ز عصیاں گزري عین گنا هست این جا *
نجابت هر کرا چوں مهر با رفعت قریں باشد
اگر بر چرخ چارم رفت چشمش بر زمیں باشد *

انوار

انوار تخلص - حافظ شاہ انوار الحق نقشبندی نام - فرزند نور الحق گوپاموی - گوپامؤ مولد - سال ولادت سنہ ۱۲۰۱ ہجری -

نواب والاجاہ' جنت آرام گاہ' فرماں روائے کرناٹک (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجری) کے بنی اعمام کی اولاد سے ہیں -

سنّ شعور کو پہنچنے کے بعد انوار علم سے منور ہوے اور مولوی شاہ عبد الرحمٰن خلیفۂ حضرت مرزا جان جاناں قدس اسرارہما سے خلافت پائی - ہمیشہ ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے - بارہا اپنے وطن سے مدراس تشریف لائے اور ہر مرتبہ عرصۂ دراز تک مقیم رہے -

طبیعت بہت موزوں تھی - شعر اچھے نکالتے تھے - یوں ہی ایک چھوٹا سا دیوان مرتب ہوگیا -

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

رفتم از خود بدوست پیوستم
مرگ یا بد کجا نشان مرا *
در شوق تو گہ نالہ کند گاہ خموشد
چوں ساعت مصنوع فرنگ است دل ما
بہ پیریم چو زلیخا رساندہ بود فراق
بہ مژدہاے وصال تو نوجواں کردند *
چو خورشید ہر چند باشی بہ پیشم
چہ سازم کہ من تاب دیدن ندارم *

فصل ششم

فارسي گو ہندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے۔

حاجي

حاجي تخلص - عبد الہادي نام - فرزند حکيم عبد الکريم خان نقوي - وطن اور سال ولادت معلوم نہوا -

حج سے مشرف ہونے کے بعد اپنا تخلص 'حاجي' رکھا - اس مبارک سفر سے واپس ہوکر مدراس پہنچے اور يہيں توطن اختيار کيا -

اِس سے زيادہ ان کے حالات کا پتا نہيں چلتا اور يہ بھي نہ معلوم ہو سکا کہ حج سے پہلے کيا تخلص تھا -

کلام کا نمونہ يہ ہے :-

لالہ ساں ہر دو بہم دوختہ خياط ازل
کسوت ماتمي و پيرہنِ شادي ما *

گرہِ کار فنا بود سر ہستي ما
حلّ ايں عُقدہ بجز ناخن شمشير نہ شد *

نہ پنداري بہ غفلت ہم ز کار خويش بيکارم
کہ من در عين مستي ہمچو چشم يار ہشيارم *

'نتايج الافکار' سے حاجي کي وفات کا سنہ ۱۲۰۰ ہجري معلوم ہوتا ہے -

گوہر

گوہر تخلص - محمد باقر خان نام - فرزند نور الدين علي خان - وطن اور سال پيدائش معلوم نہ ہوا - عمائد اہل نوائط ميں سے تھے - نواب والاجاہ فرماں روائے کرناتک (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کے دربار ميں ان کي بڑي آؤ بھگت ہوتي تھي - ايک دفعہ گوہر نے نواب موصوف کي خدمت ميں ايک قصيدہ پيش کيا اور اُس ميں جاگير

کي استدعا کي - فيّاض نواب نے از راہ قدر افزائي کاوري پاک کے علاقے میں ایک موضع عطا فرمایا -

نوّاب حیدر علي خاں فرماں روائے میسور کے زمانے میں گوھر نلور کي فوجداري پر مامور تھے - تھوڑي مُدّت بعد معزول ھوکر مدراس آئے -

اُن کے چند اشعار یہ ہیں :—

آشفتۂ جلوہ ات اداھا
سرگشتۂ قامتت بلاھا *

ہمیشہ زخم دلم لب بہ خندہ وادارد
کہ ناوک تو بہ دل الفت رسا دارد *

چہ طرفہ رسم در اقلیم بے نیازي ھاست
کہ شاہ بر در درویش التجا دارد *

آوارۂ عروج و نزولم براہ دوست
چوں گرد باد سر بہ ہوا سینہ بر زمیں *

معزولي کے بعد مدراس آنے کے چند ماہ کے اندر بقول 'تذکرۂ محبوب الزمن' سنہ ۱۲۰۰ ہجري میں انتقال کیا اور آقا مقیم کي مسجد واقع میلاپور کے احاطے میں دفن ھوے -

مہرباں

مہرباں تخلص - سید عبد القادر نام - فرزند مولوي سید محمد شریف المخاطب بہ شریف الدین خاں - اورنگ آباد مولد - سال ولادت میں اختلاف ھے - 'گلزار اعظم' میں سنہ ۱۱۴۳ ہجري لکھا ھے - مؤلف 'محبوب الزمن' لکھتے ہیں کہ "مہرباں کي ولادت سنہ ۱۱۵۱ ہجري میں ھوي - تاریخ ولادت 'ولادت عبد القادر مہرباں' ھے - بعض اصحاب نے جو سنہ ۱۱۴۳ ہجري لکھا ھے لا اصل ھے' کیونکہ خود مہرباں نے اپني تالیف میں سنہ ۱۱۵۱ ہجري بیان کیا ھے" -

ہمارے نزدیک 'محبوب الزمن' کا قول معتبر معلوم ھوتا ھے' کیونکہ اِن کے مندرجۂ بالا دلائل بہت قوي ہیں -

اپني والدۂ محترمه کے فیض سے سات سال کي عمر میں قرآن مجید ختم کیا اؤر نو برس کي عمر میں حفظ کرلیا - مولوي فخرالدین نایطي اؤر شیخ الاسلام خاں سے فارسي اؤر عربي پڑھي اؤر حدیث شریف میر غلام علي صاحب آزاد مرحوم سے -

پہلے اپنے ماموں مولوي فخرالدین کے ھاتھ پر بیعت کي اؤر خرقۂ خلافت پایا - اس کے بعد سید شاہ فخرالدین ترمذي اورنگ آبادي کي صحبت میں حقایق و معارف تصوف حاصل کئے - چنانچه تصوف میں سبحات - اصل الاصول - کحل الجواہر اؤر مفتاح المعارف آپ کي تصنیف ہیں - مدت العمر شریعت اؤر طریقت کي تعلیم دیتے رھے - آپ کے سیکڑوں مرید تھے - اپنے والد کے انتقال کے بعد روضۂ خلد آباد کے قاضي مقرر ھوے اؤر تین سال تک اس خدمت کے فرایض خوب ادا کئے - نواب والاجاہ فرماں رواے کرناٹک نے آپ کو مدراس بلالیا بڑي قدر و منزلت کي اؤر جاگیر بھي مرحمت فرمائي - دوران قیام مدراس میں آپ میلاپور میں سکونت پذیر رھے -

فن شعر میں آپ کو میر غلام علي آزاد سے تلمذ تھا - اُن ہي نے آپ کا تخلص مہربان قرار دیا - مگر اس سے آپ چنداں خوش نه تھے - آخر فخري تخلص اختیار کیا -

چند اشعار یه ہیں :-

خلل در فضل احمد کے ز تقدیم رسل آید
که موسم آخر ہنگام باراں است نیساں را *

در و دیوار فیض صبح را مانع نمي گردد
فروغ افتد بروں از پردہ نور حسن کامل را *

زیر گردوں گر یکے شاد است مي سوزد دگر
عید بلبل گشت صبح و مرگ شد پروانه را *

ہمدم دیرینه مي باشد موافق با مزاج
در سبوي کہنه طبعي آب مي ماند بجا *

معالج دل بیمار نرگس یار است
کجا امید شفا خود طبیب بیمار است *

قاصد از تفصیل پیغامش دل ما شاد کن
خندهٔ داری بلب چیزے مگر فرموده است *

باز گشت کفر و دیں آخر بسوي وحدت است
ہر دو دست آید بہم اما ظہور یک صداست *

مرد را باشد خطر چوں عزتش برتر شود
خالي از سفتن نباشد قطرہ چوں گوهر شود *

سنه ۱۲۰۳ ہجري میں آپ کا وصال هوا - مولانا آگاہ نے یه تاریخ رحلت کہي :-

فخري که در مشایخ دوراں عدیل او
ہرگز نکرد جلوہ در آئینهٔ شہود *

از سرد مہري تن افسردہ گشته تنگ
در سیر اوج جاں پر پرواز وا کشود *

بودم بفکر رحلت او کز صریر کلک
خورد ایں فغاں بگوش دلم "لا نظیر بود"
۱۲۰۳ ہجري

یکدل

یکدل تخلص - میر علي مرداں نام - فرزند سید محمد موسوي واله - حیدر آباد مولد - سال ولادت معلوم نہوا - فارسي اور عربي اپنے والد سے پڑھي - نوّاب حیدر علي خاں والي میسور کے عہد میں بالا گھات گئے - وهاں اُن کي خوب خاطر داشت هوي - وهیں ملازم ہو گئے - چونکه یکدل نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کے محل خاص کے عزیز تھے' اس لئے نواب موصوف نے ان کو پایاں گھات طلب فرماکر اپنے فرزند سیف الملک بہادر مختار کي معلمي کي خدمت عطا فرمائي -

بیکدل نے اپنے قصائد و غزلیات کا دیوان مرتب کیا - اُن کے کلام کا یہ نمونہ ہے :-

کے بہ مہد چشم آساید ز بے تابی ہجر
طفل اشکم از ازل با دامنم خو کردہ است *
گر خضر قصہ از سر زلف تو سر کند
تا روز حشر نیز بہ پایاں نمي رسد *
کے تواں دید بسوے دگرے کز ہجرش
موج اشکم شدہ زنجیر بہ پاے نگہم *

بیکدل نے سنہ ۱۲۰۲ ہجري میں وفات پائي -

خلوص

خلوص تخلص - سید محمد چشتي نام - فرزند خواجہ حسن چشتي - اودگیر مولد - سنہ ۱۱۸۲ ہجري سال ولادت - وطن میں اپنے والد ہي سے چند درسي کتابیں پڑہ کر مدراس پہنچے - باقي کتابیں جناب مولوي سید شاہ عبد القادر مہربان و فخري قدس سرہ کي خدمت میں ختم کیں - فن شعر میں بھي آپ ہي سے تلمذ تھا - عربي میں چونکہ کافي استعداد نہ تھي، میر آزاد بلگرامي کے چند قصائد پڑہ کر اُس زبان میں بھي نظم و نثر لکھنے کي قدرت پیدا کرلي - نہایت ذہین تھے - طبیعت میں بلا کي تیزي تھي -

ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے :-

من و صد آہ و افغاں و نے و صد بوسۂ لعلش
ہزاراں پیچ و تابم داد ایں قلیاں کشید تنہا *
بے لخت دل نگشت رواں سیل اشک من
افگندہ ام خلوص بہ دریا سفینۂ *
خواہم ہمہ تن محو سرا پاے تو باشم
چشمے شوم و وقف تماشاے تو باشم *

نمودی ذبح و شد سنجاف تو رنگیں ز خون من
ہمیں بود آرزوی دل کہ دامانِ تو نگذارم *
غمزہ ات با دل پر خوں سروکارے دارد
کے ہراساں است بلے مرد سپاہی از خوں *
آخر از سفلہ شود ہمت دونی ظاہر
خشک چوں گشت نمایاں است سیاہی از خوں *

'خلوص' ملک جہاں خاں (عرف دھونڈیہ) کے ہم عصر ہیں - انھوں نے محض اسلام کی حمایت کے خیال سے اپنے بڑے بھائی کے ساتھ سنہ ۱۲۱۵ ہجری میں شربت شہادت نوش کیا -

خرد

خرد تخلص - مکھن لال نام - راجہ مکھن لال بہادر خطاب - فرزند رائے دولت رام منشی - ونکٹ گری مولد - سنہ ۱۱۷۷ ھ سال ولادت -

سنّ شعور کو پہنچنے کے بعد اپنی شادی کی تقریب سے حیدرآباد گئے اور وہاں کے اساتذہ سے فارسی کی درسی کتابیں پڑھیں - سیاق ' ہیئت ' نجوم اور ہندسہ میں بھی لیاقت پیدا کی - وہیں خوش نویسی اور شاعری کی مشق کی - پھر حسب الطلب نواب امیر الامرا (فرزند دوم نواب والاجاہ جنت آرام گاہ) مدراس آئے اور نواب والاجاہ کے ملازمین کے زمرے میں داخل ہوے - شدہ شدہ رائے کا خطاب اور منشی گری کی خدمت پر فایز ہوے - نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجری) کے عہد میں راجہ بہادر کا خطاب ملا -

خرد نے ملک العلما مولانا عبد العلی اور مولوی شرف الملک بہادر رحمہما اللہ سے شرح ملا جامی تک پڑھی -

اشعار کا نمونہ یہ ہے :-

دو نیم کرد دل عاشقاں حیران را
نمود معجزۂ حسن آشکار انگشت *

حشر شورے است که از سینۂ نالاں برخاست
بحر موجے است که از دیدۂ گریاں برخاست *
گر سحر مست بگلشن گزري از سر ناز
گل ز حسرت بزمیں بر فگند ساغر ناز *
علم تعریف شد از گردش چشمت پیدا
فتنۂ دہر بود مشتق ازیں مصدر ناز *
خال ابروے تو در اوج بکیواں ماند
طرفه جاکرد به بیت شرف ایں اختر ناز *
زلف و ابرو و نگه تیر و کمند است و کماں
مي سزد مملکت حسن ترا قیصر ناز *

فن تاریخ گوئي میں مہارت تامه رکھتے تھے - چنانچه مسجد والاجاهي واقع ترملکھري مدراس کي بنا کي یه بے نظیر تاریخیں کہیں :—

امیر الهند والاجاه فرمود * بنا ایں مسجد فرخنده منظر
ز دل از بهر تاریخ بنایش * ندا آمد که "ذکر الله اکبر"
۱۲۰۹ هجری

ساخت طاعت گه اسلام شه دیں پرور
آنکه فرماں بر او ہست ز مه تا ماهي *
سال تاریخ بنایش بخرد هاتف گفت
نام فرخندۂ وي مسجد والاجاهي *
۱۰ ہجري ۱۲

خرد کے انتقال کا سال معلوم نہوا - اتنا تو یقین هے که آپ سنه ۱۲۱٦ ہجري تک زنده تھے' کیونکه اسي سال نواب عظیم الدوله بہادر مسند نشین هوے تھے اور اِن کے عہد میں 'خرد' کو راجه بہادر کا خطاب ملا هے -

آشکار

آشکار تخلص - محمد عبد الله خاں نام - قادر نواز خاں بہادر بہرام جنگ خطاب - فرزند قاضي شیخ محمد تلمساني - نجیب آباد ضلع بجنور واقع صوبۂ متحده آگره و اودھ مولد - سال تولد معلوم نہوا -

کم سنی ہی میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آگئے - یہاں کے اساتذہ سے درسی کتابیں پڑھیں - قسمت کی یاوری سے نواب والاجاہ جنت آرام گاہ فرماں روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوگئے اور خان بہادر خطاب پایا - نواب عمدۃ الامرا بہادر فرماں روائے کرناٹک (سنہ ١٢١٠ تا سنہ ١٢١٦ ہجری) کے عہد میں بہرام جنگ کا خطاب اور جاگیر مرحمت ہوی -

چونکہ طبیعت کو شاعری سے مناسبت تھی ' شعر خوب کہتے تھے - نمونۂ کلام یہ ہے :—

من شیفتۂ جذبۂ مستانۂ خویشم
چوں آئینہ حیران پری خانۂ خویشم *
دل باختگاں را خبر از ہر دو جہاں نیست
از بسکہ شدم محو تو دیوانۂ خویشم *
کے وارہم از قید محبت کہ چو مجنوں
خود جلوۂ لیلایم و دیوانۂ خویشم *
واعظ چہ دہی درد سرم این ہمہ از وعظ
خاموش کہ من گوش بر افسانۂ خویشم *
تا لمعۂ حُسنش ز دلم نور فشان است
شمع شب یلدایم و پروانۂ خویشم *

سنہ ١٢١٩ ہجری میں راہی ملک بقا ہوے -

طالب

طالب تخلص - شاہ وجیہ اللہ نام - فرزند محمد حبیب اللہ - عظیم آباد مولد - سال ولادت معلوم نہوا - ان کے والد بڑے تاجروں میں سے تھے - اُن ہی سے علم حاصل کیا - اس سے فارغ ہو کر حضرت شاہ منعم دہلوی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کی - والد کے انتقال کے بعد اپنا مال و اسباب اللہ کی راہ میں صرف کرکے حرمین شریفین جانے کے قصد سے مدراس آئے - کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ

بارہ برس تک یہیں قیام کرنا پڑا - پھر کہیں جاکر یہ سفر مبارک پیش آیا - حج و زیارت سے مشرف ہوکر ترچناپلي پہنچے - چند روز وهاں تهیر کر دوبارہ حجاز گئے اور وهیں سکونت گزیں ہوے - نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجری) نے آپ کو واپس بلاکر اپنے فرزند ارجمند نواب اعظم جاہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجری) کي تعلیم کے لئے مقرر فرمایا - آپ عالي فکر شاعر تھے جیسا کہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے :—

بیہودہ بہ سیر گل و گلزار مگر دید
در گلشن دل باغ و بہار است بہ بینید *
بے فائدہ در گلشن گیتي نبود ہیچ
ہر سبزہ دریں باغ بکار است بہ بینید *
دست از حنا مساز نگاریں نگار من !
آتش مزن بجان و دل بیقرار من *
بے اختیار مي کشدم دل بسوي تو
در عشق تو کجاست بہ کف اختیار من *

طالب نے سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں انتقال کیا -

اظفري

اظفري تخلص - محمد ظہیر الدین میرزا علي بخت نام - فرزند میرزا محمد ولي بیگ - دہلي مولد - سال ولادت معلوم نہوا - آپ کے والد شہنشاہ عالم گیر (سنہ ۱۰۶۹ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجري) کي پوتي عفت آرا بیگم کے پوتے تھے -

سنہ ۱۲۱۲ ہجري میں دہلي سے فایز مدراس ہوے اور یہیں سکونت اختیار کي - نواب عمدۃ الامراء بہادر اور نواب عظیم الدولہ بہادر، اظفري کي بڑي تعظیم کرتے تھے - جب کبھي دار الامارہ میں آتے تو دروازے تک استقبال کرتے تھے اور اپني مسند پر بٹھا کر خود ان کے پہلو میں بیٹھتے تھے -

اظفري علاوه فارسي و ريخته کے ترکي خوب جانتے تھے - فارسي اؤر ريخته دونوں میں شعر کہتے تھے -

(۱) لغات ترکي چغتائي (۲) محبوب القلوب اؤر تنگري تاري (ترکي اؤر ہندي لغت کا مجموعه) (۳) سانحات اظفري (۴) واقعات اظفري (۵) رسالۂ عروض و قافيه (۶) ديوان اشعار ہندي - آپ کي يادگار ہیں [1] -

اُن کے فارسي اشعار کا نمونه يه هے :—

اظفري نيست داغ سينۂ ما
اين چراغ است بر دفينۂ ما *

گربه عزم سفر آں يار ز جا بر خيزد
لشکر دل شد گاں ہم به قفا بر خيزد *

برقع از ماه رخ خويش ميفگن چندے
نيک داني که دراں فتنه چها بر خيزد *

شود خورشيد چوں طالع من ازروي تو انديشم
ہلالم گر نظر آيد ز ابروي تو انديشم *

اردو اشعار کا نمونه يه هے :—

شکر و حمد ايزدي آرايش عنواں هوا
نعت و وصف احمدي ديباچۂ ديواں هوا *

يه شاعر راست شاگرد خدا ہیں
کہا هے شعر میں راز نہاں کو *

تمہارا اظفري هے شعر کچھ بھي
زياده لن‌ترانی اب نه هانکو *

باغ کيا جس میں که برگ و ثمر و تاک نہيں
جس زمیں میں نہيں يه چھاؤں وهاں خاک نہيں *

مار کر قهر سے، کر لطف جلا ليتا هے
هے مسيحا بھي مرا يار وه سفاک نہيں *

---

[1] واقعات اظفری، اور دیوان اظفری مدراس یونیورسٹی کے ذریعه زیر طبع هین -

یارو هے اظفري اردو کي زباں کا وارث

اہل دہلي هے وہ باشندۂ مدراس نہیں *

اُس کي صورت کو دیکھکر بھولے

هاے ہم بھولے سر بسر بھولے *

منہہ کا میٹھا تھا پیٹ کا کھوٹا

جھوٹي میٹھي سي بات پر بھولے *

اس کے عشاق ھو گئے وحشي

سب یہ خانہ خراب گھر بھولے *

دیکھو اس میرے یار کو اوٗر وہ

مجھہ پہ کرتا نہیں نظر بھولے *

سوز شمع ہجر سے شب جل گئے

ڈھلتے ڈھلتے آنسو ہم خود ڈھل گئے *

کل کا وعدہ کیا رقیبوں سے کیا

کرتے آج آپس میں کُچھہ کل کل گئے *

شرط تھي مانوں گا جو مانگوگے تم

نام بوسہ سنتے ہي کچھہ ٹل گئے *

غنچۂ دل اظفري تقریب سیر

گلرخاں پامال کر مل دل گئے *

آئي یاد اوٗر نقد اشک امڈے چلے

ایسي ور خرچي نے گھر چوپٹ کیا *

کون کہتا هے کہ تو نے ہمیں ہٹ کر مارا

دل جھپٹ آنکھہ لڑا نظروں سے ڈٹ کر مارا *

فن کشتي میں تو کچھہ تم سے ہم اگلے نکلے

یار جي ہم نے ہي آخر تمھیں پٹ کر مارا *

اظفري نے سنہ ۱۲۴۵ ہجري میں ملک بقا کي راہ لي ۔

خوشدل

خوشدل تخلص - احمد مجتبی نام - مصطفی علی خان بہادر خطاب - گوپامؤ مولد - سنہ ۱۱۷۳ ہجری سال ولادت - آپ کا نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت ناصرالدین عبد اللہ بن خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما تک پہنچتا ھے - حضرت ناصرالدین عبد اللہ حضرت امام حسن علی جدہ و علیہ التحیۃ والثنا کے نواسے تھے -

خوشدل نے فارسی درسی کتابیں پڑھنے کے بعد مولوی رحیم الدین گوپاموی ' مولوی غلام طیب بہاری اؤر مولانا حیدر علی سندیلوی سے علوم عربی پڑھے - قرآن مجید بھی حفظ کیا - سید شاہ غلام پیر ابن سید شاہ یٰسین بلگرامی قدس اسرارھما سے بیعت کی اؤر آپ کے فرزند مولوی سید شاہ غلام نصیرالدین سعدی قدس سرہ سے خرقۂ خلافت پایا -

سنہ ۱۲۰۰ ہجری میں فایز مدراس ھوے اؤر نواب والاجاہ فرماں روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ھوگئے - نواب ممدوح نے مصطفی علی خاں بہادر خطاب دیا اؤر سرکاری مدرسہ واقع گوپامؤ میں مدرسی کی خدمت عطا فرماکر وھاں بھیجدیا - نواب موصوف کی زندگی تک خوشدل اُسی عہدے پر مامور رھے - نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روائے کرناٹک کی مسند نشینی کے بعد سنہ ۱۲۱۴ ہجری میں دوبارہ مدراس آئے - چند روز یہاں قیام کرکے گوپامؤ واپس چلے گئے - سنہ ۱۲۱۶ ہجری میں نواب موصوف کی رحلت کے بعد تیسری مرتبہ وارد مدراس ھوے اؤر سال بھر یہاں مقیم رھے - اِس اثنا میں اہل حکومت نے آپ کو ترچناپلی کے اطراف کا قاضی مقرر کردیا - چند سال کے بعد ممالک محروسۂ صوبۂ مدراس کے قاضی القضاۃ مقرر ھوے -

اُن کے اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

بوسم من بے برگ و نوا برگ حنا را
تا بوسہ بہ پیغام دہم آں کف پا را *

کردہ از خون جگر ناوک او را سیراب
اہل دل شاد نمایند دل مہماں را *
پردۂ عالم دریدي تا نمودي جلوۂ
حیرتے دارم٬ ہنوز از شرم مستوري چرا *
کشتي صبر عجب نیست کہ رو گر شکند
دیدۂ زار چو دریا بہ خروش است امشب *
دلم ز جور تو ترسان و دیدہ محو جمال
میان دیدہ و دل طرفہ ماجرا ہست *
خاکے شدم وگوشۂ داماں نگرفتم
ز اوارگیم گرد بیاباں گلہ دارد *

سنہ ۱۲۳۴ ہجري میں اس دار نا پایدار سے رخت اقامت اٹھا لیا - مسجد متیال پیٹ کے صحن میں سپرد خاک کئے گئے - آپ کے فرزند افضل العلماء مولوي ارتضا علي خاں بہادر نے والد ماجد کے انتقال کي تاریخ کہي " خوشدل مرحوم "
۱۲۳۴ ھ

فایق

فایق تخلص - سید خیر الدین نام - فرزند سید معصوم خاں امامي - اُدگیر مولد - سال ولادت سنہ ۱۱۸۸ ہجري " محمد خیر الدین خان فایق " تاریخ ولادت ھے - فارسي کتابیں اُدگیر میں پڑھنے کے بعد مدراس
۱۱۸۸ ھ
آئے - ملک العلما مولوي علاء الدین اور دوسرے عالموں سے عربي پڑھي -

سنہ ۱۲۳۲ ہجري میں حیدر آباد گئے - راجہ چندو لعل کے یہاں پانچ سو ماہوار پر مدرسي کي خدمت ملي - شاعري میں مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا - کلام کا نمونہ یہ ھے :—

الٰہي نغمہ سنجي بخش چوں بلبل زبانم را
برنگ گل بہار آرائے محفل کن بیانم را *
عجب نبود اگر فرزند بہتر از پدر باشد
کہ عطر صندل افزوں تر ز صندل مي دہد بو را *

فوج طفلان سرشک است روان از رہ چشم
مگر از سینہ بروں شد دل دیوانۂ ما *
موسم پیری من صبح امید است مرا
پنبۂ داغ گنہ موي سفید است مرا *
سیاہ رو شود آں کس کہ عیب بیں گردد
چو خامہ بر سخن ہیچ کس مدار انگشت *
سرخي چشم من از گریہ نباشد فایق
آفتابے ز نظر رفت و شفق باقي ماند *
ماجراے ابر دل زارم گذشت از آب اشک
مشت خاکے بود آں ہم رفت در سیلاب اشک *
من بے چارہ دریں راہ نیازے دارم
گر تو اے زاہد خودبیں بہ نماز آمدۂ *
مرحبا باد صبا بوے خوشے آوردي
مگر از ساحت گلزار حجاز آمدۂ *
سنہ ۱۲۶۲ ہجري میں دار فنا چھوڑکر دار بقا کا راستہ لیا۔

نامي

نامي تخلص۔ مولوي تراب علي نام۔ شیخ نصرت اللہ عباسي کے فرزند۔ خیر آباد (اودہ) مولد۔ سنہ ۱۱۹۱ ہجري سال ولادت۔

اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسي اؤر عربي علوم کي تحصیل کي۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد شاعري کي طرف توجہ کي اؤر مرزا قتیل سے تلمذ اختیار کیا۔ آخر تلاش معاش میں کلکتے گئے اؤر بہ تقریب ملازمت اہل فرنگ چند سال وہیں مقیم رہے۔ حسن اتفاق کہ سنہ ۱۲۲۵ ہجري میں ایک یوروپین افسر کي معیت میں ایران گئے اؤر اصفہان ، شیراز و عراق عرب کي سیر کرکے دو سال کے بعد کلکتے واپس آگئے۔ سفر ایران کے بعض حالات فارسي زبان میں بہ محاورۂ ایرانیاں لکھے۔ سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں ایسٹ انڈیا کمپني کے مدرسے میں

مدرّس هوکر مدراس آئے - بہت سے طالب علم آپ کے فیض تعلیم سے فارغ التحصیل ہوے - اِن میں سے بعضوں کو اضلاع میں مفتي اؤر قاضي کي خدمتیں ملیں -

آپ نے کئي تالیفات اپني یادگار چھوڑیں ' چنانچہ منطق میں در المنظوم اؤر نحو میں وسیط النحو- ان کے علاوہ منطق کي بعض کتابوں پر حواشي بھي لکھے ہیں -

آپ کے اشعار کا یہ نمونہ ھے :—

با دل بسمل چو دیدم ربط چسپاں آہ را
ساختم عنوان دیواں لفظ بسم الله را *
بسکہ مي ترسم از جدائي ھا
توبہ کردم ز آشنائي ھا *
ہر کس کہ سر زلف شما داشتہ باشد
بس سلسلہ ھا بر سرپا داشتہ باشد *
از من اي گل رو چہ پرسي باعث تاخیر اشک
خار مژگاں مي شود ہر لحظہ دامنگیر اشک *
من بہ دل جاے بت حور سرشتے دارم
بخدا طرفہ بہشتے و کنشتے دارم *
از بخت سیہ شکوہ ندارم کہ رسانید
زلف سیہ یار بدیں روز سیاہم *

سنہ ۱۲۴۱ ہجري میں حرمین شریفین زاد ھما الله شرفاً و تعظیما کي زیارت کے لئے روانہ ھوے- واپسي کے وقت راستے میں پیچش ھوگئي - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کي - سري رنگ پٹن میں بتاریخ ۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۴۴ ہجري وفات پائي - ٹیپو سلطان شہید کے گنبد کے چبوترے پر دفن ھوے -

شایق

شایق تخلص - غلام محي الدین نام - شایق علي خاں خطاب - فرزند شاہ احمد ابو تراب - شایق کے اسلاف کا وطن بیدر تھا ' لیکن آپ کے

جد امجد نے اُدگیر میں سکونت اختیار کرلي تھي۔ چنانچہ آپ سنہ ۱۲۰۳ ہجري میں اُدگیر ہي میں پیدا ہوے۔ آپ کے اجداد عالي خاندان تھے۔ ان کے نسب کا سلسلہ تین واسطوں سے جناب قدوۃ العلما زبدۃ الاولیا مولوي محمد حسین شہید المعروف بہ امام صاحب (قدس سرہ) تک منتہي ہوتا ھے۔

اس خاندان کے اکثر حضرات شراب معرفت کے متوالے تھے۔ چنانچہ حضرت قاضي محمود اور جناب مولانا حبیب اللہ کے فضائل و کرامات مشہور آفاق ہیں۔

شایق کم سني میں اپنے والد کے ہمراہ کچھ دنوں کالسٹري میں مقیم رھے۔ پھر مدراس پہنچے اور یہیں کے ہو رھے۔ عربي و فارسي درسي کتابیں اِس زمانے کے مشہور اساتذہ سے پڑھیں۔ اپنے حقیقي ماموں سید شاہ منصور قادري سے بیعت کي۔

سنہ ۱۲۲۰ ہجري میں اپني شادي کي تقریب سے اُدگیر گئے اور نواب اعظم جاہ نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجري) کي ریاست کے اخیر زمانے میں مدراس واپس آگئے، نواب موصوف کي سرکار میں ملازم ہوے اور شایق علي خاں خطاب پایا۔ پھر سرکاري مدرسے میں فارسي کے مدرس ہو گئے۔

فارسي اشعار کي اصلاح فایق اور والا سے لیتے تھے۔ ریختہ گوئي میں اظفري اور میر شاہ حسین حقیقت سے تلمذ تھا۔ نظم اس قدر جلد کہتے تھے کہ جس کو بدیہہ گوئي کہنا چاھئے۔ چنانچہ نواب اعظم جاہ بہادر کي فرمایش پر صرف تیرہ دن میں ۳۷ نعتیہ اور منقبتیہ غزلیں کہہ کر پیش کیں۔ نظم سے زیادہ نثر پر قدرت تھي۔ حسب ذیل کتابیں تصنیف کیں:—

(۱) مرج البحرین نعتیہ اور منقبتیہ غزلوں کا مجموعہ (۲) روضۃ قدسیاں در احوال بندگان دین (۳) مثنوي ہندي مسمّٰي بہ رشک بہشت (۴) دیوان فارسي و ہندي۔

اُن کے چند اشعار یہ ہیں :—

الہی رنگ روی گل رخاں دہ داستانم را
به رنگ کاکل مشکیں مسلسل کن بیانم را *
وقت پیری دل ز آہ سرد آخر وا شود
می کند فیض نسیم صبح خنداں غنچہ را *
عشق عاشق در دل معشوق آخر جا کند
گل گریباں چاک دارد از ولاے عندلیب *
طالعم برگشتہ از سوداے زلف طبر است
سطرها کے راست آید چوں کجی در مسطر است *
مگر ز خاک نشاں سوار میجوید
وگر نہ چیست زمیں کندن فرس بدو دست *
احساں غنیمت است دریں باغ برستم
حرفے کہ در شروع گلستاں است منت است *
قاتلم کاش رخ طفل سرشکم می دید
تا کہ در کشتن من پاس یتیماں می کرد *
در حیرتم ز خال رخ دلستان او
یا رب چساں به شعلہ قرار سپند شد *

سنہ ۱۲۴۹ ہجری میں اس دار فنا کو خیر باد کہا ۔ آپ کے چھوٹے بھائی مولوی واقف نے یہ قطعۂ تاریخ لکھا :—

بیدل عصر حضرت شایق * قدس اللہ سرہ السامی
کام دل جست چوں بقرب اللہ * کہ جہان است جاے نا کامی
ہاتفم سال رحلتش فرمود * "رفتہ ہیہات ہمدم جامی"
۱۲۴۹ ھ

مجرم

مجرم تخلص ۔ حضرت سید شاہ حسین قادری نام ۔ فرزند حضرت سید شاہ عبد القادر قادری ۔ بیجاپور وطن آبائی ۔ نلور مولد ۔ سال ولادت

سنه ۱۱۸۰ ہجري ۔ " ذي عشق " تاريخ ولادت ۔ آپ کا سلسلهٔ نسب
۱۱۸۰
والد ماجد کي طرف سے حضرت امام جعفر صادق رضي الله تعاليٰ عنه تک اۆر والدهٔ ماجده کي جانب سے حضرت سلطان الاوليا محبوب سبحاني غوث اعظم سيدنا سيد عبد القادر الحسني الحسيني جعفري الجيلاني رضي الله تعاليٰ عنه تک پهنچتا هے ۔ آپ کے جد امجد حضرت الحاج سيد حبيب الله قادري بيجاپور چهوڑ کر مدت تک حيدر آباد ميں اۆر چندے مچهلي بندر ميں سکونت پذير هوے ۔ پهر کرناٹک تشريف لاکر نلور ميں مقيم هوے ۔

حضرت ممدوح قدس سره جب سنّ شعور کو پهنچے تو عربي نحو ميں کافيه تک مطالعه کيا اۆر فارسي کتابيں اپنے چچا حضرت سيد ميراں قادري مرحوم قدس سره مدرس مدرسهٔ نلور سے پڑهيں ۔ اپنے بڑے بهائي حضرت مولوي سيد محمد قادري قدس سره سے بهي علمي استفاده فرمايا ۔ والد ماجد کے دست حق پرست پر بيعت کي اۆر خرقهٔ خلافت بهي آپ هي سے پايا ۔

سنه ۱۲۱۶ ہجري ميں تشريف فرماے مدراس هوے ۔ مسجد جامع ميلاپور کے قريب ايک مکان ليکر قيام فرمايا ۔ سنه ۱۲۲۵ ہجري ميں بالکل گوشه نشيني اختيار فرمائي ۔ بقية العمر کبهي مسجد کے دروازے سے باہر قدم نهيں نکالا ۔ ہميشه طالب علموں کي تعليم اۆر مريدوں کي ہدايت فرماتے رهے ۔ آپ کے مريدين و معتقدين کا حلقه نهايت وسيع تها ۔

آپ عاجز راقم (گوهر) کے پير و مرشد حضرت زبدة العارفين سراج السالکين مولانا الحاج مولوي سيد شاه حسين قادري الشطاري قدس سره العزيز کے حقيقي دادا اۆر دادا پير تهے ۔ آپ مدراس کے ممتاز مشايخ ميں شمار هوتے تهے ۔ آپ کا کچه کلام تيمناً ذيل ميں درج هے :—

رويد ہزار لاله ز سنگ مزار ما
تا سر زند نشاں ز دل داغ دار ما *

صد روضۂ بہشت بود فرش راہ او
مجرم مرو ز کوچۂ این گل عذار ما *
ساغر صہباے وحدت میدہد از شوق دل
مست ساقي مجرم سر کردۂ رندان ما *
پیرو روشن دلاں یابد طمانیت مدام
در پس آئینہ آرامے بود سیماب را *
چوں بامید قدومت زندہ در گوریم ما
زینہار از مشہد ما دامن خود را مکش *
ناز و کرشمۂ تو دل قدسیاں ربود
از ما بہ بُرد صبر وتحمل علي الخصوص *
سنہ ۱۲۵۰ ہجري میں وصال ہوا - کسي نے "نیا حسین کا غم" تاریخ کہي - ۱۲۵۰ ہجري

حسن

حسن تخلص - محمد علي حسن نام - فرزند شیخ نوازش علي - جونپور مولد - سال ولادت معلوم نہوا - ان کے جد اعلیٰ شاہ فتح اللہ انصاري ولد عبد اللہ انصاري تغلق شاہ بادشاہ دہلي کے عہد حکومت میں اپنے وطن سے فایز دہلي ہوے - کچھہ دن وھاں ٹھیر کر بہ طریق سیاحت جون پور گئے ' جو اُس زمانے میں شاھان شرقیہ کا دارالحکومت تھا - اُن کے اوصاف حمیدہ کي شہرت ھوي تو وھاں کے بادشاہ نے اُن سے جامع مسجد میں ملاقات کي اؤر جون پور کے پرگنۂ ماہل میں چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے - اُن ہي کي اولاد اس جاگیر میں سکونت پذیر ہوگئي - بعضوں نے معلمّي اختیار کي اؤر بعض شاھان دہلي کے یہاں اعلیٰ عہدوں پر فایز ھوے -

حسن نے کم سني میں وطن سے بنارس پہنچکر فارسي درسي کتابیں ملا محمد عمر (شاگرد سراج الدین علي خاں آرزو) اؤر شیخ علي

حریں سے پڑھیں - پچیس برس کے سن میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوکر ملک بنگالہ چلے گئے - وہاں چندے درس دیتے رہے - سنہ ۱۲۳۲ ہجري میں ارباب حکومت کي طلب پر مدراس آئے اور سرکار کمپني کے مدرسے میں مدرس مقرر ہوے - چند سال کے بعد صدر مفتي کے عہدے پر ترقي پائي -

آپ حلیم الطبع - کریم الاخلاق اور متواضع تھے - فارسي کي تمام کتابیں پڑھانے میں کامل دسترس رکھتے تھے - علم ریاضي میں آپ کي قابلیت بہت بڑھي ہوي تھي - یہ چند کتابیں آپ کي تالیفات میں سے ہیں :-

(۱) تبصرة الحکمت (طبیعیات و آلہیات میں) -

(۲) منتخب التحریر (علم ریاضي میں) -

علم تکسیر و جفر و رمل میں بھي چند رسالے ہیں -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :-

از بسکہ وحشي است دل بیقرار ما
رم مي کند ز سایۂ مردم غبار ما *

در بر نہال قامت او تا نشاندہ ایم
گل کرد صد بہار زباغ کنار ما *

بر روي زرد ماست عیاں اشک لالہ گوں
یک جا بہم شد است خزان و بہار ما *

دوش چوں بے رحمي ظالم دل من یاد کرد
من جدا فریاد کردم دل جدا فریاد کرد *

چشم تو دوست دارم اگر مي طپم بجاست
بیمار دار از غم بیمار مي طپد *

سنہ ۱۲۵۸ ہجري میں اس دار فاني سے ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگئے -

والا

والا تخلص ۔ سیّد ابو سعید نام ۔ سید ابو طیّب خاں خطاب ۔ فرزند سید ابو طیب خاں ۔ رحمت آباد مولد ۔ سنه ۱۱۹۰ ہجري سال ولادت ۔

والا کے دادا سید زین العابدین امامي نواب والاجاہ کے دیوان محمد عاصم خاں بہادر مبارز جنگ کے حقیقي چچا تھے ۔

والا عربي کي ابتدائي کتابیں اور فارسي کي درسي کتابیں اساتذۂ عصر سے پڑھکر مدراس پہنچے اور فن شاعري میں مولانا آگاہ کے شاگرد ہوے ۔ حضرت آگاہ ہي نے آپ کا تخلص والا مقرر کیا اور از راہ عنایت یہ شعر بھي موزوں فرمایا :—

حظ وافر ببر از سیر چو بلبل والا
اولیں جوش بہار است گلستان ترا *

استاد کے انتقال کے بعد آپ اپنے قریے کو گئے جو رحمت آباد کے قریب ھے ۔ ایک مدت وہاں ٹھیرے اور جناب مولوي شاہ رفیع الدین قندھاري دکني رحمۃ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کي ۔ سنه ۱۲۵۲ ہجري میں آپ کے چھوٹے فرزند نے انتقال کیا اور آپ کو اتنا صدمه ہوا که وطن کا قیام دوبھر ہوگیا ۔ آخر سفر کي ٹھاني اور دوبارہ مدراس آئے ۔ حافظ یار جنگ کي وساطت سے سرکاري ملازم ہوکر نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) کے استاد مقرر ہوے اور سید ابو طیب خان خطاب ملا ۔

آپ نے خطاطي اور تاریخ داني میں کمال حاصل کیا ۔ قادر الکلام اور پُر گو شعرا میں آپ کا شمار تھا ۔ دو مثنویاں ' بحر غم اور آیۂ رحمت اور ایک دیوان (مشتمل بر قصائد و غزلیات وغیرہ) آپ کے افکار آبدار کا نتیجه ھے ۔ نثار بھي اعلیٰ درجے کے تھے ۔ چنانچه حضرت خواجه رحمت اللہ قدس سرہ کے حالات میں ایک رساله بنام 'بحر رحمت' لکھا ۔

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

الهي ساز روشن چوں ید بیضا بیانم را
کلیم طور سینائے تجلي کن زبانم را *
سیه پوش است یا رب در غم تو حرف حرف من
کرامت کن اثر چوں بیت خود ہر بیت دیواں را *
اسیر عشق مژگانش شدم از شوق زلف او
بلے ہر خار صیاد است مرغ رشته بر پارا *
نرم خوئي سبب امن بود از ظالم
نه شود زخم نمایاں چوزني تیر در آب *
عالمے را مي تواں از خُلق خود تسخیر کرد
بوے گل زنجیر مي گردد به پاے عندلیب *
دلم ز راحت یاراں ہمیشه خورسند است
که ربط من به عزیزاں چو شاخ پیوند است *
اہل بصیرت از سخنے رنج مي برند
مو درمیان دیده کم از نوک خار نیست *
اشکم از شوق لبش قطره زناں مي آید
ہمچو طفلے که پئے قند دواں مي آید *
گشت حسن از پرده ظاہر' صورت جانا نه شد
عشق در جوش و خروش آمد دل دیوانه شد *
کامل شود چو مرد نگردد بخانه بند
آرد چو باز پر نشود آشیانه بند *
از بازي دغاے سپهر کمینه دوست
ہستم بساں مہرۂ ششدر بخانه بند *
جز سیاست نبود کار ریاست جاري
نشود خامه رواں تانزني آنرا قط *

آید بسائل از لب ممسک جواب خشک
از جیب خشک سال بر آید سحاب خشک *
عشق فایز کند آخر بحقیقت ز مجاز
میر سد شبنم افتادہ بمہر از بر گل *

والا نے صفر سنہ ۱۲۶۴ ہجري کو بعارضۂ فالج انتقال کیا - مسجد معمور واقع متیال پیٹ کے صحن میں اپنے چچا کے پہلو میں سپرد خاک ہوے - جناب خوشنود نے تاریخ رحلت " العاقبة للمتقین " کہي -
۱۲ ھ ۶۴

عاشق

عاشق تخلص - (مولوي) سید عبد الودود نقوي نام - چوکھریہ (من قصبات ضلع بردوان ، بنگالہ) مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

ان کے اجداد قصبہ کڑہ ضلع الہ آباد کے رہنے والے تھے - ان میں سے ایک صاحب وطن سے بردوان گئے اور وہیں مقیم ہوکر تعلیم و تدریس دین میں مشغول ہوے - ان کے اکثر اسلاف صاحبانِ فضل و کمال تھے اور اپنے خوان علم سے طلبہ کو نعمت علم عطا کرتے رہے - عاشق کے والد بھي کلکتہ کے مدرسۂ عالیہ میں مدرس تھے -

عاشق نے مولوي امین اللہ سے تمام درسي کتابیں پڑھیں - فارغ التعلیم ہوکر سنہ ۱۲۲۲ ہجري میں مدراس آئے اور ضلع گنٹور کے مفتي مقرر ہوے - پھر ترچناپلي کے علاقے میں قاضي کے عُہدے پر مامور ہوے - اس کے بعد صدر عدالت کے مفتي بنائے گئے - پچیس برس تک اس عہدۂ عالیہ کے فرایض انجام دینے کے بعد ضلع چنگل پیٹ میں صدر امین کئے گئے -

کلام کا نمونہ یہ ہے :-

آتش انتظار سوخت مرا
چہ بلاے است آشنائي ہا *

از مساس مصحف رویش گنه ننوشته اند

دست از جان شستہ در عشقش وضو داریم ما *

ازیں چیں ها کہ دارم بر جبیں وقت کہن سالي

بصد لب مي کنم تفسیر رنج ضعف پیري را *

نکند صبر ایں دل ناداں

کار با سخت جاہل افتاد است *

چوں سینۂ من کلبۂ اخگر شدہ از عشق

ہر ذرۂ آہم چو شرار است به بینید *

سخن را آب و تاب از اشک دل سوزے چناں دارم ۔

بگوش ہر کہ مي افتد کم از گوهر نمي دانند ۔

سنہ ۱۲۶۸ ہجري میں انتقال هوا ۔ شاہ راہ میلاپور میں دلیر جنگ بہادر کے مقبرے کے روبرو سپرد خاک کئے گئے ۔

خوشنود

خوشنود تخلص ۔ (مولوي) ارتضا علي نام ۔ ارتضا علي خان بہادر خطاب ۔ فرزند مولوي مصطفٰي علي خاں بہادر خوشدل ۔ قصبۂ گوپاموَ میں سنہ ۱۱۹۸ ہجري میں پیدا هوے ۔

پندرہ سال کي عمر میں اپنے والد سے فارسي کي چند کتابیں اور عربي میں کافیہ تک پڑھنے کے بعد لکھنؤ گئے اور بہ حیثیت طالب علم برسوں وهاں قیام پذیر رهے ۔ وهاں سے سندیلے پہنچے اور مولانا حیدر علي سندیلوي کي خدمت میں، جو مشہور علماء میں سے تھے، علوم معقول و منقول حاصل کئے پھر بلگرام میں سات سال تک مقیم رہ کر مولوي محمد ابراہیم ملیباري سے باقي کتابیں پڑھیں ۔ فارغ التحصیل هونے کے بعد جناب مولوي شاہ غلام نصیر الدین سعدي بلگرامي رحمہ اللہ سے بیعت کا شرف اور خرقۂ خلافت پایا ۔

سنہ ۱۲۲۵ ہجري کے شروع میں اپنے والد سے ملنے کے لئے مدراس آئے ۔ پانچ سال بعد نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا

سنہ ۱۲۳۴ ہجري) کي سرکار میں ملازم ھوے اؤر محکمۂ عالیہ کے مفتی مقرر ھوے - سنہ ۱۲۳۵ ہجري میں کسي وجہ سے مستعفي ھوگئے اؤر چندے متوکلانہ زندگي بسر کي - بعض اہل حکومت کي خواہش پر دوبارہ قاضي کا عہدہ قبول کیا اؤر چتور کے علاقے میں مقرر کئے گئے - کچھ دنوں بعد صدر مفتي ھوے - سنہ ۱۲۴۴ ہجري میں صوبۂ مدراس کے قاضي القضاۃ بنائے گئے -

چوبیس سال تک اپنے فرائض نہایت خوبي کے ساتھ انجام دینے کے بعد سنہ ۱۲۶۸ ہجري میں وظیفہ لے کر اپني خدمت سے سبک دوش ھوے اؤر مع اہل و عیال حرمین شریفین زاد ھما اللہ تعالي شرفاً و تعظیماً تشریف لے گئے -

نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) آپ کے شاگرد تھے - سیکڑوں طلبہ نے آپ کے خوان تعلیم سے بہرۂ وافي حاصل کیا - آپ نے بہت سي عربي کتابوں کي شرحیں اؤر حاشیے لکھے - اُن کے علاوہ ذیل کي کتابیں آپ کي تالیف ہیں :—

(۱) نقود الحساب (۲) فرائض ارتضیہ (۳) شرح فارسي قصیدہ بردہ (۴) تنبیہ الغفول في اثبات ایمان آباء الرسول (۵) شرح اسماء الحسنٰي عربي -

آپ کے فارسي کلام کا یہ رنگ ھے :—

چشم آھو با ہمہ شوخي شکار چشم تست
نرگس شہلابہ مستي شرمسار چشم تست *
کے نظر افتد براں گل چہرۂ نازک بدن
ہستي موھوم تو خوشنود خار چشم تست *
دانۂ سبحہ مگر داں زاہد
انما اللہ الہٌ واحد *
چہ بلا سوز درونم اثرے پیدا کرد
ریخت اشکے کہ ز چشمم شررے پیدا کرد *

شد چناں سینه مشبّک ز خدنگِ تو که دل
بهر نظاره زهر رخنه درے پیدا کرد *
تا تواز مي کده رفتي بهوايت ز حباب
مے به مينا همه تن چشم ترے پيدا کرد *
قصد صيد دل مابود که صياد ازل
چوں تو نازک بدنے خوش کمرے پيدا کرد *
نيست 'خوشنود' سزاوار ملامت ناصح
دل و جاں باخت بعشق و هنرے پيدا کرد *
خواهي که نماز عشق خواني
از خون دو ديده با وضو باش *
از خستهٔ خود ياد نياري عجب از تو
کشتي و بخاکش نه سپاري عجب از تو *
خوشنود از انجا بچه کار آمده بودي
مغفول دريں جا بچه کاري عجب از تو *
چرخ زن گرد نقطهٔ وحدت
همچو پرکار باش تا باشي *

رباعي

آدم آئينهٔ جمال تو بود * عالم همه مظهر کمال تو بود
آں کس که نکرد نفس خود را ادراک * کے محرم محفل وصال تو بود

خوشنود کا سال رحلت معلوم نهوا - اتنا پته چلتا هے که تذکرهٔ گلزار اعظم کي تاليف يعني سنه ۱۲۶۹ هجري تک زنده تهے -

شفيع

شفيع تخلص - مير محمد شفيع نام - فرزند مير عسکري باقري استر آبادي - نلور مولد - سنه ۱۲۲۸ هجري سال ولادت - سلطان ابوالحسن قطب شاه عرف تانا شاه والي حيدر آباد دکن (سنه ۱۰۸۳ تا سنه ۱۰۹۸ هجري) نے شفيع کے اجداد ميں سے ايک صاحب

میر حسن استر آبادي کي بڑي قدر افزائي فرمائي اؤر مضافات حیدر آباد میں مری کنڈہ کي جاگیر عطا کي - شفیع کے والد پہلے تو مچھلي بندر میں تجارت کرتے تھے - بعد کو ملازمت کي اؤر ضلع نلور کے ایک محکمے میں منشي مقرر ھوے -

شفیع نے ھوش سنبھالنے کے بعد اپنے والد اؤر دوسرے اساتذہ سے فارسي اؤر عربي پڑھي - نیز علم حساب میں بھي مہارت پیدا کي - عرصۂ دراز تک مختلف شہروں کي سیاحت کرتے رھے - باپ کے انتقال کے بعد اُن ھي کي خدمت پر مامور ھوے - پھر محکمۂ صدر امین نلور کے دیواني دفاتر کي سر رشتہ داري پر تقرر ھوا - زبان تلنگي وغیرہ سے بھي خوب واقف تھے اؤر بہت جلد ترجمہ کرتے تھے - فن شعر میں میر محمد حسن غریب اؤر میرزا عبد الباقي وفا سے تلمذ تھا - ہندي اؤر فارسي شعر کہتے تھے - مختلف فنون میں ان کي نظم و نثر موجود ھے - جس کا شمار ساتھ ہزار بیت سے زیادہ ھوتا ھے -

نمونۂ کلام فارسي یہ ھے :—

خال بر عین صنم بس بہ ہزار انداز است
الف کرد است نگر حسن الف قامت را *
مرد مک دست تہي شد ز در و لعل سرشک
لعل خنداں مددے ' گوھرے دنداں مددے *
نرگس و غنچہ و گل چشم و دھان و رخ تست
حاش للہ روم جانب بستانِ کسے *

شفیع کے انتقال کا سال معلوم نہوا - لیکن وہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف (سنہ ۱۲۶۹ ہجري) کے وقت تک زندہ تھے -

قدرت

قدرت تخلص - محمد قدرت اللہ نام - محمد قدرت اللہ خاں خطاب - فرزند محمد کامل - گوپامؤ مولد - سنہ ۱۱۹۹ ہجري سال ولادت -

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت قاسم بن محمد بن حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضي الله تعالي عنه تک پہنچتا ھے - یه حضرت قاسم وھي ہیں جو مدینۂ منورہ کے فقہاے سبعه میں سے تھے -

یه نہیں معلوم ھوسکا که قدرت کے اسلاف عرب سے ہند میں کس راسته سے آئے - بہر حال قنوج میں سکونت گزیں ھوے - ان میں سے ایک صاحب سلطنت غوریه کے اخیر زمانے میں گوپامؤ سے اُتھ آئے - وھاں کے حکام وقت نے ان کي صلاحیت اؤر امانت کا لحاظ کرکے ان کو نائب صدر مقرر کردیا - اس عہدے کي تنخواہ بہت معقول تھي - سلطنت تیموریه کے اختتام تک ان کي اولاد میں یه خدمت باقي اؤر تنخواہ برابر جاري رھي -

قدرت نے صرف و نحو عربي اؤر فارسي درسي کتابیں اساتذۂ وقت سے پڑھیں - سنه ۱۲۲۷ ہجري میں مدراس پہنچے - جناب ارتضا علي خان بہادر خوشنود سے علم فرایض و حساب پڑھا - نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۳۴ تا سنه ۱۲۴۱ ھ) کے دربار سے خان کا خطاب اؤر نواب عظیم الدوله بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا سنه ۱۲۳۴ ہجري) کے مقبرے کي تولیت مرحمت ھوي - جب نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) نے محفل مشاعرۂ اعظم قایم فرمائي ' اس کے دو حَکَمَ مقرر فرماے گئے - اُن میں ایک قدرت تھے - آپ زاہد شب زندہ دار اؤر عابد و پرھیز گار تھے -

ایک ضخیم دیوان اؤر ایک تذکرۂ شعراء مسمّٰي به ' نتایج الافکار ' یادگار چھوڑا - یه تذکرہ نواب کرناٹک کي طرف سے سرکاري مطبع میں طبع ھوا تھا -

اُن کا کچھ مُنتخب کلام یه ھے :-

چشمم نشود ملتفت غیر ز سویت
کز قبله نگرداند کسے قبله نما را *

از راستي تير، کماں راست نگردد
من چوں ز عصا راست کنم پشت دو تارا *
منزلت در دل و دل بستۂ زلف
زلف مشکن که شکست من و تست *
اشک من راز سینه افشا کرد
طفل ہرگز نه معتمد باشد *
برباد مکن وفاے دیریں
من خاک شدم غبار تا چند *

قدرت کي رحلت کا سال معلوم نہیں، مگر وہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف (سنه ۱۲۶۹ ہجري) کے وقت زندہ تھے -

مختار

مختار تخلص - باقر حسین نام - حسن علي خاں خطاب - فرزند حسن علي خاں - سریرنگ پٹن مولد - سنه ۱۲۱۰ ہجري سال ولادت -

پانچ سال کي عمر میں اپنے والد کے ہمراہ وارد محمد پور (ارکاٹ) ہوے - اساتذۂ عصر سے فارسي پڑھي - سنه ۱۲۳۰ ہجري میں مدراس آئے اؤر یہیں مقیم ہوگئے - نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۳۴ تا سنه ۱۲۴۱ ہجري) کے عہد ریاست میں 'حسن علي خاں' کا خطاب ملا - آخر عمر میں مجلس مشاعرۂ اعظم میں، جسکو نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نے قایم کیا تھا، داخل ہوے -

فارسي شعر کم اؤر ہندي شعر خصوصاً مرثیه اکثر کہتے تھے - کلام کا نمونه یه ہے :—

ہر که سازد سرکشي ہمچوں حباب شوخ چشم
زود بیند از ہواے خویش مدفن زیر پا *
عیش و نشاط اہل جہاں را ثبات نیست
چوں دامن بہار که آمد بدست و رفت *

ہمچو شمع محفل شب زندہ داراں طبع من
ہر زماں مختار روشن تر ز ترک خواب شد *
ہمچو پروانہ بر چراغ رخت
شمع فانوس آسماں سوزد *

مختار کي صحیح تاریخ وفات معلوم نہ هوي البتّہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف کے وقت زندہ تھے ۔

واقف

واقف تخلص ۔ میراں محي الدین قادري نام ۔ فرزند شاہ احمد ابو تراب قادري ۔ ادگیر مولد ۔ سنہ ۱۲۰۵ ہجري سال ولادت ۔

کم سني میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں مقیم ہوگئے ۔ مولانا باقر آگاہ اور مولوي غلام محي الدین معجز سے فارسي پڑھي ۔ عربي کي تحصیل ملک العلماء مولوي علاء الدین صاحب سے کي ۔ اپنے حقیقي ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت کي اور تمام سلسلوں میں خرقۂ خلافت پایا ۔ شاعري میں مولوي سید خیر الدین فایق سے تلمذ تھا ۔ بیعت ہونے سے پہلے بسمل تخلص کرتے تھے، مرشد کے حکم سے واقف تخلص اختیار کیا ۔ چنانچہ ایک اردو غزل کے مقطع میں کنایتاً اس کو یوں ظاہر کیا ھے :—

سرِّ مخفي سے انا الحق کے نہ تھا میں واقف
جب تلک شیخ مرا حضرت منصور نہ تھا *

مدراس میں 'شہر استاد' کہلاتے تھے ۔ نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) نے ایک مدرسہ مدراس میں قایم فرمایا تھا جس کا نام مدرسۂ اعظم رکھا ۔ نواب صاحب موصوف کے انتقال کے بعد اس مدرسے کو سرکار انگریزي نے اپنے اہتمام میں لے لیا ۔ مدرسہ ابتک حضرت اعظم کے نام مبارک سے منسوب چلا آتا ھے اور بدستور سرکاري انتظام ھے ۔ غرض واقف بھي اس مدرسہ کے مدرس مقرر کئے گئے ۔ اور محفل مشاعرۂ اعظم کے ایک حکم بھي تھے ۔

آپ کے کلام کا یہ رنگ ہے :—

از سر حرف انا الحق شد به دست من عصا
حضرت منصور واقف تا بود هادي مرا *
چوں مردمک ز ترک تردد تمام عمر
آسایشے به سایۂ مژگانم آرزو است *
بے سوز دل بنائے عمل استوار نیست
دیوار خشت خام گہے پایدار نیست *
بے مشقت نه فتد گوهر مقصود بکف
مدّتے سنگ پیٔ لعل جگر سوخته است *
خاموشي است موجب سرسبزي دروں
صد بار ایں سخن بلب خویش پسته گفت *
مرد میداں نه کشد منت کس را واقف
بہر آب است کجا تیغ به باراں محتاج *
ہزاراں حیله انگیزد برائے دادن نانے
مگر ہستم بخوانِ چرخ دوں نا خوانده مہمانے *

واقف ـ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف کے وقت تک زنده تھے ـ مگر اُن کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہوا ـ

فصل هفتم

وہ فارسي شعراء جو کرناٹک میں پیدا ہوے

ابجدي

ابجدي تخلص - میر اسمعیل خاں نام - فرزند سید شاہ میر - بیجاپور وطن اسلاف - چنگل پیٹ علاقۂ مدراس مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

ان کے والد ملا محمد ' مصنف تاریخ فرشتہ کے بہنوئي تھے -

ابجدي نے اپنے زمانے کے اساتذہ سے عربي اور فارسي پڑھي - تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کي خدمت میں باریاب ہوے - آپ نے اپنے فرزندوں یعني نواب عمدۃ الامراء بہادر اور نواب امیرالامراء بہادر کي تعلیم کے لئے ان کو مقرر فرمایا -

ابجدي کي طبیعت بہت موزوں واقع ہوي تھي - فارسي اور ہندي شعر کہتے تھے - آپ نے ایک دیوان اور پانچ مثنویاں تالیف کیں - نواب والاجاہ کے حکم سے مثنوي ' انور نامہ ' لکھي - نواب موصوف کو وہ مثنوي اتني پسند آئي کہ ابجدي کو چاندي میں تُلوا دیا - اس چاندي کي قیمت چھ ہزار سات سو روپیہ ہوي اور چند خلعت بھي مرحمت فرماے - سنہ ۱۱۸۱ ہجري میں ملک الشعراء کا خطاب بھي عطا فرمایا -

آپ کے کلام کا یہ نمونہ ہے :-

دستک بدر سینہ زند دل ز طپیدن
شاید کہ در آید بت سیمیں بدن ما *
از سبک روحي چو بوي گل جہانے سر کنیم
با قدم ہرگز نگردد آشنا رفتار ما *
توبہ امشب بہ بزم یار شکست
عہد در موسم بہار شکست *

خوش است سوي زنخدان او نظر لیکن
به پای خویش فتادن به چاه رسوائي است *
تا نه گردد دل دو پاره بر نیاید آرزو
دیده ام خورشید در چاک گریبان صباح *
برنگ شیشهٔ ساعت دلم را بادلش بستم
که راز هر یکے بر یک دگر پنهاں نمي ماند *
دل را به دام زلف گره گیر بسته اند
دیوانه را به حلقهٔ زنجیر بسته اند *
براے رفع گزند حوادث دوراں
شده است داغ دلم ابجدي مرا تعویذ *

ابجدي نے سنه ۱۱۹۳ ہجري میں قضا کي - جامع مسجد میلاپور کے صحن میں دفن هوے -

ذوقي

ذوقي تخلص - سید عبد اللطیف نام - غلام محي الدین عرف - فرزند حضرت سید شاہ ابو الحسن قربي قدس سرہ - بیجاپور وطن اسلاف - بیجاپور مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

اپنے والد ماجد سے ابتدائي فارسي کتابیں پڑھیں - پھر عظیم الدین داماد محمد جعفر طالب علم ویلوري سے صرف ونحو عربي اور علم معقول کے چند رسالے پڑھے - ذهن و ذکاوت خدا داد تهي - اتني هي تعلیم سے معقول و منقول کي مستند کتابوں کے مطالعه کي استعداد پیدا کرلي - حقایق و معارف کے علوم سے بهي خوب واقفیت بہم پہنچالي -

حضرت ذوقي کے مزاج میں بڑي بے تکلفي تهي - ظاہري لباس و آرایش کا خیال نه تها - امیروں اور تونگروں کي بالکل پروا نکرتے تهے - وقت آخر تک طالبان حق کي تعلیم اور راہ نمائي میں مصروف رهے -

آپ کو تصنیف و تالیف کي طرف توجه هوي تو علم فرائض - حساب - بیان - منطق - تصوف وغیرہ میں بہت سے رسائل لکھ ڈالے -

قصائد کے دو کثیر الحجم دیوان، غزلوں اور رباعیوں کا دیوان اور پانچ مثنویاں و مثنوی معجزۂ مصطفی آپ کے افکار آبدار کا نتیجہ ہیں - فصیح اللسان شاعر تھے - قدیم شعراء کی طرز پر کہتے تھے - آپ کی زود فکری غیر معمولی تھی - مولانا باقر آگاہ کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت ذوقی نے میرے رو برو سات سو شعر موزوں کئے اور فرمایا کہ بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ مجھے ایک دن میں ہزار ہزار شعر کہنے پڑے ہیں -

علاوہ ان مثنویوں کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، آپ نے ایک مثنوی بنام 'دُرّ بے بہا' تصنیف فرمائی - اس مثنوی میں اُس جنگ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو نواب عمدۃ الامراء بہادر اور تنجاوریوں میں ہوی تھی - اسی مثنوی کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، جن سے آپ کے کلام کا اندازہ ہو سکے گا:[1]

راندہ بارہ بسوی آں بارہ * آمد اندر خروش نقارہ
تیغ ہا درمیان تیرہ غبار * روز روشن نمود در شب تار
بارش گولہ از حضیض زمیں * ہمچو باراں ز اوج چرخ بریں
چرخ را چرخ سر در افگندہ * کرگس آسماں سر افگندہ
برگ بید اندراں سوادستم * خصم را گشتہ برگ راہ عدم
آشکارا شد از میانۂ فوج * شعلہ بر شعلہ موج اندر موج
توپ ہا دود بر سر آوردہ * و ز سراں دود ہا بر آوردہ
بسکہ پیکاں تیر دل می سُفت * الاماں الاماں اجل می گفت
ریکلہ فتنہ ہا بپا کردہ * کُلہ از فرق مہ جدا کردہ
تا برد چیرہ دستیش بعدو * خورد پستول داروی نیرو
رفتہ برباد فتنہ چوں پریاں * از زمیں بر فلک تجاوریاں

سنہ ۱۱۹۴ ہجری میں آپ کا وصال ہوا - قلعۂ ویلور کی خندق پر اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے -

آگاہ

آگاہ تخلص - محمد باقر نام (نایطی و شافعی) - فرزند محمد مرتضی المعروف بہ محمد صاحب - بیجاپور وطن اسلاف - ویلور مولد - سنہ ۱۱۵۸ ہجری سال ولادت -

وطن میں فارسی اور عربی کی چند کتابیں پڑھیں - پھر طلب علم کی غرض سے ترچناپلی گئے اور ذہانت خدا داد سے پندرہ سال کی عمر میں نظم و نثر لکھنے پر قادر ہوگئے - انیس سال کی عمر میں حضرت سید شاہ ابوالحسن قدس سرہ سے بیعت کی اور آپ ہی سے اشعار کی اصلاح لیتے رہے - نعت ومنقبت میں بہت سے قصائد و غزلیات اور مثنویاں لکھیں - اس وقت آپ نے اپنا کوئی تخلص قرار نہیں دیا تھا - پیر و مرشد کے انتقال کے بعد اپنے تمام اشعار غرق آب کردئے - شاعری سے کنارہ کش ہوگئے اور ترچناپلی سے چلے آئے - ایک دفعہ پھر ترچناپلی گئے اور نواب والاجاہ فرماں روای کرناٹک (سنہ ۱۱۸۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجری) نے بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ ملاقات کی اور اپنے دوسرے فرزند نواب امیرالامراء بہادر کا اتالیق مقرر کرکے دو سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ عطا کیا - کچھ روز بعد النور کی جاگیر' جس کی سالانہ آمدنی بارہ سو ہوں تھی' مرحمت فرمائی - جب نواب امیرالامرا بہادر مدراس آنے لگے تو آگاہ بھی ہم رکاب آگئے اور یہیں سکونت اختیار کی - مدراس پہنچ کر پھر شعر گوئی شروع کردی - نواب والاجاہ بہادر کے جو خطوط اہل حجاز کے نام جاتے تھے وہ سب آگاہ ہی لکھتے تھے - جب پہلا خط وہاں پہنچا' تو فصحاے وقت نے آپ کی انشا بہت پسند کرکے نواب والاجاہ کو محرر کی بہت تعریف لکھی - نواب صاحب اس سے ایسے خوش ہوے کہ اپنے فرزندوں نواب عمدۃ الامراء اور نواب امیرالامراء کو ایک سونے کے گہوارے کے ساتھ مولانا آگاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور دونوں صاحب زادوں سے کہا کہ مولوی صاحب کو اس میں بٹھلاکر جُھلائیں - مولانا نے بڑے اصرار کے بعد یہ تحفہ تو قبول فرمالیا مگر جُھلائے جانے سے انکار کردیا -

آپ کے بہت سے شاگرد تھے - ان میں سے نواب تاج الامراء بہادر ماجد فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر اور اعزالدین خاں نامی نے بڑی

شہرت پائي، جیسا کہ ان دونوں کے حالات سے ظاہر ہوگا، جو اس کتاب میں درج ہیں۔

عربي فارسي اور ہندي میں آپ کي بہت سي تصانیف موجود ہیں۔ ان کے اشعار کي تعداد پچاس ہزار سے بھي زیادہ ھے۔
آپ کے کلام کا یہ رنگ ھے :—

الٰہي مطلع صبح تجلي کن دل مارا
چمن زار گل وادي ایمن کن گل مارا *
غم فراق تو از بسکہ کاست جان مرا
عصا ز آہ بود جسم ناتوان مرا *
بستم بہ طرۂ تو دل زار خویش را
آخر فگندہ ام بہ سرت بار خویش را *
شگافے دردل از تیر نگاھے کردہ ام پیدا
بسوي آں وفا بیگانہ راھے کردہ ام پیدا *
ز رشک آں کہ ساغر از لبش خورشید تابان است
ہلال آسا کند قالب تہي ماہ تمام امشب *
برنگ غنچۂ شاخ بریدہ دل تنگم
کہ داغ آں گل رعنا بہ نو بہارم سوخت *
دور نبود شاخ رز گردد اگر مسواک شیخ
بسکہ در دورِ نگاہت مي کشي دارد رواج *
گر نمي داشت اثر جذب محبت آگاہ
شمع را بر سر پروانہ چرا گریاں کرد *

رباعي

ایراں بقیاس ہر سقیم الافکار
رجحاں دارد بہند جنت آثار *
نشنید کہ بر طبق احادیث آدم
در ہند فرود آمد و در ایران مار *

آگاہ سنہ ۱۲۲۰ ہجری میں جنت نصیب ہوے۔ میلاپور کے راستے میں ہاتھی گنڈی کے پاس سپرد خاک کئے گئے۔

معجز

معجز تخلص ۔ غلام محی الدین نام ۔ فرزند محمد ندیم اللہ نایطی ۔ اسلاف کا وطن پہلے مدینۂ منورہ تھا، پھر پانڈا پونڈا اور اس کے بعد بیجاپور تھا ۔ محمد پور (ارکاٹ) مولد ۔ سنہ ۱۱۷۳ ہجری سال ولادت ہے ۔

عربی میں قطبی اور میر تک اور فارسی درسی کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں ۔ سترہ برس کی عمر میں مدراس آئے اور اپنے بزرگوں کے قدیم تعارف کی وجہ سے محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ، برادر نواب والاجاہ فرمانروای کرناٹک، کے مورد عنایت و عاطفت ہوے ۔ نواب امیر الامراء بہادر فرزند دوم نواب والاجاہ بہادر نے اپنے فرزند نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجری) کی تعلیم ان کے سپرد کردی ۔ جب چند سال کے بعد نواب ممدوح کا انتقال ہوگیا تو نواب والاجاہ نے معجز کو اپنے ملازمین کے زمرے میں داخل فرمالیا اور اسی خدمت پر بحال رکھا اور اپنے فرزندوں اور دامادوں کو بھی بہ غرض تعلیم ان کے تفویض فرمایا ۔

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک نے اپنے عہد ریاست میں اپنے استاد کو مدارالمہام بنانا چاہا لیکن معجز نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ "میں غلام محی الدین ہوں کسی اور کی بندگی نہیں کرونگا" اس پر نواب نے ایک سو چالیس روپیہ کا منصب جاری فرما دیا اور اپنے فرزند اکبر نواب اعظم جاہ بہادر کی تعلیم آپ کے سپرد کردی ۔ نواب رحمت مآب اپنے استاد کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے اور مرتے دم تک خلوص کے ساتھ شاگردی کے حقوق بجا لاتے رہے ۔

شاعری میں آپ کو مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا ۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

کند بے بال و پر تیر فلک را ترک چشم او
بہ تیر غمزہ چوں پیوند سازد قوس ابرو را *

صد مے کدہ چوں وقف اياغ نگہ تست
یک دور کہ بے بادہ تباہ است دل ما *
عدم شخص خود نما شدن است
غنچہ را گل شدن فنا شدن است *
چشم عالي ہمتاں بالا نہ بيند از غرور
گرچہ اختر بر فلک باشد نگاہش بر زمیں است *
تکبير اولیں است سلام وداع خویش
عشاق چوں نماز محبت ادا کنند *
ز پا افتادہ را عالي مقاماں پایہ مي بخشند
کند بر عالم بالا بہ جذب خود سفر شبنم *

آخر عمر میں معجز تمام کاموں سے دست بردار ہوکر گوشہ نشیں ہوگئے تھے - سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں وفات پائي -

بیخود

بیخود تخلص - سید امین غوث نام - فرزند سید محي الدین بیجاپوري - محمد پور عرف ارکات مولد - سنہ ۱۲۱۰ ہجري سال ولادت -

کم سني میں مدراس پہنچے - فارسي کي کتابیں حضرت سید شاہ حسین صاحب قادري مجرم قدس سرہ اور مولوي قادر بخش صاحب سے پڑھیں - عربي میں میبذي تک ملک العلماء مولوي علاء الدین صاحب سے مستفیض ہوے - سنہ ۱۲۳۵ ہجري میں حیدر آباد چلے گئے اور راجہ چندو لال کے شعراء کے زمرے میں داخل ہوے - کچھ دنوں بعد دہلي کا رخ کیا - پھر ان کا پتہ نہ چلا کہ کیا ہوے -

بڑے آزاد منش آدمي تھے - بدیہ گوئي میں اپنے ہم عصر شعراء میں ممتاز سمجھے جاتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے :—

نیست در راہ طلب حاجت مشعل دگرم
ز آتش عشق سرا پاي من افروختہ است *

مصحف روي تو تفسير دگر مي خواهد
من چه گويم رخ زيباے تو ديدن دارد *
بديں اميد که روزے بدامن تو رسم
غبار وار بکويت بسے گزر کردم *

بيخود کے انتقال کا سال نه معلوم هوا - بهرحال يه ثابت هے که وه سنه ۱۲۳۵ ہجري تک بقيد حيات تهے - اس لئے که اِسي سن ميں حيدر آباد گئے تهے -

برهان

برهان تخلص - سيد برهان خاں هانڈي نام - فرزند سيد حسن هانڈي - بيجاپور وطن اسلاف - نتهر نگر (ترچناپلي) مولد - سال ولادت معلوم نهوا -

شرفاے اهل دکن ميں سے تهے - غلام حسين جودت کے فيض تعليم سے فارسي ميں اچهي استعداد حاصل کي - نظم و نثر کي اصلاح بهي ان ہي سے ليتے تهے - فن انشاپردازي ميں ان کي بڑي شهرت هوي - ابتدا ميں شرفاے اهل نوايط کے يهاں منشي گري کرتے تهے - پهر نواب والاجاه فرمانرواے کرناٹک کے فرزند حسام الملک بهادر کي سرکار ميں بمقام نتهر نگر ملازم هوے اور آپ کے حکم سے کتاب "تزک والاجاہي" تصنيف کي - چند روز کے بعد آپ کے همراه مدراس آئے اور يهيں سکونت اختيار کرلي - نعوهٔ حيدري ' انشاء برهاني ' منشآت بے نظير اور طوطي نامهٔ منظوم لکها -

کلام کا نمونه يه هے :—

فزود عزت عالي نژاد درپستي
دُرے است قطره که رفت از سحاب در ته آب *
تپ دل درهوايش شعله جوش است
تمنا ہرنفس محشر خروش است *

زدود عشق او ہرجا کہ داغ است
کدورت خانۂ جاں را چراغ است *
وای بر حال نارسائی ها
زیستن بے تو سخت دشوار است *
برهاں بصد ہزار پریشانی زماں
از دامن تو دور نشد گر غبار شد *

سنہ ۱۲۳۸ ہجری میں جادہ پیمائے ملک بقا ہوے ۔

رایق

رایق تخلص ۔ غلام علی موسی رضا نام ۔ حکیم باقر حسین خاں خطاب ۔ فرزند حکیم رکن الدین حسین خاں نایطی ۔ محمد پور (ارکاٹ) مولد ۔ سنہ ۱۱۸۰ ہجری سال ولادت ۔ تذکرۂ محبوب الزمن میں رایق کا مولد ادگیر بتلایا ھے اور سال وفات سنہ ۱۲۴۷ ہجری لکھا ھے ۔ گلزار اعظم نے ان کا مولد ارکاٹ اور سنہ ۱۲۴۸ ہجری سال وفات بتایا ھے ۔ چونکہ رایق کو دربار کرناٹک سے گہرا تعلق تھا اور صاحب گلزار اعظم وھیں کے فرمانروا تھے اس لئے اُن ہی کا بیان زیادہ قابل وثوق ھے ۔

نواب حیدر علی خاں فرماں روائے میسور کی معرکہ آرائی کے زمانے میں اُدگیر پہنچ کر وھاں کے جاگیردار سید عبد القادر خاں کے ملازم رھے ۔ اُس کے بعد مدراس آے ۔ مولانا باقر آگاہ کے فیض تعلیم سے فارسی نظم و نثر میں خاص مہارت پیدا کی ۔ فن طب میں بھی بڑی شہرت پائی ۔

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روای کرناٹک نے انھیں محمد پور میں منشی گری کی خدمت پر مامور فرمایا ۔ نواب موصوف کی وفات کے بعد رایق دوبارہ مدراس آئے اور نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجری) کے زمرۂ اطبا میں داخل ہوگئے اور نواب ممدوح نے حکیم باقر حسین خاں کا خطاب دیا ۔

اخیر زمانے میں نواب اعظم جاہ بہادر رضواں مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجري) کے مصاحبوں میں داخل ہوے -

شاعر ہونے کے علاوہ بہت بڑے ادیب و انشاپرداز بھي تھے - ایک تذکرہ گلدستۂ کرناٹک کے نام سے نہایت فصیح و بلیغ لکھا ھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

بیاقوت جگر کن دیدم اسم شاہ جیلاں را
به ایں اسم معظم تو اما دیدم چو ایماں را *

به راہ مرگ رفتن اغنیا را سخت دشوار است
که فر به کي به آساني نماید قطع منزل ها *

سر کرد در بساط زمیں بازي فلک
یکسر برات میر ز حکم غلام سوخت *

شعر نا خوبت کند رسواے عالم گوش دار
چوں پسر ابتر شود نفریں پدر را مي کنند *

ہر دم از سوداے عشق آں بت انور جبیں
ہمچو ہندو شمع مي مالد به خاکستر جبیں *

رایق نے بقول تذکرۂ اعظم سنہ ۱۲۴۸ ہجري میں قضا کي - جناب 'والا' نے اُن کي تاریخ رحلت حسب ذیل کہي ھے مگر اُس سے سنہ ۱۲۵۱ نکلتے ہیں :—

داروي اجل چو خورد رایق * با بدرقۂ گلاب ایماں
سالش ز سر بکا دلم گفت * حقا که ز دہر رفت لقماں

چونکه اس تاریخ میں "بکا" کے سر یعني ب کا تعمیه ھے ' اس لئے ب کے دو عدد مصرع تاریخ میں بڑھاے جائیں تو سنہ ۱۲۵۳ ہوتے ہیں - اس حساب سے تذکرۂ اعظم کے بیان اور قطعۂ تاریخ میں پانچ عدد کا فرق ھے -

بصارت

بصارت تخلص - غلام محي الدين نام - فرزند حکيم بديع الدين -
ارکاٹ مولد - سنہ ۱۱۹۷ سال ولادت - ان کے والد نواب کرناٹک کي
سرکار ميں ملازم تھے - مگر دادا حکيم محمود حسين اپنے وطن سے باہر
کہيں نہيں گئے - والد بہ ہمراہي نواب انورالدين خاں شہيد ارکاٹ پہنچے -
بصارت نے علوم صرف ونحو عربي اور طب نظري و عملي حکيم شفائي
خاں سے پڑھي - فارسي نظم و نثر کي اصلاح سيد منان حسيني بينا اور
دوسرے اساتذہ سے ليتے تھے - اپنے والد کے انتقال کے بعد ان ہي کي جگہ
سرکاري شفا خانے ميں بہ عہدۂ طبابت مامور ہوے - رنگين مزاج '
خوش تقرير اور چرب زبان تھے - اشعار کا يہ نمونہ ھے :—

گشت ويران دل من از ستم آہ و سرشک
خانۂ ہستي من کرد خراب آتش و آب *
آب گرديدہ ام از جوش گداز تب عشق
ہست بيرون درونم چو کباب آتش و آب *
مي کند صد جا توقف تا بہ چشمم مي رسد
شايد افتاد از تب دل آبلہ در پائے اشک *
لب تشنہ و تفسيدہ دھاں مردہ ام اي ابر
بر خاکم اگر اشک نہ باري عجب از تو *

سنہ ۱۲۶۴ ہجري ميں اس دار فاني سے عالم جاوداني کي طرف
سفر کيا - بينش نے جو شيعي تھے يہ تاريخي قطعہ کہا :—

دانشمندے نہاد چوں رو بعدم
نے نے کہ نجات يافت از بند الم *
تاريخ بحسب اعتقادش جستم
روحش گفتا : "غلام محي الدينم" *
۱۲۶۴ ھ

افسر

افسر تخلص - رضا حسین خاں نام - رضا حسین خاں بہادر خطاب - فرزند سعید حسین خاں جدي - ویلور مولد - سنه ۱۲۱۹ ہجري سال ولادت -

خطۂ کرناٹک کے سر بر آوردہ جاگیرداروں میں سے تھے - سترہ برس کي عمر میں مدراس آئے - فارسي کتابیں مولوي واقف اور عارف الدین خاں رونق سے اور عربي میں میبذي تک مولوي صادق نقشبندي اور افضل العلماء مولوي ارتضا علي خاں بہادر سے پڑھیں - فن شعر میں بھي واقف اور رونق کے شاگرد تھے -

منشآت افسري - تحفۃ الانشا اور مختصر سا دیوان اپني یادگار چھوڑي - طبیعت میں بلا کي تیزي تھي - اتنے زود فکر تھے کہ ایک ہي جلسے میں غزل بلکہ قصیدہ کہہ اٹھتے تھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

دلم آسودۂ زلف تو مزن شانہ دگر
خار در سینہ زند ہر سر دندانہ مرا *
بسکہ در شیشۂ دل عشق تو افسوں دارد
ایں پري خانہ بود کعبۂ و بتخانہ مرا *
جہاں پا مال عشقش حسن روز افزوں تماشا کن
بنازم دلبرے را ہردم اعجاز مبیں دارد *
گرفتارم بدست خیرۂ یعني دل شیدا
چگویم در بغل پیدا شد ایں دشمن خدا حافظ *
چو دیدم رنگ ھاي عالم افسر
دلے مي خواہم از ہستي رمیدہ *

آخر عمر میں امراض و افکار نے ان کے حواس مختل کردئے تھے - اگلي جودت و ذکاوت باقي نرھي تھي - سال وفات معلوم نہوا -

اتنا ضرور معلوم هے که سنه ۱۲۶۹ ہجری میں گلزار اعظم کی تالیف کے زمانے تک زندہ تھے -

تمنا

تمنا تخلص - سید محمد حسین نام - فرزند سید امام - وطن و مولد ترپاتور - سنه ۱۲۱۳ ہجری سال ولادت - اپنے والد کے انتقال کے بعد دس برس کی عمر میں چتور پہانچے - وهاں کچھ فارسی پڑهی - پهر مدراس آکر افضل العلماء مولوی ارتضا علی خاں بہادر سے عربی کی تکمیل کی -

سنه ۱۲۵۰ ہجری میں حافظ یار جنگ بہادر کی وساطت سے نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم هوے - چندے تاریخ والاجاہی کی تصنیف میں لگے رهے - سنه ۱۲۶۹ ہجری میں مدرسۂ اعظم کے فارسی مدرس مقرر هوے - شرح بوستان المعروف به عندلیب بوستان ' بدیع الصرف ' بدیع الانشا ' رسالۂ مناسک الحج موسوم به ذخیرة العقبیٰ فارسی میں اور رسالۂ زیارت مصطفی (صلی الله علیه و آله و صحبه و سلم) ہندی میں تمنا کی یادگار ہیں - شاعری میں جناب افضل العلماء موصوف سے تلمذ رکھتے تھے -

کلام کا نمونه یه هے :-

چشم ہر کس محو گلزار است و چشمم محو یار
ہر کسے مست شراب و من به ساقی پر خمار *
کشتۂ عشق تو گردید مباہی از خوں
بر سر خویش زده افسر شاہی از خوں *

تمنا کا سال وفات معلوم نہوا - سنه ۱۲۶۹ ہجری تک تو زنده رهے -

خالص

خالص تخلص - سید محمد نام - فرزند سید صفی الله قادری - اُدگیر وطن و مولد - سنه ۱۲۳۷ ہجری سال پیدایش - ان کے نسب کا

سلسلہ پندرہ واسطوں سے حضرت قطب ربّاني محبوب سبحاني سیدنا شیخ عبد القادر جیلاني رضي الله تعالی عنہ تک پہنچتا ھے - ممالک دکن میں ان کي خانداني شرافت مشہور ھے -

هوش سنبھالنے کے بعد خالص مدراس آئے اور یہاں مولوي شیریں سخن خاں راقم سے تمام درسي کتابیں پڑھیں - مشق سخن بھي اُن ہي سے کي - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۵۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) کي بزم مشاعرہ میں باریاب ھوے - نیز اس محفل کي منشي گري اور کتب خانۂ سرکاري کي مہتممي پر نام زد کئے گئے - فہم سلیم اور طبع رسا رکھتے تھے -

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

خم ز بار منّت عشقش بود گردن مرا
یک بدخشاں ریخت لعل از اشک در دامن مرا *
خلعت عرياني از شاہ جنونم حاصل است
نیست خالص ہمچو عیسی حاجت سوزن مرا *
ز شمع روشني گل کرد بر من ایں سخن خالص
تواں دریافتن نور دل از بیداري شب ها *
ریزد بجرم ہمسري مہ جبین من
جلاد آسمان شفق خون آفتاب *
در گریہ بوسۂ لب جانانم آرزو است
نوشیدن شراب بہ بارانم آرزو است *
جواں بہ مقصد خود میر سد ز صحبت پیر
رود ز فیض کماں بر سر نشانہ خدنگ *
ننگ مي داري ز آغوشم چرا اي شعلہ رو
ماہ را زیب دگر حاصل شود از ھالۂ *

خالص کے انتقال کا سال معلوم نہوا - سنہ ۱۲۶۹ ہجري تک وہ زندہ تھے -

منوّر

منور تخلص - سید معین الدین نام - منور رقم خاں خطاب - فرزند سید عبد القادر خوشنویس - چتور وطن و مولد - سنہ ۱۲۱۷ ہجری سال ولادت -

آپ کے والد سرکار کرناٹک میں ملازم تھے - منور کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں مقیم ہوگئے - عربی اور فارسی کی ضروری تعلیم پائی - فن خطاطی میں کمال پیدا کیا - سنہ ۱۲۴۰ ہجری میں نواب کرناٹک کے دربار میں دار الانشا کے منشی مقرر ہوے - اس کے بعد کچہری دیوانی مال کے منشی مقرر کئے گئے -

اس سے زیادہ آپ کا کوئی حال معلوم نہوا - آپ کے کلام کا یہ نمونہ ہے :—

بہ محفلے کہ رخش نور بخش انظار است
ہزار دیدہ چو آئینہ نقش دیوار است *
رو بروے جلوۂ رخسار آں خورشید رو
سر بسر آئینہ از خجلت در آب استادہ است *
مگر باشد ہواي شمع رویش در سرش ہردم
کہ آتش در جگر افتاد فانوس خیالي را *

سال وفات معلوم نہوا - تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف (سنہ ۱۲۶۹ ہجری) کے زمانے میں وہ زندہ تھے -

آگاہ

آگاہ تخلص - علي رضا خاں نام - ضیاء الدولہ خطاب - فرزند حسین دوست خاں بہادر شمس الدولہ عرف چندا صاحب - ارکاٹ مولد - سال ولادت معلوم نہوسکا - شرفاے اہل نوایط میں سے تھے - بڑے ذي مروت اور فیاض تھے - جب اپني ریاست میں خلل پڑا اور تمام کار و بار درہم ہوگیا تو میسور گئے - حیدر علي خاں والي میسور نے از راہ شرفا نوازي

بخشي گري کي خدمت عطا فرمائي ۔ مدت تک اسي عهدے پر سرفراز اور میسور ہي میں مقیم تھے ۔ ایک روز سواروں کا جایزہ لیتے ہوے ایک سوار سے کہا کہ "میں تجھکو یابو رکھنے کي اجازت نہیں دے سکتا" ۔ سوار نے برجستہ جواب دیا کہ "جب کوئي نواب اپنے رتبے سے گرکر بخشي هونا منظور کرلے تو کوئي سوار اگر گھوڑے کے عوض یابو رکھ لے تو اُس پر کیوں اعتراض کیا جا سکتا هے" یہ فقرہ سنکر ان کے دل پر سخت چوٹ لگي ۔ نوکري چھوڑکر مرهٹہ واڑي کي طرف چل دئے ۔ وهاں کے پیشواؤں میں سے بھاؤ نامي پیشوانے اُن کي مدد کي اور ان کي ضروریات کے موافق جاگیر دے دي ۔ زمانۂ دراز تک وهاں ایسے پَیر باندھ کر بیٹھے کہ مرکر ہي اُٹھے ۔

آگاہ کے یہ دو شعر بطور نمونہ حاضر ہیں :—

از دہر آنچہ حاصل اسباب کردہ ایم
قصرے بلند بر رہ سیلاب کردہ ایم *
بہ ہفتاد ودو ملت آشنا شد طبع آزادم
چراغم ۔ محفلم ۔ آئینہ ام حسن پري زادم *

آگاہ کا سال رحلت معلوم نہوا ۔

جوھر

جوهر تخلص ۔ قادر حسین نام ۔ فرزند شیخ داؤد جوهري ۔ ناگور شریف مولد ۔ سنہ ۱۲۳۳ ہجري سال ولادت هے ۔

آپ میاں محمد قاسم عمدۃ التجار ناگوري کے بھانجے تھے ۔ چھوٹي ہي عمر میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آگئے ۔ جب ہوش سنبھالا تو شہر کے اہل علم و فضل سے فارسي درسي کتابیں پڑھیں ۔ ان ہي حضرات سے مشق سخن بھي کي ۔ شیریں سخن خاں راقم نے جوهر آپ کا تخلص تجویز فرمایا ۔

درسي کتابیں خوب از بر تھیں ۔ جو کچھ اپنے استادوں سے سنا تھا' اسي طرح ان کتابوں کو اپنے شاگردوں کو پڑھاتے تھے ۔

نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک نے جو محفل مشاعرہ قایم فرمائي تھي، اُس میں اکثر جوھر بھي شامل ھوتے تھے - نواب ممدوح کي سرکار سے انھیں کچھہ تنخواہ بھي ملتي تھي -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

دل پُر جوش من دانست شرح جوھر فردش
چو آمد در نظر رنگ مسي بالاے آں لب ھا *

برد حسن عارض دلدار خط   شد کسوف آفتاب یار خط *

بود جنوں زدۂ شوق ابروي تو از اں
ز جوھر است بزنجیر آب دریم تیغ *

ہلال وار شدہ جسم جوھر دلریش
ز بسکہ خوردہ ز دست تو زخم پیہم تیغ *

جوھر کا سال وفات معلوم نہوا - مؤلف عاصي کي بسم اللہ خواني یعني سنہ ۱۲۱۲ ہجري تک بقید حیات تھے -

فصل هشتم

فارسي گو شعراء جو مدراس میں پیدا ہوے ۔

افصح

افصح تخلص ۔ حسین علي نام ۔ محمود علي خاں خطاب ۔ فرزند حاجي محمود علي خاں نایطي ۔ ان کا مولد مدراس ھے ۔ سال ولادت معلوم نه ھوسکا ۔

افصح کے حقیقي چچا حسین محمد خاں چودہري نواب والاجاہ بہادر فرماں رواي کرناٹک (سنه ۱۱۶۴ تا سنه ۱۲۱۰ ہجري) کے مدار المہام تھے ۔ افصح نے اساتذۂ وقت سے فیض تعلیم اٹھایا ۔

جب سنه ۱۲۱۰ ہجري میں نواب عمدة الامراء بہادر المتخلص به ممتاز فرماں رواي کرناٹک ھوے ' افصح نے حضرت ملک العلما بحر العلوم قدس سرہ کي وساطت سے نواب ممدوح کي خدمت میں باریاب ھوکر اردو زبان میں ایک قصیدہ پیش کیا جس کا یه مطلع ھے :—

ہر ذرۂ بے قدر کو خورشید بنانا
یه کام تو تیرا ہي ھے ممتاز زمانا *

اس کے صلے میں نواب موصوف نے افصح کو افصح الشعراء کا خطاب عطا فرمایا ۔ فن شعر میں مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا ۔ طبیعت میں تیزي ' شوخي اور ظرافت تھي ۔

کلام کا نمونه یه ھے :—

از قتل دشمنان علي برمدار دست
بہر حمایت تو رسد صد ہزار دست *

نیست سروے که لب جو پیدا ست
نخل آھے ز گلستان من است *

دلا از پر تو مہر علي خورشید گردیدم
بیک جام ولایش مرشد جمشید گردیدم *

محو رخار آں پري زادم
مثل آئينه حيرت ايجادم *
جان من عشق مرتضي دارد
محو او گشته حيدر آبادم *

انصم کي تاريخ وفات معلوم نه هوئي - سنه ۱۲۱۰ هجري ميں نواب عمدة الامراء بهادر کي مسند نشيني تک زنده تهے -

انور

انور تخلص - نورالدين محمد نام - نورالدين محمد خاں بهادر حشمت جنگ خطاب - فرزند ابو المعالي خاں گوپاموي - سنه ۱۱۷۰ ه سال ولادت -

آپ کے نانا نواب محمد محفوظ خاں بهادر شهامت جنگ نواب والاجاه فرماں رواے کرناٹک کے بڑے بهائي تهے - انور نے اپنے زمانے کے علماء سے عربي و فارسي کي ضروري درسي کتابيں پڑهيں - اس کے بعد نواب والاجاه جنت آرام گاه کے عهد ميں پهلے تنجاور کي خانساماني اور پهر نلور کي فوجداري پر مامور هوے - بعد کو ونکٹاچلم عامل نلور کے قتل کے جرم ميں چندرگيري کے قلعے ميں قيد هوے - قيد کے زمانے ميں چه مهينوں کي تهوڑي سي مدت ميں قرآن مجيد حفظ کرليا - نواب والاجاه بهادر کے حضور ميں اس واقعے کي اطلاع کے ساته معافي قصور کي عرضداشت پيش کي - اتفاق سے وه مهينا رمضان شريف کا تها - نواب صاحب نے حکم ديا که وه ختم شبينه سنائيں - انهوں نے تعميل حکم کي - نواب صاحب قرآن مجيد سنکر بهت خوش هوے اور انهيں دوباره نلور کي فوجداري مرحمت فرمائي اور پلنا ڈاورنگول کي فوجداري بهي اس کے ساته عطا فرمائي -

نواب عمدة الامراء بهادر فرماں رواي کرناٹک نے انور کو محمد پور عرف ارکاٹ کا نائب صوبه دار مقرر کيا اور حشمت جنگ کا خطاب بهي عطا هوا - ايک هي سال کے بعد معزول هوکر مدراس واپس آگئے -

انور شاعري ميں مولانا باقر آگاہ کے شاگرد تھے - طبیعت بہت موزوں تھي اور حق یہ ھے کہ خوب کہتے تھے -

نواب والاجاہ بہادر کي سترویں سالگرہ کے موقع پر انور نے یہ دو شعر مستزاد کے پیش کئے :-

از نقد بقاسـکہ عطا کرد ترا — رب الارباب
کردي ہفتاد صرف در راہ خدا — با صدق و صواب
از وعدۂ ایزدي کہ یک را بعوض — دہ مي بخشد
ہفصد حق تست بعد از ان لطف و عطا — و ھو الوھاب

دریا دل نکتہ رس نواب نے انور کا منہہ موتیوں سے بھردیا -

انور کبھي کبھي دل بھي تخلص کرتے تھے - یہ ان کے اشعار کا نمونہ ھے :-

طپیدن ھاے دل مي آرد از عشرت نوید اینجا
مگر قرباں شدن باشد مبارکباد عید اینجا *

تو در صد پردہ و من سوختم از پر تو حسنت
مگر آئینۂ آتش شد از عکس تو حائل ھا *

گفتمش کردي قرار وصل گیسو شاھد است
گفت این باور نمي آید کہ ہندو شاھد است *

طُرّہ اش امشب پریشانست اي دل نالۂ
لیلة القدر است اظہار تمنا کردن است *

گریہ ام چشم ترا جوش سرور افزاید
سیر در عالم مستي بلب آب خوش است *

صحبت ناراستاں نار است سازد مرد را
مي نماید چہرہ را مرآت نا ھموار کج *

مباد از نالہ ام چشمت شود بیدار مي ترسم
من از بیداریِ این فتنہ ھا بسیار مي ترسم *

سحر زمن گل و بلبل کند بگلشن مشق
یکے دریدن جیب و دگر کشیدن آہ *

انور نے سنہ ۱۲۱۲ ہجري میں راہ دار البقا اختیار کي - میلاپور کے راستے میں حضرت شیخ محمد مخدوم ساوي قدس سرہ کے گنبد کے پائیں سپرد خاک کئے گئے -

ماجد

ماجد تخلص - محمد علي حسین نام - تاج الامراء امیر الملک ذو الفقار الدولہ محمد علي حسین خاں بہادر ظفر جنگ خطاب - فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں رواي کرناٹک (سنہ ۱۲۱۰ تا سنہ ۱۲۱۶ ھ) مدراس مولد - سنہ ۱۱۹۸ ہجري سال ولادت ھے -

نو سال کي عمر میں قرآن مجید ختم کرکے فارسي کي چند رسمي کتابیں بھي پڑھ لیں - اسي میں کچھ شعر و شاعري کے طرف توجہ ھوگئي اور قصائد عرفي ' دیوان ناصر علي ' دیوان اسیر اور چند اساتذۂ قدیم کا کلام بغور مطالعہ فرمایا اور شعر کہنا شروع کردیا - یہاں تک کہ قریباً چار ہزار شعر کا ایک دیوان مرتب کرلیا - جب اس پر نظر کرنے بیٹھے تو کچھ سُقم نظر آئے - دوستوں کے مشورے اور ترغیب سے سارے دیوان کو غرقِ آب کردیا - اب اساتذۂ متاخرین کے دیوانوں اور تذکروں کا مطالعہ شروع کیا اور شعر میں اُن ہي کي تقلید کي - مولانا باقر آگاہ کو اپنا کلام دکھاتے اور اصلاح لیتے تھے - جب مشق سخن بڑھ گئي تو اپنے آپ سے اتنے مطمئن ھوے کہ بعض موقعوں پر استاد آگاہ کي اصلاح کو نا پسند کرکے اپنے ہي شعر کو بحالہ بحال رکھنے لگے - اس گستاخي کي اطلاع اُستاد کو پہنچي تو اُنھوں نے شاگرد کي اصلاح سے ھاتھ کھینچ لیا - نواب عمدۃ الامراء بہادر کو یہ کیفیت معلوم ھوي تو آپ بہ نفس نفیس صاحب زادے کو مولانا آگاہ کي خدمت میں لے گئے - اُن کي خطا معاف کرائي اور بدستور اصلاح جاري رکھنے پر اصرار کیا - مگر یا تو مولانا اپنے شاگرد سے صاف نہیں ھوے یا یہ امر واقعہ

تھا کہ آپ نے حضور نواب صاحب سے یہ عرض کیا کہ "صاحب زادے کو اب اصلاح کي ضرورت باقي نہيں رهي، ورنہ ضرور تعميل حکم کرتا"۔

اس واقعے کے بعد ماجد تبديل مذهب کرکے شيعہ هوگئے۔ یہ اؤر بهي سونے پر سہاگا هوا۔ کچھ اختلاف مذہب، کچھ اپني قابليت کا غرّہ تھا کہ مولانا آگاہ کي نسبت بے ادبانہ جو کچھ چاہتے کہہ بیٹھتے۔ اسي پر بس نہيں کیا بلکہ اُستاد کے ديوان پر جابجا اعتراضات کئے۔ ایک قول یہ بهي هے کہ یہ فعل اُن کے کسي مصاحب کا تھا۔ بہر حال جب اُس کي اطلاع مولانا کو پہنچي تو اُنہيں اتنا صدمہ هوا کہ ماجد کے حق میں بد دعا کي اؤر فرمایا کہ "دیکھہ لینا عنقریب علي حسين نوجواني ميں دنيا سے ناشاد و نامراد اٹھہ جائيگا"۔ چنانچہ یہي هوا کہ وہ عين عنفوان شباب ميں کہ اٹھارہ برس کے تھے رحلت کرگئے۔ اس کے علاوہ جب سنہ ۱۲۱۶ ہجري ميں نواب عمدة الامراء بہادر کا انتقال هوا تو سرکار انگریزي نے ماجد کو نواب نہيں بنایا اؤر خود براہ راست ملک کرناٹک کو اپنے قبضے ميں لے لیا اؤر نواب عمدة الامراء بہادر کے حقيقي بھتيجے نواب عظيم الدوله بہادر، (فرزند نواب امیر الامراء بہادر) کو محض اعزازي نواب بنا دیا۔

خاندان انوریہ ميں ماجد جيسا نازک خيال شاعر کوئي اؤر پيدا نہيں هوا۔ عجيب دماغ تھا۔ بلا کي طبیعت تھي۔ نامور شاعروں اؤر با کمال استادوں کے چاليس ديوان شروع سے آخر تک پڑھہ کر ان پر تنقید کي۔ کسي پر اعتراض کیا اؤر کسي کو اصلاح دي۔

قصائد کا ایک ديوان، غزليات کے دو ديوان اؤر ایک مثنوي ماجد کي بلند فکري اؤر علوے تخيل کي نشانياں ہيں۔ ان ميں کہيں ماجد تخلص کیا هے اؤر کہيں حسين۔

اُن کے کلام کا یہ نمونہ هے :—

اگر راحت طلب باشي اسير رنج خواهي شد
کہ خفتن برق باشد خرمن عيش زليخا را *

در فراقت راحتم با رنج مي گردد بدل
بے تو ام مانند چراغ خانه چشم شیر را *
نیست در دیوان سودا ہمچو من بیتے که یار
بر سرم زد نقطه هاے انتخاب از سنگ ها *
ماجد از کف ہیچگه مگذار دامان وطن
از شکستن دور باشد تا بود گوهر در آب *
نبود عجب اگر ز پدر خوب شد پسر
ماجد ز سنگ شیشه و آئینه بهتر است *
کس به تقلید چوں بزرگ شود
کوه تصویر را گرانی نیست *
جان من در طپش از درد دل زارے ہست
نیست آرام دراں خانه که بیمارے ہست *
محفل صاف دلاں نیست به ساماں محتاج
خانۂ آئینه نبود به چراغاں محتاج *
شبے که در کفم آں گیسوي زرافشاں بود
بکوچه هاے کف دست من چراغاں بود *
مسافران عدم را چه لذتے است بخواب
که ہر که چشم به پوشید گاه باز نکرد *
ز بس نازک دماغ است آں پري ' در محفل و صلش
به عرض حال چوں چشم بتاں گویاي خاموشم *
به پیشم آمدي وا کردم از خمیازه آغوشے
مکن ہرگز تغافل ایں اشارت را چو مي داني *

ماجد نے سنه ۱۲۱۶ ہجري میں وفات پائي - ' امیرالملک ماجد نو جواں رفت ' تاریخ وفات هوي -

مختار

مختار تخلص - محمد انور نام - سیف الملک انور الدوله محمد انور خاں بہادر حسام جنگ خطاب - فرزند سوم نواب والاجاه فرماں روائے کرناٹک - سنه ۱۱۶۶ سال پیدایش هے - آپ بہت بڑے شاه سوار تھے - عالي گوهر شاه عالم ثاني بادشاه دهلي نے آپ کو بذریعۂ فرمان منصب شش هزاري ذات و شش هزار سوار، خلعت ملبوسي خاص، جیغه و سر پیچ مرصع، ماهي و مراتب، پالکي جهالردار اوٚر خطابات مندرجۂ بالا سے سرفراز فرمایا تھا - سادات و فقرا سے آپ کو دلي عقیدت تھي اوٚر ان کي خدمت کو اپني سعادت و فلاح دارین کا باعث جانتے تھے -

آپ نے فارسي کي درسي کتابیں میر اسمعیل ابجدي اوٚر میر علي مردان یکدل سے پڑھي تھیں - بعد کو فن عروض و قافیه، علم عقاید و فقه اوٚر طب میں بھي استعداد پیدا کي - خوش نویس بھي بہت اچھے تھے - شاعري میں ابجدي سے تلمذ تھا - ایک چھوٹا سا دیوان اپني یادگار چھوڑا -

کلام کا یه رنگ هے :-

آئین دلبري نبود بے حجاب را
جز رنگ بوے نیست گل آفتاب را *

از بوالهوس محبت قلبي طمع مدار
نتواں گرفت از گل کاغذ گلاب را *

بسکه ضعف و ناتواني آشنایم گشته است
جاده از بے طاقتي زنجیر پایم گشته است *

بهر قطع آرزوهاے جهاں از خاطرم
جنبش مژگان جاناں کار صد شمشیر کرد *

به نیم غمزه تواني که قتل عام کني
نعوذ بالله اگر غمزه را تمام کني *

سنہ ۱۲۱۸ ہجري میں اس تنگناے عالم فاني سے فُسحت آباد عالم باقي کے طرف رحلت کي - نعش ترچناپلي بھیجي گئي اؤر نواب والاجاہ بہادر کے پائین دفن کي گئي -

اسد

اسد تخلص - اسد الدین نام - اسد الدین خاں بہادر خطاب - فرزند علاء الدین خطیب مسجد میلاپور - مدراس مولد - سنہ ۱۱۷۷ ہجري سال ولادت -

اسد کے نسب کا سلسلہ حضرت خواجہ عثمان ہاروني ' پیر و مرشد حضرت خواجۂ بزرگ خواجہ معین الدین چشتي اجمیري رضي اللہ تعالي عنہما تک پہنچتا ھے -

میر ابجدي سے عربي اؤر فارسي درسي کتابیں پڑھیں - پھر اؤر اساتذۂ عصر سے استفادہ کیا - اپنے زمانے کے فاضلوں میں شمار ھوتے تھے - اعلی درجے کے انشا پرداز تھے - فن خوش نویسي میں بھي کمال حاصل تھا -

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں رواے کرناٹک نے از راہ قدرداني اُن کو منشي گري کي خدمت مرحمت فرمائي - خان بہادر کا خطاب بھي دیا -

غزل ذیل اسد کے کلام کا نمونہ ھے :-

شمس یک قبۂ ایوان من است * ماہ یک شمع شبستان من است
صبح یک چاک گریبان من است * شام یک آہ پریشان من است
بسکہ از درد فراقش گریم * بحر یک قطرۂ طوفان من است
مہر با این ہمہ نور افشاني * پر تو ماہ درخشان من است
ہفت اوراق سپہر گرداں * فردے از دفتر عصیان من است
نیست بر چرخ برین ابر سیاہ * گرد افشاندۂ دامان من است
اے اسد عشق علي مي دارم * بس ہمین مایۂ ایمان من است

نواب عمدۃ الامراء بہادر کے انتقال کے بعد اسد بوجہ پیرانہ سري خانہ نشین ھوگئے - سنہ ۱۲۳۴ ہجري میں آسایش دوامي کے لئے دنیا سے بلالئے گئے -

(To be continued).

نامی

نامی تخلص: غلام اعزالدین نام۔ غلام اعزالدین خاں بہادر مستقیم جنگ خطاب فرزند حامد علی خاں گوپاموی۔ مدراس مولد ۱۱۸۱ھ ہجری سال ولادت (غلام علی) آپ کا تاریخی نام ہے۔

عربی میں قطبی اور میر تک اور فارسی تمام درسی کتابیں مختلف اساتذۂ عصر سے پڑھیں۔ فن شعر میں مولانا آگاہ سے تلمذ تھے۔ استاد کے بڑے منظور نظر تھے۔ عربی، فارسی اور ریختہ میں شعر کہتے تھے۔ چنانچہ مثنوی خسرو و شیریں اور مثنوی لیلیٰ و مجنون ریختہ میں آپ کی تصنیف ہیں۔ بعض بزرگان دین کے کشف و کرامات و حالات بھی نظم کئے۔ کبھی نامی اور کبھی مستقیم تخلص کرتے تھے۔ ہمیشہ مذاہب باطلہ کی تردید فرماتے رہتے تھے۔

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روائے کرناٹک کے زمانۂ دولت میں نامی کی قسمت ایسی چمکی کہ نواب بہادر نے ان کو ملک الشعراء کا خطاب مرحمت فرمایا۔

ان کے فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے:۔

بندۂ حسینیم و شد سرگشتگی عنوانِ ما　　کاکلِ خوباں بود بسم اللہ دیوانِ ما

مگر از کشتۂ آں غنچہ لب حرفے بہ لب دارد　　کہ خوں آلودہ دیدم ہمچو گل منقارِ بلبل را

نیست از جورِ عدو روشن ضمیراں خلل　　ایمن از آسیبِ گل گیر است شمعِ ماہتاب

بہ کاکلش نہ رسد زلفِ مہوشانِ دگر　　کہ ہر شبے نہ بود ہمسرِ شبِ معراج

گر نیست سیرِ لالہ رخاں در سرِ طاؤس　　پُر داغ چرا شد چو دلم پیکرِ طاؤس

چشمِ من دُر بہ یادِ رویش ریخت　　می تواں گفت، ہست دریا دل

زشورِ حشر تر ساند اگر زاہد نہ می رنجم — بہ عشقِ قندِ لعلش از مریدانِ شکر گنجم

نہ یابی حق بغیر از درد دل زیں سبحہ گردانی — بہ از صد دانہ باشد دانۂ اشکے اگر داری

بجز عشقش نہ دارد ایں دلِ دیوانہ تقصیرے — بغیر از زلف در پایش نہ باید کرد زنجیرے

نامی نے ۱۲۴۰ھ ہجری میں انتقال کیا۔

ناظر

ناظر تخلص، غلام عبدالقادر نام۔ قادر عظیم الدّین خاں بہادر خطاب۔ فرزندِ غلام محی الدّین معجز۔ مدراس مولد ۱۲۰۰ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

فارسی اپنے والد اور میر جعفر علی سے اور چند عربی کتابیں اپنے زمانے کے اساتذہ سے پڑھیں۔

نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک نے اپنے ابتدائی زمانے میں ناظر کو دربار کا منشی اور کتب خانۂ سرکاری کا داروغہ مقرر کیا اور قادر عظیم الدّین خاں بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا۔

جب نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب اپنے زمانۂ ریاست میں حضرت قادر ولی اور حضرت نتھر ولی قدّس اسرارہما کے مزارات کی زیارات کے لئے تشریف لے گئے تو ناظر کو بھی ساتھ لیا اور ان کو روزانہ حالاتِ سفر قلم بند کرنے پر متعین فرمایا۔ واپسی کے بعد ناظر نے یہ سفر نامہ بنام "بہارِ اعظم جاہی" مرتّب کرکے نواب ممدوح کی خدمت میں پیش کیا۔

اس سفر نامے کے علاوہ شرح بوستان مسمّیٰ بہ "گلدستان" شرح یوسف زلیخا مسمّیٰ بہ "روضۂ دل کشا" اور شرح سکندر نامہ بھی لکھی۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

تیرِ مژگاں راہدف کردی بہ من — حقِ ایں الطاف بر من مو بمو است

دیدۂ ناظرِ ما ابر صفت می گرید ۔۔۔ برق ساں می زند آں شوخ ستمگر چشمک

چوں گشت یارِ من بہ خطِ سبز جلوہ گر ۔۔۔ بر خطِ دل برانِ جہان خط کشیدہ ام

بستہ ام خاطرِ خود با زلفت ۔۔۔ مثل زنجیر مکن در بدرم

سنہ ۱۲۴۳ ہجری میں ناظر نے وفات پائی۔

بینش

بینش تخلص۔ سید مرتضیٰ نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۲۶ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کی تمام کتب متداولہ اور شرح ملا جامی تک عربی کتابیں اساتذۂ عصر سے پڑھیں۔ آپ کی ذہانت، خوش تقریری اور حاضر جوابی مشہور ہے۔ فن شعر میں اپنے بھائی ثاقب اور مولوی واقف کے شاگرد تھے۔

نواب غلام محمدؐ غوث خاں بہادر، نواب کرناٹک نے "مجلس مشاعرۂ اعظم" قائم فرمائی تو بینش حیدر آباد سے آکر میر مجلس کی اجازت سے اس میں شریک ہوئے۔ چند روز کے بعد نواب بہادر کی سرکار سے اُن کی کچھ تنخواہ بھی جاری ہوگئی۔

سنہ ۱۲۶۵ھ میں بینش نے نجفِ اشرف، کربلائے معلّٰی اور کاظمین شریفین کی زیارات کے ارادے سے نواب ممدوح الشان سے تین سال کی رخصت لی۔ مشاعرے میں آکر آئندہ نہ حاضر ہو سکنے کا معذرت نامہ ۱۹ اشعار کا پڑھا اور روانہ ہوگئے۔ اثنائے سفر میں سخت بیمار ہوئے۔ اللہ اللہ کرکے کربلائے معلّٰی پہنچے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی روح نے اس قفس عنصری کو چھوڑ دیا۔ خوش قسمت ایسے تھے کہ

روضۂ مقدّسہ کا صحن مدفن کے لئے نصیب ہوا۔ اور یوں اُن کے اِس شعر کا مضمون صادق آیا۔ جس کو وہ برسوں پہلے لکھ چکے تھے:

بینش بہ کربلاست بہ یادِ تو یا حسینؑ　　پابند گرچہ ہست بہ ہندوستاں ہنوز

یہ بیان تذکرۂ گلزار اعظم سے ماخوذ ہے۔ لیکن تذکرۂ محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "بینش ۱۲۶۵ھ میں مکۂ معظمہ گئے۔ حج و زیارت سے مشرّف ہوکر ایک سال بعد مدراس واپس آئے اور وطن میں انتقال کیا" یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ بینش نہ حرمین شریفین گئے نہ وہاں سے واپس آئے۔ بلکہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ وہ عراق گئے تھے اور کربلائے معلّٰی میں انتقال ہوا۔ بینش جناب نواب غلام محمدؐ غوث خاں بہادر کے درباری، ملازم اور مدراسی الاصل تھے۔ لہٰذا گلزار اعظم کا بیان زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔

بینش نے ایک تذکرہ بہ نام "اشارات بینش" لکھا تھا جو نوّاب موصوف کے سرکاری مطبع میں طبع ہوا ہے۔

کلام ملاحظہ ہو:

تیرِ تو گزشت از لبِ من، زخم عیاں نیست　　کشتی بہ ادائے کہ خبر نیست قضا را

ز مشرق تا بہ مغرب سیر دارم ہمچو کوکب　　نہ سازد راہ گم روشن دل از تاریکیٔ شب

آزادۂ ز بند تو در روزگار نیست　　عنقاست طائرے کہ بہ دامت شکار نیست

نہ بوَد حسن خدا داد بہ ساماں محتاج　　کے بہ آرائشِ ظاہر شدہ قرآں محتاج

صبر از دل، دل ز من، من از دیارم جُدا　　کس مبادا در جہاں چوں من پریشاں روزگار

در صنعت ذو بحرین و ذو قافیتین می فرماید:

سپرد شد از روئے تو بازارِ گل　　زرد شد از خوی تو رخسار گل

شمس تخلص. غلام عبدالقادر نام. شمس الدولہ. غلام عبدالقادر خاں بہادر اعتضاد جنگ خطاب. فرزند نوّاب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۳۱ھ سال ولادت ہے۔

آپ کو بہترین علمار عصر و فضلاء دہر سے تلمذ تھا۔ ظاہری وجاہت کے ساتھ حسنِ اخلاق سے بھی متّصف تھے۔ چہرے سے امارت کے آثار نمایاں اور بات چیت سے فراست کے اطوار عیاں تھے۔

ایک دفعہ بعض دوستوں کی ترغیب سے حیدر آباد گئے، مگر کچھ دن تکلیف اٹھاکر واپس چلے آئے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ایک مختصر سا دیوان اور (۱) انشارِ بہارِ اعظم (۲) انشائے شمسی آپ کی یادگار ہیں۔

کلام یہ ہے:

سیرِ سنبل نہ کند جمع دلم را ہرگز ۔۔۔ یادِ زلفِ تو مرا بس کہ پریشاں دارد

چو نبض آخر طبیبان راطپیدن می شود پیدا ۔۔۔ اگر بینند ایں حالِ پریشانے کہ من دارم

ہمچو سوداز دگان حرفِ پریشان گویم ۔۔۔ کردہ آشفتہ زبس کاکلِ پیچان کسے

نصیبِ کیست یا رب زاں حبتِ عیّار سرگوشی ۔۔۔ مگر آن حلقۂ گوشش کند با یار سرگوشی

دانم عنانِ صبرم یکسر رود زدستم ۔۔۔ ترکم نہادا کنوں پا در رکاب نیمے

سنہ ۱۲۶۶ھ میں داعی اجل کو لبّیک کہا۔ مسجد والاجاہی ترلکھیٹری مدراس کے صحن میں دفن ہوئے۔

علیم

علیم تخلص۔ محمد علیم اللہ نام۔ مفید الدولہ محمد علیم اللہ خان بہادر پیروز جنگ خطاب۔ فرزند نوّاب عظیم جاہ بہادر غفران مآب (اوّل پرنس آف آرکاٹ) مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۴۰ھ سال ولادت ہے۔

فارسی کی چند درسی کتابیں پڑھنے کے بعد ہی شعر گوی کی طرف طبیعت مائل ہوگئی۔ بینش سے تلمذ تھا۔ خط شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے۔

آپ کا کلام منتشر تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے علاتی بھائی۔ عمدۃ الدّولہ محمد نور اللہ خان بہادر جرأت جنگ نے مرتب کیا۔

نمونۂ کلام یہ ہے :۔

اگر طالع بود بیدار، غفلت کارہا دارد — کہ رہبر بہتر از خواب گران نبود زلیخا را

شوخیٔ آن مژۂ بے پروا — طائرِ شوقِ مرا بال و پر است

بردار دل ز ہر دو جہان بایگانہ بند — چون تیر از دو خانہ نظر بر نشانہ بند

گر تو می خواہی کنی سیرِ عدم — محو دیدارِ میانِ یار باش

داغ ہائے دلِ من گلزار است — در خزان طرفہ بہارے دارم
زشک گل رنگ ز چشم ریزد — در نظر لالہ عذارے دارم

رباعی در تاریخ جلوس نواب غلام محمد غوث خان بہادر المتخلص بہ اعظم نواب کرناٹک :۔

بنشست برادرنگِ شہ اعظم ما — فرخندہ شود از کرم رب مجید
تاریخ جلوس از سر آداب بدان — بر دوش ولایت قدم غوث سعید[1]
سنہ ۱۲۵۸ھ

---

[1] اس مصرعہ سے بہ طریقۂ ذیل تاریخ حاصل کی گئی ہے :
"دوش ولایت" = ۷۵۸
قدم غوث (لفظ ش) = ۵۰۰

سنہ ۱۲۶۶ھ میں انتقال کیا۔

حیران

حیران تخلص۔ محمدؐ محی الدین نام۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۱۰ ہجری سال ولادت ہے۔

حیران کے دادا فقیر محمدؐ کرنول کے باشندے اور نواب عمدۃ الامرا بہادر زمان روائے کرناٹک کے داروغۂ مطبخ تھے۔ عربی و فارسی کی استعداد بہت اچھی تھی۔ شاعری میں مستقیم جنگ بہادر نامی نیز بعض دیگر اہل زبان حضرات سے مستفیض ہوے۔ فارسی نحو اور محاورہ دانی میں انھیں کامل دستگاہ حاصل تھی چنانچہ اس فن میں آپ کی کتاب تحقیق القوانین اس کی زبردست شاہد ہے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ زبان اردو کے دقایق کی تنقیح اور علم موسیقی میں ید طولے رکھتے تھے۔

ابتدا میں انگریزوں کے منشی تھے۔ اسی تقریب سے مختلف شہروں کی سیر کی چند روز حیدرآباد میں بھی قیام رہا۔ آخر مدراس واپس آئے۔

سنہ ۱۲۵۵ ہجری میں حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی زیارت سے مشرف ہو کر وطن واپس ہوئے۔

کلام یہ ہے:

محوِ دیدن دیدہ ام چون دیدۂ تصویر شد　　اشتیاقِ دیدنت از بسکہ دامن گیر شد

کجاست بے تو قرارے بہ جانِ محزونم　　کہ یادِ لیلی زلفِ تو کرد مجنونم

ز آسایشِ عمر بیگانہ گشتہ　　ہر آں کس کہ شد آشنائے جوانی

گریزانم از اختلاطِ عزیزاں　　کشیدم ز بس رنج ہائے جدائی

سنہ ۱۲۶۷ ہجری میں وفات پائی۔

احقر

احقر تخلص۔ سیّد نظام الدین نام۔ فرزند سیّد عبد القادر خوش نویس۔ مدراس مولد اور سنہ ۱۲۰۰ ہجری سال ولادت ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں مولانا باقر آگاہ، معجز، مستقیم جنگ نامی اور اظفری جیسے نامور اساتذہ سے پڑھیں۔[1] فن شعر میں بھی ان ہی حضرات سے استفادہ کیا۔ خوش نویسی اور نقاشی کا فن اپنے والد سے حاصل کیا۔

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ھ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجری) نے از راہ قدردانی احقر کو محکمۂ عالیہ کی میر منشی گری عطا فرمائی اور اپنے خلف اکبر نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کی مصاحبت پر بھی سرفراز فرمایا۔ بعض حاسدوں کی شرارت و پرخاش سے مجبور ہو کر سنہ ۱۲۲۴ ہجری میں اپنی خدمتوں سے مستعفی ہو کر ملیبار چلے گئے۔ وہاں راجہ رام راج بہادر شمشیر جنگ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور میر منشی بنا دیا۔ اس تقریب سے وہیں سکونت اختیار کرلی۔

فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ ایک چھوٹا سا دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ اس کے علاوہ فن انشاء میں ایک رسالہ بنام نظام الانشاد لکھا تھا۔

ان کی شاعری کا نمونہ یہ ہے:۔

میل تقوے کے شود ناصح منِ مستانہ را　　خوشۂ انگور دانم سبحۂ صد دانہ را

در شگفتن شد برنگِ گل دلِ ما چاک چاک　　با بہار آمد خزاں ہیہات در بستانِ ما

دلِ او سنگ و منم پنبہ و عشقش فولاد　　چوں دریں وقت بود فرصتِ تدبیر مرا

---

[1] ان سب حضرات کا ذکر خیر اس تذکرے میں موجود ہے۔

مے پرستی زازل شغل دوام است مرا   سرنوشتم بہ حقیقت خط جام است مرا

محتاج ناتواناں زور آوران دہراند   تیرے رواں نہ گردد تا چلّہ باکماں نیست

رباعی

آحقر زجہاں وفا نہ جوئیم بجا است   دست از ہوس وطمع نہ شوئیم خطا است
ایں ہستی ماراکہ چو نقش است برآب   گر ہم نفس حباب گوئیم رواست

آحقر کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہوا۔ مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک بقید حیات تھے۔

احمدی

احمدی تخلّص۔ غلام احمدی نام۔ منشی احمدی عرف۔ فرزند اسد الدّین خاں بہادر اسدؔ۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۱۵ ہجری سالِ پیدائش ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں اپنے والد نیز میر قطب الحسینی اور مولوی واقفؔ سے پڑھیں۔ اُن کی ذہانت اُس واقعے سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک روز وہ زمانۂ طالب علمی میں اپنے والد سے خاقانی کی مثنوی تحفۃ العراقین پڑھ رہے تھے کہ نواب فخرالامراء اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک کے عقد کی خبر سُنی۔ احمدی نے با دنیٰ تامل کہا کہ "نکاحِ فخر الامراء" اس عقد کی تاریخ ہے۔ حاضرین سُن کر دنگ رہ گئے اور احمدی کی بہت تعریف کی۔ ۱۲۳۲ھ

شروع میں "اہل بقایائے کرناٹک" کی کچہری میں وقائع نگاری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ پھر مدّتوں قوی جنگ بہادر (جو نواب کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے) کی وکالت کرتے رہے۔

سنہ ۱۲۶۲ ہجری میں مجلس مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوئے۔ اور نواب اعظم کی سرکار میں ملازم رہے۔

احمدی نے فارسی اور ہندی کا ایک دیوان مرتب کیا تھا۔
اس کے علاوہ مثنوی بحر غم مصنفۂ جناب ابو طیب خان والا کا ترجمہ بنام "غم نامہ" اردو میں کیا تھا۔
کلام ملاحظہ ہو:

در باغ تماشائے تو تخم دلم افتاد   من چشم بہ راہم کہ چہ آخر ثمر آرد

بغیر سرزنش از سخت دل نہ یابی زر   شرر چگونہ بر آید بجز شکستن سنگ

از تمنائے وصالش داغ حسرت رو نمود   بر در دیر و حرم پیشانیٔ خود سودہ ام

احمدی کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ البتّہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک زندہ تھے۔

اظہر

اظہر تخلص۔ عبد القادر نام۔ فرزند منشی غلام حسین خان۔ مدراس مولد سنہ ۱۲۰۳ھ سال ولادت ہے۔

فارسی میں اپنے والد تیز خان عالم خان بہادر فاروق اور مولوی غلام محمد مفتی مچھلی بندر کے شاگرد تھے۔ عربی صرف و نحو کچھ تو ان ہی صاحبوں سے اور کچھ مولوی قادر بخش صاحب سے پڑھی۔

مولوی شجاع الدین حسین صاحب کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔

یوروپین سرداروں کے پڑھانے پر بمشاہرۂ پندرہ ہون (ساڑھے باون روپیہ) ماہوار پر ملازمت شروع کی۔ پھر کمشنر کی کچہری میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر میر منشی ہوئے۔ وہاں سے وجیا نگر کے علاقے میں منصف ہو کر گئے۔ سنہ ۱۲۵۵ ہجری میں حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین

گئے۔ واپس آنے پر تعلقۂ کلگیری کی منصفی پر تقرر ہوا۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے۔

دل رامکن بہ صحبتِ اہلِ زمانہ بند　　　مثلِ حباب در بہ رخ از ہر کرانہ بند

بہ محرابِ دو ابروی تو دل در سجدہ می باشد　　　مبادا ز مردمِ چشمت خلل اندر نماز افتد

صبح دم چون نالہ انگیزد دل شیدائے من　　　آسمان ریزد ز انجم اشک بر غوغائے من

دل را بہ نگاہے ز کف آسان بردی　　　حیف این جنس گران مایہ چہ ارزان بردی

اظہر کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن یہ سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک زندہ تھے۔

بلیغ

بلیغ تخلص۔ شاہ محمد روح اللہ نام۔ فرزند شاہ محمد نور اللہ نقشبندی خوش نویس۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۳۰ھ سال ولادت ہے۔

بلیغ کے نسب کا سلسلہ چھ واسطوں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز تک پہنچتا ہے۔ اِن کے والد نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے۔

کم سنی ہی میں ابتدائی کتابیں اپنے ماموں سید قادر بادشاہ سے پڑھیں پھر کتبِ متداولہ مولوی حسن علی ماہلی اور حاجی محمد محی الدین حیران سے پڑھیں۔ ان ہی اساتذہ سے فن عروض و قافیہ، بیان و بدیع، نجوم و رمل و قانون حاصل کیا۔ مولوی شہاب الدین کی خدمت میں عربی پڑھی۔ اپنے والد سے خوش نویسی سیکھی۔ اور اُن ہی سے سلوک میں خرقۂ خلافت پایا۔

بہت ذہین، مہذب، چرب زبان اور فصیح اللسان تھے۔ نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نواب کرناٹک کے مشاعرے کے اراکین میں بھی شامل تھے۔

کلام کا اندازہ اشعار ذیل سے ہوتا ہے:

تا بہ بزمِ خود بہ رنگِ شیشہ جا دادی مرا　　لب بہم نایدچو جام از خندۂ شادی مرا

از نگاہِ چشمِ مے گونت رہائی مشکل است　　پا بہ زنجیر است شیدائے توزین موج شراب

منت کجا بہ زخمِ دل از مشک تر گرفت　　چون شانہ آن کہ خدمت زلفش بسر گرفت

تا گشت روان قافلۂ اشک بہ کوشش　　ہر نالہ کہ برخاست ز دل بانگِ جرس شد

بینم چہ گونہ صبح بنا گو شنت اے نگار　　از کاکلِ تو ہست شبے درمیان ہنوز

زخمِ روشن دل نہ گردد بہ ز درمانِ کسے　　کے شود چاک سحر از سوزنِ عیسےٰ رفو

با من از دود مان دل سوزی　　شمع ماند است رشتہ وار یکے

بلبیغ ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے مگر سال وفات معلوم نہ ہوا۔

بہجت

بہجت تخلص۔ محمدؐ تاج الدین نام۔ فرزندِ غیاث الدین خان خوش نویس۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۴ھ سال ولادت ہے۔

بیس سال کی عمر　　عموماً تعلیم ختم کردینے کا زمانہ ہوتا ہے۔ مگر آپ نے اس سن میں تحصیل علم شروع کی اور بتیس سال کی عمر میں فارغ ہوئے فارسی زبان کی قابلیت اعلیٰ درجے کی تھی۔

۱۲۴۵ ہجری میں حکومت برطانیہ کی طرف سے دو سو روپیہ ماہوار کے مشاہرے پر اضلاع چنگل پیٹ، سیکاکول اور پالم کوٹہ میں مفتی مقرر ہوئے اور برسوں ان خدمات پر سرفراز رہے۔ آپ کے حسنِ مروّت اور خوش مزاجی کی شہرت تھی۔ طبیعت بھی بہت موزوں پائی تھی۔ فارسی اور ہندی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فن تاریخ گوئی میں خوب مہارت تھی۔ نواب غلام محمدؒ غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک کے ختنہ کا مصرعۂ تاریخ کہا:

ع۔ برآوردند گل از شمعِ کافور

۱۲ ھ ۴۲

حسب ذیل کتابیں آپ کی تصنیفات سے ہیں:

(۱) رسالۂ فن صرف (۲) تاج القواعد (فارسی صرف و نحو) (۳) مجمع البحرین (فن عروض و قافیہ) (۴) چمنستان (شرحِ گلستانِ سعدیؒ) (۵) شرحِ مسلّم قاضیٔ مبارک پر عربی حاشیہ۔

کلام کا یہ نمونہ ہے:

تا خانہ کردہ است کمان ابروئے بہ دل برتن بہ رنگِ تیر خلد مو بہ مو مرا

چرا اے سرو قد جوئی لب جو بہ چشمِ من بیا جائے تو این است

درغمت یوسفؑ نہ کردے گریہ چشم او سپید ہیچو تو می داشت گر یعقوبؑ فرزندے دگر

بہرِ رخت مردمکِ اہلِ نظر کردہ ہجوم طرفہ شورِ مگسان است بریں خوانِ نمک

بہجت زتیرہ بختیِ خود دم زنم چسان آن چشم سرمہ سا شدہ مہرِ دہانِ من

رباعی

دل در پئ وصلِ تو بہ صد سوز و گداز چون نے بہ نوائے نالہ باشد دمساز
یارب شبِ ہجر را نہ باشد پایاں ہم سلسلہ آمدہ بہ گیسوئے دراز

بہجت کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے۔

حشمت

حشمت تخلص۔ انورحسین نام۔ نور الدّین محمدؐ خان بہادر حشمت جنگ خطاب۔ فرزند انور علی خاں بہادر۔ مدراس مولد۔ ۱۲۰۴ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے والد نواب سراج الدولہ محمد انور الدّین خان بہادر شہیدؔ صوبہ دار کرناٹک کے پوتے تھے۔ اور چونکہ یہ اپنے چچا نور الدّین محمد خان بہادر انور کے متبنّیٰ تھے۔ اس لئے نواب عظیم الدّولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) نے وہی خطاب آپ کو مرحمت فرمایا۔

درسی کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں۔ فارسی میں مرزا عبدالباقی وفا سے اور ریختہ میں مستقیم جنگ بہادر نامی سے اصلاح سخن لیتے اور دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

بے تعلق باش گرداری وصالِ وہوس　　　مانعِ رفتن شود آید چو دامن زیر پا

سودائے چرخ دور نہ شد گرچہ ہر سحر　　　سازد علاجِ خویش ز معجون آفتاب

افتد بہ خاک ہر کہ کشد سر بر آسمان　　　این نکتہ شمع سوختہ پیشم نشستہ گفت

احتیاطِ نیک و بد اندر جہان پیدا بود　　　خار را می پرورد گل از محبّت در کنار

الست بر آبادی و ویرانہ یکسان فیضِ ابر　　　نیست عالی ہمّتان را با کسے در دل غبار

گر تیرِ جگر دوزِ تو آید بہ تنِ من ۔۔۔ از ہر لب زخمے سر پیکان تو بوسم

سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں وفات پائی۔

راغب

راغب تخلص۔ سیّد احمدؐ نام۔ میر مبارک اللہ خان بہادر خطاب۔ فرزند سیّد عاصم خان بہادر مبارز جنگ ۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۰۳ھ سال ولادت ہے۔ لفظ "راغب" سے پیدایش کی تاریخ نکلتی ہے ۱۲۰۳ھ

راغب کے دادا سیّد معصوم خان، عبداللہ خان (مصاحب نواب آصف جاہ) کے داماد تھے۔ وہ امام نامی قصبہ سے جو بلخ کے علاقے میں ہے حیدرآباد آئے۔ راغب کے باپ حیدرآباد سے مدراس پہنچکر نواب والا جاہ جنّت آرام گاہ' فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں بعہدۂ فوجداری ملازم ہوئے۔ شدہ شدہ مدار المہامی تک ترقی پائی ۔ خان بہادر اور جنگ کے خطاب سے بھی سرفراز ہوئے۔

راغب نے مولانا باقر آگاہ اور مولوی فایق کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ فن شاعری میں بھی ان ہی دونوں حضرات سے فیض پایا۔

بڑے عالی فکر اور روشن خیال شاعر تھے۔ آخر عمر میں بیماریوں کے سبب جسمانی طاقت بہت کچھ زائل ہوگئی تھی۔ اس لئے اگلی سی جودت و ذکاوت باقی نہ رہی۔

ایک فارسی دیوان اور دو مثنویاں' بنام ساقی نامہ و فراق نامہ لکھیں۔ اُن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں پختگی، رنگینی اور فصاحت ہے۔ نمونہ حسب ذیل ہے۔

آخر رسید زلفِ سیاہت بہ دادِ ما ۔۔۔ زین لیلتہ المراد برآمد مرادِ ما

چون گل نرگس نمی آید بہم مژگانِ ما ۔۔۔ در تلاشِ کیست یارب دیدۂ حیرانِ ما

نوشتن نامہ سوی نے سوارے آرزو دارم   قلم سازید یاران بعد مُردن استخوانم را

گریۂ من پاک کرد آلودہ دامانِ مرا   پنبہ شد چشمِ سپیدم داغِ عصیان مرا

مصفا مشربان را بے کسی آبِ گہر بخشد   کہ شد گردِ یتیمی انتہائے وصفِ گوہر ہا

گشتہ راغب صفحۂ دیوانِ من   نرگستان از ہجومِ صاد ہا

کے بجز زندانِ فانوس است جا پروانہ را   رشتۂ شمع است چون زنجیر پا پروانہ را

کے جدا می شود ز ما راغب   سایہ آسا سیاہ بختیِ ما

دل از خیالِ خطِ او غبار آلود ہست   چگونہ اشک نہ ریزم کہ خانہ پُر دود است

سرِ در رہت نہادن و مردن گناہِ من   نا کردہ التفات گزشتن گناہِ کیست؟

مسکنم گشت نقشِ پائے کسے   جای گیرم بہ فلک پایاں گھاٹ

ساقی بیا کہ بہرِ تو دستِ دعا مدام   از برگِ تاک بر لبِ انگور شد بلند

بہ زیرِ سایۂ زلفِ تو نیست آرامم   چو اہلِ بیتِ رسالت مسافرِ شامم

باقی است کار و بار بہار از غبارِ من   بیہودہ نیست رستنِ گل از مزارِ من

در شرحِ اشتیاق چہ حاجت بہ التماس   این جا چو خامہ است سخن با گریستن

اے لختِ دل تو گرم بہ مژگان رسیدۂ — ایں جانشین بہ سایۂ دیوار اندکے

سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں راغب کو سفر آخرت بپیش آیا۔ میلاپور کے راستے میں حضرت شیخ محمدؐ مخدوم ساوی قدّس سرہٗ کی درگاہ کے متصل اپنے والد کے مقبرے میں ہمیشہ کے لئے محوِ خواب ہیں۔

راقم

راقم تخلص۔ محمدؐ حسین قادری نام۔ افضل الشعراء شیریں سخن خان بہادر خطاب فرزند نجم الدّین حسین قادری خوش نویس۔ ملازم سرکار نواب کرناٹک۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۴۳ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ حضرت مولوی محمدؐ حسین شہیدؒ المعروف بہ امام صاحب قدّس سرہٗ کی اولاد میں سے تھے۔

عربی کی تمام تحصیلی کتابیں امام العلماء قاضی الاسلام قاضی الملک مرحوم اور افضل العلماء مولوی ارتضا علی خان بہادر خوشنود سے پڑھیں۔ فارسی میں اپنے حقیقی چچاؤں یعنے شایق علی خان شایق اور مولوی واقف کے شاگرد تھے۔ فن شعر میں پہلے شایق سے، پھر سیّد ابو طیّب خان والا سے اصلاح لیتے تھے۔ جناب والا کے منظور نظر شاگردوں میں سے تھے۔ نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نوابِ کرناٹک کے ہم سبق ہونے کا بھی آپ کو فخر حاصل تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تذکرہ گلزار اعظم کی تالیف میں نواب صاحب موصوف نے راقم کو شامل رکھا۔ انھوں نے بھی اس کی ترتیب میں سعی بلیغ کی۔ اور جب مجلس مشاعرہ قائم ہوی تو راقم کو اس کا میر مجلس بناکر افضل الشعراء شیریں سخن خان بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا۔

راقم نے ذیل کی کتابیں تالیف کیں:

(۱) رسالۂ میزان الاشعار (۲) اعظم الصناعت شرح معمّیاتِ حدائق البلاغت (۳) مختصر دیوان بھی ترتیب دیا۔ کلام کا یہ رنگ ہے:

شود مانی رقم پردازِ تصویرِ دہانت را | بدست آرد بجائے خامہ گر موی میانت را

زگفتگوے بدِ خصم دل نمی ترسد | خطر ز باد نہ باشد چراغِ آئینہ را

لب گشاید بہ شکرِ شمشیرت | بارک اللہ زخمِ کاریِ ما!

زنہار بہ کف گوہرِ مقصود نیابی | تا دانہ کنی ہمچو صدف دستِ دعا را

قانعم تا از تعلق داد آزادی مرا | شد بہ رنگِ سرو یکسان ماتم و شادی مرا

نسب یا سم سیہ شیر است دندان می زند بر من
بیاضِ دیدۂ آہو نماید صبحِ مطلب را

یافت ز شبنم نمک بر جگرِ خویش گل | قسمتِ خوبان بود غم گر از خوانِ صبح

کشید ہر کہ درین بحر سر ز پا افتاد | ہمین صدا ز شکستِ حباب می آید

رتبۂ عالی نسب از عجز افزون تر شود | قطرہ از بالا بہ پستی چون اسد گوہر شود

برگ و بارِ درد از نخلِ وجودم گل کند | کز ہوائے آہ و آبِ گریہ ام شاداب شد

در بزمِ خلوت او چون باریاب گردید | دالشدت راقم ما شد فتح باب نیمے

یقینم شد ز آئینِ حباب این امرِ وجدانی
کہ ترکِ خویشتن باشد دلیلِ قربِ یزدانی

راقم کے انتقال کا سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ تک زندہ تھے۔

رونق

رونق تخلص۔ غلام محی الدّین نام۔ عارف الدّین خان خطاب۔ فرزند حافظ محمدؐ معروف برہان پوری۔ مدراس مولد۔ اور ۱۱۹۲ھ سالِ ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کتابیں غلام محی الدّین متجز سے پڑھیں۔ شاعری میں باقر آگاہ سے تلمذ اختیار کیا۔ مدّت تک محمدؐ صادق خان شیرازی متخلص بہ کوکب کی صحبت میں رہے۔ اور فارسی محاوروں کی تحقیق میں بڑی کوشش کی۔

بیس سال کی عمر میں نواب عمدۃ الامراء بہادر فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوئے اور نوّاب موصوف کے فرزند امیرالملک ماجد کے مصاحب مقرر کئے گئے۔ ماجد کی وفات کے بعد بر داشتہ خاطر ہوکر مدراس کو خیرباد کہا۔ کڑپہ، بلہاری، چتور وغیرہ میں منشی گری کی خدمت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ برسوں اس خدمت کے تعلق سے سرتھامس منرو سابق گورنر مدراس کے ساتھ سفر میں رہے۔ اِس کے بعد حیدرآباد چلے گئے۔ زمانۂ دراز تک وہاں قیام رہا۔

۱۲۶۶ھ میں وطن واپس آئے۔ نوّاب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نوّاب کرناٹک کی سرکار میں ملازم اور مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوئے قادر الکلام شاعر تھے۔ ہر قسم کی نظم بہت اچھی کہتے تھے۔ افسوس ہے کہ بوجہ پیریٔ و ضعیفی دماغی طاقت بالکل جواب دے چکی تھی۔ اخیر عمر میں اکثر گوشہ نشین اور یاد الٰہیٔ میں مشغول رہا کرتے تھے۔

کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

صبحِ بہار جوش زند از فنائے ما　　　چون گل شگفتگی است بہ چاکِ قبائے ما

طبع آزادان شود وارستہ از بندِ خطر — در گزشتن آتش و آب است یکسان سایہ را
می کند افتادگی آزاد از بندِ خطر — شیر با این رعب کے سازد ہراسان سایہ را

گر بہ محفل صفتِ تیشۂ فرہاد کنید — سینہ چاکان زسرِ ناخنِ ما یاد کنید

کریمان را عجب تسخیرِ دل ہا است — خطوطِ دستِ احسان دام کردند

کے بہ آسانی دہم از دست دامانِ فراق — بعد ازین دستِ من و چاکِ گریبانِ فراق

گرہ شود چو حبابِ شیر اشک در مژہ ام — اگر بہ فرقتِ آن نے سوار گریہ کنم

رونق کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ تالیف گلزار اعظم کے وقت تک زندہ تھے۔ تذکرۂ محبوب الزمن کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حیدر آباد میں اِن کا انتقال ہوا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ یہ واقعہ کب پیش آیا۔

فاروق

فاروق تخلص۔ محمدؐ معروف نام۔ خان عالم خان بہادر خطاب، فرزند محمدؐ جان جہان خان بہادر فاروقی۔ مدراس مولد۔ اور ۱۲۰۰ھ ہجری سال ولادت ہے۔

مختلف فنون اور متعدّد زبانیں جانتے تھے۔ فارسی، عربی، ترکی، اور انگریزی میں ایسی مزاولت تھی کہ اِن زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ وفورِ ذہانت و ذکاوت اور کثرتِ مطالعہ کی بدولت بہت تھوڑی مدّت میں یہ استعداد حاصل کرلی تھی۔

ریختہ میں اظفری سے اور فارسی میں اپنے خسر مستقیم یار جنگ بہادر نامی سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ ریاضی اور موسیقی میں بھی

ماہر تھے۔

۱۲۴۵ھ میں مولوی محمد علی صاحب واعظ رام پوری مدراس آئے تو فاروق اُن کے ایسے معتقد ہوئے کہ اُن سے بیعت کر لی اور اُن کے خلیفہ ہو گئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے۔

دور از تو زیستن چہ بود آرزو مرا　　دم ہمچو خنجرے گزرد از گلو مرا۔

عجب نبود پسر گر قبلۂ روئے پدر گردد　　کہ دارد پیشِ یوسفؑ پیر کنعان بر زمین او را

سرشت بندہ ز خاک است و باز گشت نجات
رَوَم ز خاک درت اے ابو تراب کجا!

ہر حبابش بہ گرہ عنبر سارا بندد　　گر فتد پرتوِ آن زلفِ گرہ گیر در آب

نگر ندامتِ پروانہ سوختن دارد　　کہ شمع می گزد از شعلہ بار بار انگشت

نہ رود دردِ سر ہند بس از مردن ہم　　بر سر گور درین جا ست بہ صندل محتاج

رباعی در مدح چہار یار کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین

صدر شہِ بیتِ دین عتیق با زین　　فاروقؓ عروض و ابتدا ذوالنورینؓ
ضرب است بہادرے کہ تقطیع نمود　　نظم اعدا بہ خیبر و بدر و حنین

فاروق نے ۱۲۷۱ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

اعظم

اعظم تخلص۔ محمد غوث نام۔ امیر الہند والا جاہ عمدۃ الامرا مختار الملک

عظیم الدولہ، نواب محمد غوث خان بہادر شہامت جنگ خطاب۔ فرزند امیر الہند، اعظم جاہ، فخر الامرا، مدار الملک، روشن الدولہ نواب محمد منور خان بہادر، بہادر جنگ سپہ سالار صوبہ دار کرناٹک (۱۲۳۴ھ تا ۱۲۴۱ھ) مدراس مولد۔ اور ۱۲۳۹ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ کے آبائی نسب کا سلسلہ تینتیس واسطوں سے خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والدۂ ماجدہ نواب ضیاء الدولہ بہادر کی صاحب زادی اور نواب ضیاء الملک بہادر حیدر آبادی کی پوتی تھیں نانہالی سلسلہ چھبیس واسطوں سے سید الشہدا خامسِ آلِ عبا سیدنا حضرت امام ہمام حسین علی جدہ وعلیہ السّلام تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت ۲۹ ذوالحجہ (۱۲۳۹ھ ہجری) روز چہار شنبہ دس بجے صبح ہے اس دُرِّ یتیم کا سن پندرہ ہی مہینوں کا تھا کہ والد ماجد کو دار البقا کا ناگزیر سفر پیش آیا۔ چہلم کے دوسرے ہی روز سرکار برطانیہ کی طرف سے آپ کرناٹک کے نواب اور آپ کے حقیقی چچا نواب عظیم جاہ بہادر سترہ سال تک کے لئے ریاست کے نایب مختار مقرر کئے گئے۔

آپ کی تعلیم کا سلسلہ پانچ سال کی عمر سے شروع ہوا۔ حافظ محمد مکی اور اُن کے فرزند حافظ عبد الولی سے قرآن مجید ختم کیا۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں غلام محی الدین خوشنویس اور اُن کے فرزند مولوی جلال الدین حسین خاں سے پڑھیں۔ خطاطی کی تعلیم خوشنویس موصوف اور عنایت حسین خاں خوش نویس سے پائی۔ پھر سید ابو طیب خاں والا آپ کی تعلیم پر مقرر ہوئے اور اُنھوں نے یہ کتابیں پڑھائیں:

(۱) بوستان (۲) انشاء خلیفہ (۳) زلیخا (۴) گلشن سعادت (۵) سہ نثر ظہوری (۶) پنج رقعہ (۷) مینا بازار (۸) رسائل طغرائے مشہدی (۹) انشاء بیدل (۱۰) انشاء نعمت خانِ عالی (۱۱) سکندر نامہ (۱۲) مثنوی راسخ (۱۳) اخلاق جلالی (۱۴) دیوانِ مظہر (۱۵) دیوان غنی (۱۶) دیوان ناصر علی۔

(۱۷) دیوانِ اسیر

عربی میں شرح ملا جامی تک مولوی جمال الدین احمد صاحب سے اور عقائد، فقہ، حدیث بہ قدرِ ضرورت قاضی الملک بہادر اور ارتضا علی خان بہادر سے پڑھیں۔ مولانا آزاد بلگرامی کا پہلا عربی دیوان بھی ان ہی سے پڑھا۔

سنہ ۱۲۵ھ میں فارسی گو شعراء کا ایک مختصر تذکرہ موسومہ "صبحِ وطنِ اعظم" لکھا۔ سنہ ۱۲۶۵ ہجری میں ایک اور تذکرہ تالیف کیا۔ جس میں شعراء کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور اس کا تاریخی نام گلزارِ اعظم ہے۔

سنہ ۱۲۶۰ ہجری میں ایک مجلس شعراء قائم فرمائی۔ راقم کو اس کا میرِ مجلس بنایا۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

آپ اہلِ کمال کے بڑے قدردان اور پرلے درجے کے فیاض تھے۔ مکہ معظمہ (زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً) میں اب تک آپ کی بنوائی ہوئی رباطیں مشہور ہیں۔ مدرسہ اعظم، کتب خانہ عام اہلِ اسلام مدراس اور لنگر خانہ مدراس آپ کی فیاضی کی زندہ یادگاریں ہیں، جو اپنے بانی کے حق میں دعائے مغفرت کر رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی سچی مدح کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

فنِ شاعری میں والا موصوف سے تلمذ تھا۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں ایک فارسی دیوان مرتب فرمایا۔ شاعری میں سید شاہ ناصر علی سرہندی (قدس سرہ) کی تقلید فرماتے اور اس فن میں اُن ہی کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ مولوی محمد مہدی واصف نے اپنے تذکرہ معدن الجواہر میں جتنے اعتراضات شاہ صاحب پر کئے ہیں۔ اُن سب کے جوابات نواب اعظم نے اپنے تذکرے میں دیے ہیں۔

آپ بڑے ذہین و طباع تھے۔ گھنٹے دو گھنٹے کی فکر میں ایک غزل کہہ لینی معمولی بات تھی۔ ایک مرتبہ ایک ہی رات میں حضرت سید الشہداء امام ہمام حسین علی جدہ و علیہ السلام کی منقبت میں ۷۴ شعر کا ایک قصیدہ موزوں فرمالیا۔

یوں تو آپ کے چشمۂ فیض سے ہر فن اور ہر مذاق کے لوگ سیراب ہوتے رہتے تھے، مگر شعراء کی بالخصوص بڑی قدر افزائی فرماتے تھے۔

آپ کے فارسی اور ریختہ اشعار کا ایک مختصر مجموعہ بہارستانِ اعظم کے نام سے انتقال کے بعد شائع ہوا ہے۔ ذیل کے اشعار اسی سے انتخاب کرکے پیش کئے جاتے ہیں:

کند غرقِ ندامت طبع صافِ من زلالی را ‎ ‎ زند ناخن بہ دل ہر مصرعِ شوخم ہلالی را

بکن از بادۂ عشق کسے مملو دل خود را ‎ ‎ نباشد پیش مستاں حرمتے مینائی خالی را

مے می شود بہ غیر تو، گر ساغرے زنم ‎ ‎ چوں دانۂ انار، گرہ در گلو مرا

نہ می دارد ثباتے نشۂ مے خانۂ دنیا ‎ ‎ ز گل ساغر کباب، از سنبل و مے شبنم است این جا

نیست این چہرہ نمایاں ز پسِ برقع سرخ ‎ ‎ آفتاب است کہ در زیرِ شفق پنہاں است

مکار تخم ہوای بہ دل چو پیر شدی ‎ ‎ قدِ خمیدۂ تو داسِ کشتِ امید است

دوراں بہ سنگِ تفرقہ در ہم کند وصال ‎ ‎ بادام توام این سخنم دست بستہ گفت

غرور می کند آخر برائے نان محتاج ‎ ‎ شنیدہ کہ ہما شد بہ استخوان محتاج

دل رفت و طفلِ اشکم گردید بے محابا ‎ ‎ عید است چون ز مکتب استاد رفتہ باشد

دی قلقلِ مے بے تو مرا بانگِ عسس شد ‎ ‎ مے خوردم و چون شحنہ گلو گیر نفس شد

پیری رسید و مُرد دلِ از عشق باز آئے — سیماب کشتہ را نکند کشتہ باز کس

تا بہ سایم بر درت اے شافعِ محشر جبین — گشتہ جسم من بہ رنگِ ماہِ نو یکسر جبین

بے زبانم کرد آخر سرد مہری ہائے او — ہمچو اشکِ شمع زیرِ لب گرہ شد گفتگو

شود ز گریۂ مستانہ بختِ من بیدار — بلے ز آب شود ہوشیار خواب زدہ

---

۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ ہجری (مطابق ۱۸۵۵ء) کو بعالمِ جوانی بتیس ۳۲ برس کی عمر میں دفعتاً ملکِ عدم کو سدھارے۔ اپنے دادا نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نوابِ کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) کے مقبرے میں جو مسجد والا جاہی ترپلکینیڑی (مدراس کے احاطے میں واقع ہے) اپنی والدۂ ماجدہ کے مزار کے پہلو میں سپردِ خاک کئے گئے "سیرِ غیب" اور "مظلوم بمردی" آپ کی رحلت کے مشہور تاریخی مادّے ہیں۔[۵]

۵۔ تذکرے کے لئے اگر غیر متعلق نہ سمجھا جائے تو یہ قصۂ درد سننے کے قابل ہے کہ نواب بہادر مرحوم کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس لئے ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کے عہد حکومت میں یہ طے ہوا کہ صلح نامہ ۱۸۰۱ء ذاتی تھا۔ اس کے شرائط نواب عظیم الدولہ بہادر کے جانشینوں تک رعایتہً جاری رہے۔ اب چونکہ کوئی وارث نہیں رہا ہے۔ اس لئے کرناٹک کی مسند نشینی کا خاتمہ کیا جائے۔ اور نواب عظیم جاہ بہادر (نواب مرحوم کے حقیقی چچا) اور دوسرے اراکین خاندان کے نام وظیفے مقرر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ کمپنی نے جنابہ نواب خیر النساءؑ بیگم صاحب محل خاص

ع۵ حیدرآباد دکن کے امیر ضیاء الدولہ بہادر کی صاحبزادی تھیں۔ ۱۲۶۴ھ میں آپ کی شادی نواب مرحوم کے ساتھ ہوئی۔

کی چھے ہزار روپیہ اور محل ثانی، جنابہ اعظم النساء بیگم صاحبہ کی چار ہزار روپیہ پنشن اور دیگر متعلقین اور ملازمین کی حسب مدارج تنخواہیں مقرر کردیں۔
نواب مرحوم کے قرضے کے لئے محل کا اسباب ایک معتمد کے تفویض کیا گیا۔ نواب مرحوم کی زمین اور عمارتوں کا نیلام عام کیا گیا۔ اور خود گورنمنٹ نے ان سب کو ساڑھے پانچ لاکھ روپئے میں خرید لیا۔

نواب عظیم جاہ بہادر نے (جن کا حال آگے آتا ہے) ملکۂ وکٹوریہ قیصرِ ہند کی بارگاہ میں ریاست کے لئے اپنا دعوےٰ پیش کیا۔ مقدمے کی پیروی کے لئے پارلیمنٹ میں اپنے وکیل مسٹر ڈاسن کو انگلستان بھیجا۔ پارلیمنٹ کے ممبروں میں بعض آپ کے حامی تھے اور بعض مخالف آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ کثرت رائے سے یہ طے پایا کہ ریاست کرناٹک کا خاتمہ کردیا جائے۔ نواب عظیم جاہ بہادر کی اشک شوی کی گئی کہ و بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۸۷۱ء مطابق محرم ۱۲۸۸ھ ہجری) لارڈ نیپیر گورنر مدراس نے اُن کو پرنس آف آرکاٹ کا خطاب اور پچیس ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ بنام "ٹائیٹل گرانٹ" یا "اسٹیٹ" مقرر کردیا۔
اور جنوبی ہند کے اول درجے کے امیر تسلیم کئے گئے۔ نواب عظیم جاہ نے گورنمنٹ سے یہ بھی تسلیم کرالیا کہ جب تک ہندوستان میں حکومت برطانیہ باقی رہے۔ آپ کا نصف ماہانہ وظیفہ۔ یعنی مبلغ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ماہوار، آپ کے جانشین، نیز آپ کے فرزندوں اور دختروں کی اولاد کو دیا جایا کرے۔ چنانچہ یہی ہوتا چلا آرہا ہے۔
مختصر یہ ہے ع:
کہ آن قدح بشکست و آن ساقی نہ ماند
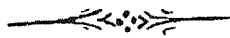
نظیر

نظیرؔ تخلص۔ قادر علی نام۔ قادر علی خان بہادر منوّر جنگ خطاب۔ فرزند نجف علی خان بہادر۔ مدراس مولد۔ ۱۲۳۷ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ جنت آرام گاہ فرمان روائے کرناٹک کے حقیقی نواسے اور ناچیز مؤلف تذکرۂ ہٰذا کے والد کے ماموں تھے۔

فارسی کتابیں اپنے والد ماجد اور میر مہدی صاحب ثاقبؔ کی خدمت میں پڑھیں۔ عربی و ریاضی میں بھی مہارت تھی۔ انگریزی، تامل، اور تلنگی بھی جانتے تھے۔ کچھ دنوں ثاقب صاحب سے اشعار پر اصلاح لیتے رہے۔

۱۲۶۶ھ ہجری میں حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت کے لئے گئے۔ دو سال کے بعد مدراس لوٹ آئے۔ اسی سال مسلمان لڑکوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسۂ اسلامیہ قائم کیا۔ پان سات سال کے بعد دوبارہ مکۂ معظمہ روانہ ہوئے اور وہیں کے ہو رہے۔ بڑے مخیّر، فیّاض اور متقی بزرگ تھے کلام کا انتخاب یہ ہے:

قاتل می گوید حباب از خندہ دایم این سخن مشکلِ مرگ است آسان در بلا تن دادہ را

ہمّتِ بخشش نہ باشد در نمد پوشاں نظیرؔ باز گیرد ابر از دریا متاعِ دادہ را

قسمتِ کس غیرِ خاک از گردشِ دوراں نہ شد شیشۂ ساعت کند خود را تہ و بالا عبث

بزمِ روشن گہراں نیست بہ ساماں محتاج خانۂ دیدہ نہ باشد بہ چراغاں محتاج

تیرہ باطن را ز روشن دل نہ باشد جز خلاف می رود از مہر دائم سایہ راہِ انحراف

دیدہ بے نور شود گر روم از محفلِ مے ہست تارِ نگہم چوں خطِ ساغر در چشم

فتد در دامن سنگیں دلاں پا داش ظلم آخر　　به کاهد آسیا خود دانه را سائیده سائیده

شوخیٔ زلف و رخش را پایه می باشد یکے　　گرمیٔ رفتار مهر و سایه می باشد یکے

۱۲۷۳ھ ہجری میں بمقام مکۂ مکرمہ انتقال فرمایا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

خادم

خادم تخلص۔ غلام مرتضیٰ نام۔ ممتاز الملک غلام مرتضیٰ خان بہادر عظیم جنگ خطاب۔ فرزند عبدالغفّار خان بہادر ثابت جنگ۔ مدراس مولد ۱۲۲۲ھ سال ولادت ہے۔

آپ نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کے پوتے ہیں۔

ہوش آنے کے بعد اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسی پڑھی۔ طبیعت بہت موزوں تھی۔ اردو میں زیادہ اور فارسی میں کم کہتے تھے۔ صاف گوئی کی طرف طبیعت مائل تھی۔

ذیل کے اشعار سے کلام کا اندازہ ہوگا:

این است محبّت که بر آشفت بسے را　　بسم اللہ، اگر حوصلۂ ہست کسے را؟

یثرب همه ایمان من باشد نجف رضوان من
بطحا فدایش جانِ من، من بنده ام بغداد را

از من این است وصیّت چو سپارید به خاک　　دوستاں، روی مرا جانب بغداد کنید

بدار خرقۂ سالوس زاہد به گرو　　بگیر جام مے و انّ ربنا الغفور

نیاز بنده با ناز خداوندان چه خوش باشد　　بیا سری رود از من تو گردستے بسر داری

۱۲۷۸ھ ہجری میں سفر آخرت پیش آیا۔ حضرت مرتضیٰ بادشاہ صاحب قدّس سرہٗ کے گنبد کے احاطے میں جو مسجد انوری کے پہلو میں واقع ہے، دفن ہوئے۔

واصف

واصف تخلص۔ (مولوی) محمدؐ مہدی نام۔ فرزند محمدؐ عارف الدین خان رونق۔ مدراس مولد اور ۱۲۱۷ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

فارسی اور عربی مدراس کے علماء و فضلاء سے پڑھی۔ انگریزی میں بھی اچھی مہارت تھی۔ شاعری میں اپنے والد ماجد سے اصلاح لیتے رہے۔

کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ مختلف اضلاع کو دیکھا۔ سترہ برس کی عمر میں پھر مدراس آکر قیام فرمایا۔ پہلے مولوی تراب علی نامی کی وساطت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے مدرسے میں نو وارد انگریزوں کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ سترہ سال اس خدمت کو عمدہ طریقے سے ادا کرتے رہے۔ پھر وظیفہ لے کر اس کو چھوڑا۔ اور اپنے طور پر تعلیم و ترجمہ کا کام گھر پر کرتے رہے۔

ایک مرتبہ ترچناپلی گئے۔ وہاں مولوی سیّد جام واعظ کے ہاتھ پر بیعت کر کے صاحب موصوف سے خرقۂ خلافت پایا اور وعظ کی اجازت بھی حاصل کی۔

۱۲۶۳ھ ہجری میں جب نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک نے محفلِ مشاعرۂ اعظم قائم کی تو واصف اس میں داخل ہوئے، محکمۂ عالیہ کی مترجمی بھی کرتے تھے۔

اردو اور فارسی کی کئی کتابیں آپ کی تصنیف سے ہیں۔ جن میں ایک تذکرہ معدن الجواہر بھی ہے۔ اس تذکرے میں بعض شعراء کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں۔ ان کے تشفی بخش جوابات نواب اعظم نے تذکرۂ گلزار اعظم میں دیئے ہیں۔

نواب ممدوح کے انتقال کے بعد واصف حیدر آباد گئے۔ اور

وہاں سرکاری نوکر ہو گئے۔ ۱۲۷۸ھ میں ایک اور مختصر سا تذکرہ عربی میں بنام "حدیقۃ المرام" لکھا۔ جس میں علماء و فضلاء اور امراء و شعراء کے حالات درج کئے ہیں۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

کشتیِ جاں تا در آبِ تیغِ او انگندہ ام ‎ ‎ ‎ ‎ بادبانے گشتہ موجِ جوہرِ آہن مرا

مطربا پردۂ ساز است دریں جادرِ کار ‎ ‎ ‎ ‎ دخترِ رز شدہ در مجلسِ رنداں گستاخ

گردشِ چشمِ سیاہش سرمۂ آواز شد ‎ ‎ ‎ ‎ چوں ستم ہائے رقیباں کرد فریادی مرا

شایانِ گوشِ گل گہرِ اشکِ بلبل است ‎ ‎ ‎ ‎ کے نو بہار منّتِ دُرِ ثمیں کشد

خوابِ بختِ من نہ خواہد دید روی انقطاع ‎ ‎ ‎ ‎ رشتۂ آمال صرفِ پردہائے خواب شد

تا بُتِ من شد بہ چمن جلوہ گر ‎ ‎ ‎ ‎ تا یہ رگِ گل شدہ زنّارِ گل

۱۲۹۰ ہجری میں بمقام حیدرآباد سفرِ آخرت پیش آیا۔ مرحوم کے فرزند متخلص بہ والا نے یہ تاریخِ رحلت لکھی:

مہدی واصف رجب کی تیسویں ‎ ‎ ‎ ‎ فضلِ حق سے موردِ رحمت ہوئے

سالِ رحلت اُن کا والا نے کہا ‎ ‎ ‎ ‎ "آج واصف داخلِ جنت ہوئے"

۱۲۹۰ ہجری

عظیم

عظیم تخلص۔ غلام محمد علی نام۔ نواب عظیم جاہ سراج الامراء عمدۃ الملک اسد الدولہ غلام محمد علی خاں بہادر ذوالفقار جنگ خطاب۔ فرزند دویم

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ تا ۱۲۳۴ھ)

مدراس مولد اور ۲۴ محرم ۱۲۱۷ھ ہجری تاریخ مولود ہے۔

حافظ محمدؐ مکی مرحوم سے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ عربی اور فارسی مولوی وجیہ اللہ طالب، سراج العلماء مولوی محمد سعید اسلمی اور دیگر اساتذہ سے پڑھی۔

اپنے بڑے بھائی نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کے عہد دولت میں آپ ہی ریاست کے مدارالمہام تھے اور اپنے بھتیجے نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر کے زمانۂ نابالغی میں ۱۲۴۱ھ سے ۱۲۵۰ھ تک آپ ہی ریاست کے نائب و مختار رہے۔

مؤلف تذکرۂ ہذا کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ اُس کی نانی کے حقیقی چچا تھے (اللّٰھم اغفرہ) صوم و صلواۃ کے پابند، متقی و پرہیز گار تھے علماء و مشائخین سے زیادہ خلوص تھا۔ بیشتر اوقات تفسیر و حدیث کی کتابیں آپ کے مطالعے میں رہتی تھیں۔ بڑے سخی اور علم و ہنر کے بڑے قدردان تھے۔

موزونی طبیعت سے آپ نے صرف یہ کام لیا کہ نعت و منقبت ہی میں شعر کہتے تھے۔

کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

در کون و مکاں نیست بجز پرتو نورت ۔۔۔ حق دید ہر آں کس کہ بہ دید است حضورت

اے خواجۂ عالم بہ تو امید عظیم است ۔۔۔ گاہے نہ رسد بر دلِ من ہیچ کدورت

خداوندا نمائی روضۂ او ۔۔۔ کہ بے شک بہتر از عرشِ بریں است

بندۂ بے نظیر ربِ احد ۔۔۔ نیست در دو جہاں مگر احمدؐ

تابع بود زمانہ و اہلش بہ حکم او　　حاکم برا و لیائے کرام است محی دینؒ

۱۴؍جنوری ۱۸۷۴ء بروز چہار شنبہ تہتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اپنی والدۂ محترمہ کے مقبرہ واقع کشنا پیٹ میں سپرد خاک کئے گئے۔

احسن

احسنؔ تخلص۔ سیّد محمدؐ اسحٰق نام۔ شمس العلماء طرازش خان بہادر خطاب۔ فرزند سیّد محمدؐ قاسم نواز خان بہادر۔ مدراس مولد اور ۱۲۲۹ھ سال ولادت ہے۔

علماء و فضلاء عصر کے فیض سے آپ کا شمار جیّد علماء میں تھا۔ شیریں سخن خاں راقمؔ اور واقفؔ سے مشق سخن کی۔ نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظمؔ کے دربار کے زبردست شاعر تھے۔ اور اِن ہی کی سرکار سے طرازش خان بہادر خطاب پایا۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد برسوں زندہ رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ مدراس کے اکثر نامی گرامی علماء کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

مدّتوں ہز ہائنس پرنس آف آرکاٹ کے یہاں صدر المہام اوقاف کے عہدے پر فائز رہے۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

زمژگانِ تہر خود رفتہ ام چوں آستانت را　　غبار از من بہ خاطر رہ نہ یابد پاسبانت را

از پے اُلفت اشک باری ہا　　بر تو وقف است نہر جاری ہا

امید جان شیریں داشتم احسنؔ نہ دانستم　　بہ کامم زہر ریزد خطِّ سبز شکّریں لب ہا

دلِ مستانہ کہ در جوشش و خروشش است امشب
خطِ جام است مگر در نظرش ہالۂ ماہ

دانہ افشاندہ غمت ہست بہ باراں محتاج
داغہا دادہ بہ دل منتظرِ گریہ بود

گیر دچساں شکار ز تصویر باز کس
باید ترا چگونہ زعشقِ مجاز کس

ہزار بار چشیدیم آبِ زمزمِ تیغ
دہد حلاوتِ دیگر بہ جانِ ما ہر دم

سنہ ۱۳۱۱ ہجری میں اس جہانِ ناپائدار سے عالمِ بقا کا کوچ کیا۔

اکرم

اکرم تخلّص۔ محمد ذاکر علی نام۔ معتمد خان بہادر خطاب۔ فرزند مولوی حسن علی ماہلی حسن۔ مدراس مولد اور ۲۸، ربیع الاول سنہ ۱۲۴۴ھ تاریخ پیدائش ہے۔

فارسی اور عربی کافیہ تک اپنے والد سے پڑھی۔ والد کے انتقال کے بعد تھوڑے دنوں تعلیم کا سلسلہ بند رہا۔ پھر جناب ابو طیّب خان والاؔ کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ لیکن والا نے اپنے تلمیذ رشید نوّاب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظمؔ نواب کرناٹک سے درخواست کی کہ اکرم کو آپ اپنی شاگردی کا فخر بخشیں نوّاب صاحب نے اپنے والا مرتبت استاد کے حکم کی تعمیل کی۔ اور اکرم کو تمام درسی کتابیں از سر نو پڑھائیں۔ پھران کو بزم مشاعرہ میں داخل کرکے عزّت افزائی کی۔ آخر میں مدد گار میر مجلس دیوانی مالی بناکر معتمد خاں بہادر کے خطاب سے سرفرازی بخشی۔

اکرم کے فارسی اشعار کا ایک مجموعہ بھی شایع ہو چکا ہے۔

کلام کا یہ رنگ ہے:

ازیک نظارہ بردِ دلِ لختِ لختِ ما؛ موجِ نگاہِ او شدہ سیلابِ رختِ ما

اشک می ریزم ز چشم و آہِ سردے می کشم شد عجب آب و ہوا حاصل ازیں گلشن مرا

کے تیرہ بختِ راثمرِ از صاف دل رسد گردوں نہ شد سپید ز صابونِ آفتاب

می سزد گر رتبہ ام باشد بہ ہم طرحانِ خویش طبع عالی حاصل از شاگردیٔ نوّاب شد

شاید کہ ہست در غمِ او ناتواں ہنوز دارد عصا بہ کف فلک از کہکشاں ہنوز

نوّاب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم کے انتقال کے بعد اکرم برسوں زندہ رہے۔ مگر سالِ وفات معلوم نہ ہوا۔

ثاقب

ثاقب تخلص۔ میر مہدی نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی مدراس مولد اور ۱۲۲۳ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے اجداد مشہد مقدس کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے بعض گلبرگہ شریف میں آکر مقیم ہو گئے۔ ثاقب کے حقیقی دادا سیّد ابراہیم حسینی نواب والا جاہ جنّت آرام گاہ کے زمانۂ حکومت میں مدراس آئے اور یہیں قیام کرلیا۔ ثاقب کے والد تاریخ گوئی میں بڑی شہرت رکھتے تھے اور نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے اور اُن کے چھوٹے بھائی بینش بھی اپنے وقت کے مشاہیر شعرا میں تھے۔

ثاقب نے فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے باپ اور دادا سے پڑھیں۔ اور کُتبِ متداولہ دوسرے اساتذہ سے۔ مشقِ سخن

مولوی واقف اور میر مبارک اللہ خان راغب سے کی۔ فن خطاطی میں بھی آپ کو کمال تھا۔ بارہا حیدر آباد گئے اور ایک مرتبہ وہاں جاکر میر بندہ حسین خان قمر سے ملا ظہوری کا دیوان پڑھا۔ مشاعرۂ اعظم قائم ہوا تو ثاقب بھی اس میں داخل ہوئے۔ نواب اعظم انہیں کچھ ماہوار تنخواہ بھی عطا فرماتے تھے۔

ثاقب خوش مزاج اور نیک خلق تھے۔ گفتگو بہت نرمی سے کرتے تھے۔ ایک دیوان مرتب کرکے اس کو طبع کرایا ہے جو اب نایاب ہے۔ کلام کا یہ ڈھنگ ہے:

تافت آں ماہ۔ روز یاری ما — بر فلک رفت شور زاری ما
گل بر شاخ بودہ را ماند — بہ خدنگ تو زخم کاری ما
بہ جواب کسے نہ پردازیم — کوہ شد پست بردباری ما

در شب ہجرت چو ایں سوز دلم پروانہ دید — از زبان شمع کرد اقرار استادی ما

گر نہ گیرد فیض از کم پایگان عالی دماغ — بہر نفع سر چرا مالند روغن زیر پا

لیلۃ القدر خریدار شود از چشمش — کہ سیہ روزی من سرمہ فروش است امشب

مانی چو نقش قامت آں نازنیں کشد — بالا رساندہ آہ الف بر زمیں کشد

کف دریوزہ آبرو دیم ریخت — ثاقبا داد از ستد باشد

در چمن اے یار شکر خندہ ات — شد نمک بر سینۂ افگار گل

لب آں خوب رو ہر کشتہ را می دہد جانے — عجب کز چشمۂ خورشید جوشد آب حیوانے

آپ کے انتقال کا سال دریافت نہ ہو سکا۔

باب دوّم

ریختہ گو دکنی شعراء

فصل اوّل

وہ ریختہ گو دکنی شعراء جن کی ولادت، نشو و نما اور ترقی دکن میں ہوئی

سلطان محمدؒ قلی قطب شاہ

سلطان محمدؒ قلی قطب شاہ ابن ابراہیم قطب شاہ۔ تاجدار گلکنڈہ۔ گلکنڈہ مولد اور ۹۵۷؁ ہجری سال ولادت ہے۔

۹۸۹؁ ہجری میں سریر آرائے گلکنڈہ ہوئے۔ ابراہیم عادل شاہ والئ بیجاپور کے ہم عصر تھے۔

یہ بادشاہ بڑے علم دوست اور ہنر پرور تھے۔ خود بھی شاعر تھے۔ اور شاعروں کے قدردان بھی۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں قطب شاہ اور ریختہ میں معانی تخلص تھا۔ آپ کا دیوان اصنافِ سخن سے مملو ہے۔ اس کے متعلق صاحب گلِ رعنا رقم طراز ہیں کہ:

"اس (محمدؒ قلی قطب شاہ) کا مکمل دیوان نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے اور کتب خانۂ آصفیہ میں اور ایک ضخیم کلیات اصناف سخن سے مملوٗ موجود ہے۔ جو قطب شاہی خاندان کا شاہی نسخہ ہے۔

اِن کے کلام کو اس لحاظ سے دیکھو کہ اردو شاعری کا سب سے قدیم تر نمونہ ہے، جو ہم تک پہنچا ہے۔ اس سے پہلے کا کوی شعر کم از کم میری نظر قاصر سے نہیں گزرا۔"

ان ہی دیوانوں سے یہ جواہر ریزے پیش کئے جاتے ہیں۔

پیا ہوں یں حضرت کے ہت آب کوثر　　　توشاہاں اُپر مجھ کلس کر بنایا

سدا تو مدح نبیؐ و علیؑ کہ کہتا ہے　　　معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بہ دست

خورشید کہ اُپر سے ہے ابرو ہلال عید　　　اوس ابروان کو سجدہ کیا ہے وصال عید

اکتیس۳۱ سال حکومت کر کے ۱۰۲۰ھ ہجری میں اس دنیاے فانی سے منہ موڑ لیا۔ ترسٹھ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

سلطان محمدؐ قطب شاہ

سلطان محمدؐ قطب شاہ۔ فرزند محمد امین۔ محمدؐ قلی قطب شاہ کے بھتیجے داماد اور جانشین تھے ۱۰۰۱ھ سال ولادت ہے۔

سلطان موصوف کی پرورش و تربیت انھیں کے چچا نے کی اور ۱۰۲۰ھ ہجری میں اپنے چچا کی وفات کے بعد گلکنڈہ کے بادشاہ ہوئے۔

جوان صالح، متقی، فیّاض، ذی مُروّت اور شاعر تھے۔ فارسی میں ظل اللہ اور ریختہ میں قطب شاہ تخلص کرتے تھے۔

آپ کا مکمل دیوان بھی نواب سالار جنگ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

پیا سانولا من ہمارا بھو لایا　　　نزاکت عجب سبز رنگ یں دکھایا

بکر ید عید آیا صلوات بر محمدؐ　　　آنند علم اجایا صلوات بر محمدؐ

اَن جانے میں جو انی گیا' پند نا سُنا　　قرآن اور حدیث سوں ترکیب کر کلام
سنہ ۱۰۳۵ ہجری میں اس دنیاے دنی سے کوچ کیا۔

سُلطان عبداللہ قطب شاہ

سلطان عبد اللہ قطب شاہ بن سلطان محمدؐ قطب شاہ۔ سنہ ۱۰۲۳ھ
سال ولادت ہے۔ اپنے والد کی جگہ بارہ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھے۔
رونقی نے تاریخ جلوس کہی :

مزین شد جہانے از جلوس شاہ عبداللہ
۱۰۳۵ھ

علم و ہنر کے بڑے قدر دان تھے۔ برہان قاطع' جو فارسی لغت
کی بڑی مستند کتاب ہے، اسی بادشاہ کے نام سے تالیف ہوی اور
مؤلف کی خوب قدر افزائی کی گئی۔ خود بھی شاعر اور صاحب دیوان
تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے :

گفتم کہ خال و زلف کیا ہے سو بول مُنجکو　　گفتا کہ زلف دامت ہور خال سو ہے دانہ

اے پری پیکر ترا مُکھ آفتاب　　دیکھتا ہوں تو ہے نا مجہ میں تاب

قند اور نبات گلتا ہے اجھوں　　دے نہ سک تیرے مٹھے لب کا جواب
(از گل رعنا)

محرم سنہ ۱۰۸۳ ہجری میں انتقال کیا۔

ولی

ولیؔ تخلص۔ ولی اللہ نام۔ شمس الدّین لقب۔ اورنگ آباد دکن
مولد۔ (تخمیناً) سنہ ۱۰۶۹ ہجری سال ولادت ہے۔
یہ وہی ولی ہیں جو اب تک اردو کے بادا آدم کہے اور
مانے جاتے ہیں۔

ان کے سال ولادت اور مولد کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ آزاد نے اِنھیں گجرات کا اور میر محمد تقی میرؔ نے اپنے تذکرے میں اورنگ آباد کا باشندہ بتایا ہے۔ مؤلف محبوب الزمن اور احسنؔ مارہروی، مرتبۂ کلیات ولی بھی اُنھیں اورنگ آبادی ہی قرار دیتے ہیں۔ اِن کے دکنی ہونے اور گجراتی نہ ہونے کے ثبوت میں اِنہیں کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے۔

ولی ایران و توراں میں ہے مشہور اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

یہ بھی صحیح طور پر تحقیق نہیں ہے کہ یہ کس خاندان سے ہیں۔ مصنف آب حیات نے علامہ وجیہ الدین علوی کی نسل سے بتایا ہے۔[۵]

مؤلف محبوب الزمن کا بیان ہے کہ ولی بیتس برس کے سن میں تحصیل علم کے لئے گجرات گئے اور مدرسہ احمد آباد گجرات میں ضروری تحصیل کی۔ سنی المذہب تو تھے ہی چند روز کے بعد نورالدین محمد صدیق سہروردی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر احمد آباد کے ایک بزرگ زادے سید ابوالمعالی کے ہمراہ بزرگان دین کی زیارت کے لئے دہلی اور سرہند گئے۔ دہلی میں شاہ سعد اللہ گلشن سے ملے اور اُن کو اپنا کلام سنایا۔ یہ طریقۂ نقشبندیہ کے ایک نامور بزرگ اور بڑے پُرگو شاعر تھے۔ نکات الشعراء میں لکھا ہے کہ "میاں صاحب فرمود ایں ہمہ مضامین فارسی، کہ بیکار افتادہ اند، در ریختۂ خود بکار بہ بر

۵۔ "علامہ وجیہ الدین کا خاندان گجرات میں اپنے فضل و کمال اور فیض رسانی کے لحاظ سے بہت معزز و ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ گجرات پر مغلوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد اچھے اچھے گھرانوں کے لوگ پریشان ہو کر بیجاپور، احمد نگر، برار اور برہان پور چلے گئے۔ ان ہی نقل مکان کرنے والوں میں شاہ اسداللہ، علامۂ وجیہ الدین کے پوتے بھی تھے، جنھوں نے بیجاپور میں بود و باش اختیار کی تھی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ولی کو علامہ وجیہ الدین کے خاندان سے نسبت تھی تو کیا عجب ہے کہ یہ شاہ اسداللہ سے کوئی واسطہ رکھتے ہوں"۔ (گل رعنا)

از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت "۔

"گل رعنا" میں لکھا ہے کہ ولی، محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں دہلی آئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں اُن کا جی لگ گیا تھا؛ چنانچہ اُن کا یہ شعر اِس کا شاہد ہے:

دل وَلی کا لے لیا دِلّی نے چھین　　　جا کہو کوئی محمد شاہ سوں

آخر اورنگ آباد واپس چلے آئے۔ اور یہاں ۱۱۴۱ہجری میں شہدائے کربلا کے حال میں ایک مثنوی "دہ مجلس" لکھی۔ اُس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال　　　تھا گیارہ سو پہ اکتالیسواں سال
کہا ہاتف نے یو تاریخ مقبول　　　وَلی کا ہے سخن حق پاس مقبول

مولانا آزاد اور مؤلف گل رعنا لکھتے ہیں کہ ولی نے تصوف میں ایک رسالہ "نور المعرفت" تصنیف کیا ہے جس میں اُنھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نور الدین محمد صدیقی کے مریدوں کا خاکِ پا اور سعد اللہ گلشن کا شاگرد ہوں۔

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے:

نہ پوچھو عشق میں جوشش و خروشِ دل کی ماہیّت
بہ رنگِ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

خبرداری سے اس معشوق کے کوچے میں جا اے دل
کہ اطراف حرم میں ہے ہمیشہ ڈر حرامی کا

دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی　　　ہوشِ عاشق رمِ غزال ہوا

صنم کے لعل پر وقتِ تکلّم　　　رگِ یاقوت ہے موجِ تبسّم

زندگی جامِ عیش ہے لیکن　　　فائدہ کیا اگر مدام نہیں

گنا ہونکے سیہ نامے سے کیا غم اس پریشاں کو جیسے وہ زلف دست آویز ہو روز قیامت میں

کیا غم ہے اُس کو گرمی خورشید حشر سے بخت سیاہ جس کے سر اوپر ہے سائباں

اور مجھ پاس کیا ہے دینے کو دیکھ کر تجھ کو رو ہی دیتا ہوں

غرورِ حسن نے تجھ کو کیا ہے اِس قدر سرکش کہ خاطر میں نہ لاوے تو اگر تجھ گھر ولی آوے

دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے زخمی ہے شکار کیونکہ جاوے

دشمنِ دیں کا دین دشمن ہے راہ زن کا چراغ رہزن ہے

کہاں ہے آج یا رب! جلوۂ مستانۂ ساقی کہ دل سے تاب جی سے صبر سر سے ہوش لیجاوے

جلد چل ٹک عشق کی رہ میں کہ تا پہنچے کہیں کاہلی کو رہ نہ دے سالک کہ منزل دور ہے

غنیمت بوجھ ملنے کو ولی کے نگاہِ پاک بازاں کیمیا ہے

ولی ۱۱۵۵ھ ہجری میں بمقام احمد آباد واصل بہ حق ہوئے۔ اور وہیں دریا خان کے گنبد کے سامنے سپرد خاک کئے گئے۔

داؤد

داؤد تخلص۔ مرزا داؤد نام۔ اورنگ آباد مولد۔ سال تولد معلوم نہ ہوا۔

اپنے زمانے کے فضلا اور شعرا کی خدمت میں تعلیم و تربیت پائی۔ آصفی نے لکھا ہے کہ شعر میں ولی کا تتبع کرتے

تھے؛ چنانچہ خود بھی جا بہ جا اس طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً:

کہتے ہیں سب اہلِ سخن اِس شعر کو سُن کر   تجھ طبع میں 'داؤد' ولی کا اثر آیا

ان کا ایک چھوٹا سا دیوان بھی ہے، جس میں تقریباً پانچ سو اشعار ہیں. منتخب کلام کا نمونہ یہ ہے:

قانونِ شفا نطق میں ہے یار کے موجود   اے دل نہ ہو محتاج طبیباں سے دوا کا

مجھ بزم میں رقیب عبث سرکشی نہ کر   شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجھ سوزِ آہ کا

دستِ رنگیں کو دیکھ کر تیرے   رنگ مہندی چھپا ہے پاتوں پات

مرا احوال چشمِ یار سے پوچھ   حقیقت درد کی بیمار سے پوچھ

اے زاہداں! اُٹھاؤ جبیں کو زمیں سے   جو سرنوشت ہے اُسے کاں تک مٹاؤ گے

داؤد ۱۱۶۸ھ ہجری میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ لچھمی نراین شفیق نے تاریخ رحلت کہی ہے:

بلبل گلزار معنی طوطیٔ رنگیں بیاں   از غم آباد جہاں بگزشت چوں تیر از کماں

مصرعِ تاریخ نوشتش گفت بامن ہاتفے   گو "برفتہ میرزا داؤد فانی از جہاں"

۱۱۶۸

سراج

سراج تخلص. میر سراج الدین نام۔ اورنگ آباد مولد. سال ولادت معلوم نہ ہوا.

اورنگ آباد کے صحیح النسب سادات میں سے ہیں۔

اور وہیں نشو و نما اور تعلیم و تربیت پائی۔

مصنف گل رعنا کا بیان ہے کہ "میر محمد تقی میر نے نکات الشعرا میں اور میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ

سراج سید حمزہ کے شاگرد تھے"۔ مگر اس کی تصدیق اہل دکن نہیں کرتے۔ خود سراج نے فارسی کے دیوانوں کا انتخاب کیا ہے، اُس کے دیباچے میں کچھ اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ اُن میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

عالمِ شباب ہی میں، سراج کی طبیعت میں جذب کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ سات سال تک سر و پا برہنہ حضرت برہان الدین غریب قدّس سرہُ العزیز کے روضے کے گرد گشت لگاتے تھے۔ اور مستی کے عالم میں فارسی اشعار کہا کرتے تھے۔ سات برس کے بعد سیّد عبدالرحمٰن چشتی (متوفی ۱۱۶۱ھ) کے ہاتھ پر طریقۂ چشتیہ میں بیعت کی۔ مدتوں مرشد کی صحبت سے فیض اٹھاتے رہے۔ اپنے پیر بھائی، عبدالرسول خان کی تحریک سے ریختہ کی طرف توجہ کی اور پانچہزار اشعار کا ایک دیوان مرتب کیا۔ اس کے شایع ہوتے ہی دکن میں اُن کی شاعری کا چرچا ہوگیا۔ اور سب نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ دکن میں ولی کے بعد سراج کے پایہ کا کوئی شاعر نہیں۔

فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ خوش فکر شاعر تھے۔ شعروں میں درد ہوتا تھا۔ صاحب سلوک اور پاکیزہ مشرب بزرگ تھے۔

آخر عمر میں شعر گوئی ترک کر کے بالکلیہ تزکیہ نفس میں مشغول ہوگئے۔ ہر ہفتہ ایک مجلس سماع منعقد کرتے تھے، اُس میں شہر کے علما، اور مشایخ اور ہر طبقے کے لوگوں کو شرکت کا اذنِ عام تھا۔ اِس مجلس میں اُنھیں کی غزلیں گائی جاتی تھیں۔

ایک انتخاب دیوان شعراء فارسی، ایک دیوان فارسی اور ایک ریختہ آپ کی یادگار ہیں۔ دونوں زبانوں کے کلام کا انتخاب ذیل میں درج ہے:

کلام فارسی:

گل بے رنگ حقیقت کہ بہ دامانم بود   ہمچو اشک از مژۂ خویش چکیدہ دیدم

نماز عشق اداکردنی است عاشق را   خوشم کہ دست زجان شستم و وضو کردم

آتشے در دلِ واسوختہ افتاد سراج   باز سیماب زخاکستر اکسیر چکید

کلام ریختہ:

ڈورے نہیں ہیں سُرخ تری چشم مست کے   شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانا   کہاں سراج، کہاں آفتاب عالم تاب!

مجھ نگینِ داغ دل پر نقش ہے حرف وفا   عشق کی اُمت میں ہوں مُہر نبوت کی قسم

نہ پوچھو خود بہ خود کرتا ہوں تعریف اسکی قامت کی   کہ یہ مضمون مجھ کو عالم بالا سے آتے ہیں

یاد رکھ اے دلِ خوں گشتہ کہ جوں تکمۂ لعل   جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

خبرِ تحیرِ عشق سُن نہ جنوں رہا نہ پری رہی   نہ تو تُو رہا، نہ تو میں رہا، جو رہی سو بےخبری رہی
شہِ بےخودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی   نہ خرد کی بخیہ گری رہی، نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا   مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہیں، سو ہری رہی
ترے جوشِ حیرتِ حُسن کا اثر اس قدر سے یہاں ہوا   کہ نہ آئینے میں جِلا رہی، نہ پری میں جلوہ گری رہی
کیا خاک آتشِ عشق نے دلِ بے نوائے سراج کو   نہ خطر رہا، نہ حذر رہا، جو رہی سو بےخطری رہی

روز جمعہ ۴ شوال ۱۱۷۷ ہجری کو سراج جادہ پیمائے عالم بقا ہوئے۔
میر اولاد محمد ذکاؔ نے یہ تاریخ کہی:

چراغ دودۂ آلِ عبا سراج الدین | کہ بود روشن ازو محفل سخن دانی
نمود چارم شوالؔ وصبح آدینہ | بہ شمع انجمن عمر دامن افشانی
زتیرہ بزم جہانِ فنا بہ دارِ بقا | فروغ ناصیۂ خویش کرد ارزانی
کشید شعلۂ تاریخ سر زطبع ذکا | سراج بزم ارم را نمودہ نورانی

۱۱۷۷ھ

ہاشمی

ہاشمی تخلص۔ شاہ ہاشم نام۔ بیجاپوری الاصل۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہوی۔

مادرزاد نابینا اور علی عادل شاہ والی بیجاپور (۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ ہجری) کے زمانے کے شاعر تھے۔ ان کی ذکاوت و ذہانت مشہور تھی۔ ہندی میں شعر کہتے تھے۔ کلام میں اثر، رنگینی اور شگفتگی ہوتی تھی۔ قصۂ یوسف و زلیخا انھوں نے دکنی زبان میں منظوم کیا ہے۔ بہت خوب اور مشہور ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

رضا گر مجھ کو دیتے ہو کرونگی گھر میں جا دارو | اگر مجھ ہو دیگی فرصت صبح پھر آونگی چھوڑو
اگر کوی آکے دیکھیگا تو دل میں کیا کہیگا وہ | مجھے بدنام کیا کرتے اجی میں جاونگی چھوڑو

۱۱۹۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ لیکن محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "ہاشمی علی عادل شاہ والی بیجاپور کے عہد کے شاعر تھے"۔ چونکہ بادشاہ موصوف نے ۹۸۸ھ میں انتقال کیا۔ اس لئے یہ سال رحلت (۱۱۹۰ھ) غلط معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ۹۹۰ھ ہجری ہو۔

فتوّت

فتوّت تخلص۔ خواجہ عنایت اللہ نام۔ فرزند نواب لشکر جنگ۔ اورنگ آباد مولد۔ سال ولادت نہ معلوم ہوا۔

اپنے زمانہ کے علماء سے عربی اور فارسی تحصیل کی۔ شاعری اور انشا پردازی میں بھی کمال پیدا کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اس فن میں سید سراجؔ اورنگ آبادی کے شاگرد تھے:

فارسی کلام ملاحظہ ہو:

آتشِ ہجر تو اے ظالم نفس در سینہ سوخت — دل بہ یادِ اختلاط و اُنست دیرینہ سوخت

کراماتِ نگاہِ مست او از چشم خود دیدم — ہمیشہ بوئے مے می آید از خاکِ شہید اَلسَش

اردو اشعار کا نمونہ یہ ہے:

کھلے ہیں داغ سب دل کے گلستاں اسکو کہتے ہیں — مرا ٹکڑے ہوا سینہ خیاباں اسکو کہتے ہیں

بزم سے شعلہ صفت گردہ زرہ پوش اُٹھے — دل سوزاں سے مرے آہ شرر جوش اُٹھے

دور میں اس ساقی کیفی کے مے نوشوں میں ہم — مدتیں گزریں کہ ہیں مشہور مدہوشوں میں ہم

یہ سبک روحی تجھے معلوم ہے بادِ صبا — خاک پر جوں نقش پا ہیں خانہ بر دوشوں میں ہم

باغ میں جا خوب روئے تاک کے سائے تلے — دل کو آخر گم کئے انگور کے خوشوں میں ہم

اس لب لعل کا گر عکس پڑے آنکھوں میں — دانۂ اشک مرا جوں گلِ مرجاں پھولے

یہ نہ معلوم ہوا کہ فتوت نے کب انتقال کیا۔
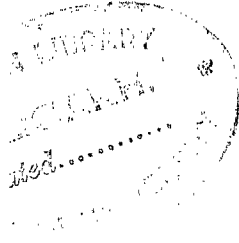
فصل دوم

وہ شعرا جو مختلف شہروں سے دکن میں آئے اور یہیں کے ہو رہے

مِنّت

مِنّت تخلص۔ میر قمرالدین نام۔ قصبۂ سونی پت (از مضافات دہلی) مولد۔ سال ولادت (تخمیناً)[1] ۱۱۵۹ھ ہجری ہے۔

مِنّت نے دہلی میں نشو و نما پائی۔ تحصیل علم کے بعد حضرت مولانا فخرالدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ دہلی میں جب تک رہے سنی المذہب تھے۔ لکھنؤ جاکر شیعہ ہو گئے۔ اور امرائے لکھنؤ کی مدح میں قصائد کہہ کر بیش بہا عطیّات پائے۔ پھر کلکتّے گئے۔ گورنر جنرل کی تعریف میں قصیدہ پیش کیا اور ملک الشعراء کا خطاب پایا۔

۱۲۰۰ھ ہجری میں حیدر آباد آئے۔ حضور نظام نظام علی خان والی حیدر آباد دکن (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ ہجری) کے حضور میں قصیدہ پیش کیا۔ اس کے صلے میں دس ہزار روپیہ کا گراں قدر عطیہ' جو نقد و جنس پر مشتمل تھا' اور دو سو روپیہ ماہوار کا منصب عطا ہوا

پھر ایک طویل سیر و سفر کے بعد دوبارہ لکھنؤ پہنچے اور راجہ ٹکیت رائے کے مصاحب ہو گئے۔ چند روز کے بعد پھر کسی کام سے کلکتے گئے۔ وہیں ۱۲۰۸ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اُس وقت اُن کی عمر اُنچاس سال کی تھی۔ یہ روایت کہ اُنھوں نے لکھنؤ میں

---

[1] مؤلف گلشن بے خار نے لکھا ہے کہ انتقال کے وقت منت کی عمر انچاس سال کی تھی۔ مؤلف محبوب الزمن کہتے ہیں کہ اُن کا انتقال ۱۲۰۸ھ ہجری میں ہوا۔ اس حساب سے انکا سال ولادت ۱۱۵۹ھ ٹھیرتا ہے۔

وفات پائی بالکل غلط ہے:

انھوں نے ذیل کے اشعار میں اپنی تصنیفات کی تعداد بتائی ہے:

درین عمر دہ مثنوی گفتہ ام ۔ بہ آئین و طرز نوی گفتہ ام

چو اشعار من در عدد می رسد ۔ شمار قصائد بہ صد می رسد

بود شعر من در غزل سی ہزار ۔ ز یا نصد رباعی گرفتم شمار

فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ نثر میں ایک کتاب بنام شکرستان، سعدیؒ کی گلستان کی طرز پر لکھی ہے۔ کبھی کبھی ریختہ میں بھی فکر فرماتے تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

اِس آنے کا کیا لطف ہے پیارے ۔ ہر دم جو کہو کہ جائینگے ہم

گر اُس لبِ جاں بخش کی میں بات سناؤں ۔ عیسےٰ بھی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤں

قدم رکھ گیا کون سینہ پر اپنے ۔ گلِ داغ میں آج منہدی کی بو ہے

مِنّت ایسے کو دل دیا تو نے ۔ اے مری جان! کیا کیا تو نے

مدّعی اُس سے سخن ساز بہ سالوسی ہے ۔ پھر تمنّا کو یہاں مژدۂ پابوسی ہے

بیان

بیانؔ تخلص۔ خواجہ احسن اللہ نام۔ دہلی مولد۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

بیان نے مرزا جان جاناں علیہ الرحمہ سے تعلیم پائی اور آپ ہی سے مشق سخن کی۔ حضرت مولانا فخر الدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدّس سرّہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی فرماں روائے دکن (۱۱۷۵ تا ۱۲۱۸ ہجری) کے عہد ریاست میں حیدر آباد آ گئے اور اپنی عمر کا آخری حصہ اِن ہی کی سرکار میں بڑی عزت سے گزار دیا۔

نیک خلقی، خوش طبعی اور پاک سیرتی کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

کوئی کسی کا بیاں آشنا نہیں دیکھا — سوائے اُس کے اِن آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا

مصلحت ترکِ عشق ہے، ناصح — لیک یہ ہم سے ہو نہیں سکتا

خانماں کچھ ہم بھی رکھتے تھے کبھو لیکن یہاں — اب یہی در ہے، یہی گھر، خانۂ اُلفت خراب

کہتا نہیں میں عرش پہ اے نالہ جا پہنچ — کانوں تلک تو اُس کے تو اے نارسا پہنچ

ہم سرگزشت کیا کہیں اپنی کہ مثلِ خار — پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

صاف مُنہ پر میں نہیں کہتا کہ ہو گا اُس کے پاس
ورنہ کیا واقف نہیں میں دل مرا ہے جس کے پاس

رسوا ابھی سے کرتی ہے اے چشمِ تر مجھے — آنا ہے اُس کی بزم میں بار دگر مجھے
آیا ہوں اُس گلی سے ابھی دم نہیں لیا — پھر لے چلا ہے یہ دلِ وحشی اُدھر مجھے

ہزاروں قصرِ جنّت کے برابر میں سمجھتا ہوں — اگر گردون دوں آسودہ زیرِ خاک رہنے دے
فرشتوں کی عبادت کا مصلّی ہے مرا دامن — اگر آلودگی دنیا کی اُس کو پاک رہنے دے

شبِ فراق کی دہشت سے جان جاتی ہے — یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات آتی ہے

۱۲۱۳ھ ہجری میں بمقام حیدر آباد دکن انتقال کیا۔ اُن کے شاگرد رائے گلاب چند نے تاریخ رحلت کہی " استاد از جہاں رفت"

لطف

لطف تخلص۔ مرزا علی خاں نام۔ سال ولادت اور دیگر حالات معلوم نہ ہوئے۔

ان کے اسلاف کا وطن استر آباد تھا۔ وہاں سے ہندوستان آئے اور دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ لطف کی نشو و نما دہلی ہی میں ہوئی اپنے زمانے کے علماء سے تحصیل علم کی، فاضل یکتا اور شاعر غرا ہوئے۔

دہلی سے بنگالہ گئے۔ وہاں سے نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ) کے عہد دولت میں حیدر آباد پہنچے۔ نواب موصوف اور اعظم الامراء دیوان دکن کی مدح میں قصائد پیش کئے۔ چار سو روپیہ ماہوار منصب اور ایک پالکی کے عطیہ سے سرفراز ہوئے۔ اعظم الامراء نے بھی بڑی قدر افزائی کی۔ جب میر عالم وزیر ہوئے تو انھوں نے از راہِ قدر دانی لطف کو اپنی مصاحبت میں رکھ لیا۔

سنا گیا ہے کہ لطف نے ریختہ گو شعرا کا ایک تذکرہ بھی لکھا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کا نام تک نہ معلوم ہوا۔

کلام کا یہ انداز ہے:

نہ پہنچی ضعف سے لب تک دعا ہی، ورنہ سدا   درِ قبول تو اس آرزو میں باز رہا

جو عمر خضر ہو شاید تو وصل ہووے نصیب   یہ زندگی جو تھی اس میں تو امتحان رہا

ساقی لگا دے خُم مرے مُنہ سے، کہ بار بار   احسان کون کھینچے سبو اور ایاغ کا

کیا کم ہے سلطنت سے سگ کوی یار گر   قانع ہو استخواں پہ ہمارے ہما کی طرح

ہے یہ بھی نئی چھیڑ، شب وصل میں دلدار، پوچھے ہے وہ کتنی رہی شب کچھ نہیں معلوم

لطف نے ۱۲۴۸ھ ہجری میں انتقال کیا۔

نصیر

نصیر تخلص۔ نصیر الدین نام۔ فرزند شاہ غریب دہلی وطن۔ سال ولادت معلوم نہ ہو سکا۔

آپ کے والد صوفی مشرب، گوشہ نشین تھے۔ درویشی کے باوجود امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ نصیر نے اپنے والد ہی کے سائے میں ناز و نعمت سے پرورش اور اپنے زمانے کے اساتذہ سے ضروری تعلیم پائی۔ حالانکہ تمام درسی کتابیں بھی ختم نہ کی تھیں، مگر فن شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ شاہ محمدی مائل سے تلمذ تھا۔ مگر آزاد کا بیان ہے کہ آپ نے شیخ قیام الدین قائم سے مشق سخن کی تھی۔ میر حسن کا قول ہے کہ شاہ قدرت اللہ کو کلام دکھاتے تھے۔ گلشن بنجار میں بھی ان کو قدرت ہی کا شاگرد لکھا ہے۔ دہلی کی تباہی کے بعد نصیر مرشد آباد جاکر وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں شاہ محمدی مائل اور شیخ قیام الدین قائم سے اصلاح لی ہو۔ اور مرشد آباد میں سکونت کے بعد شاہ قدرت اللہ کے شاگرد ہو گئے ہوں۔

دہلی سے ایک مرتبہ لکھنؤ اور تین بار حیدر آباد گئے اور وہاں سے دہلی آ گئے۔ چوتھی مرتبہ مہاراجہ چندو لال[1] بہادر دیوان

---

[1] مہاراجہ چندو لال کا خطاب "راجہ راجایان مہاراجہ بہادر" تھا۔ آپ قوم کے کھتری تھے۔ آبا و اجداد کا وطن پنجاب تھا۔ آپ کے پردادا کا نام مول چند تھا۔ یہ نواب آصف جاہ اول کے ساتھ حیدر آباد گئے تھے۔ آصف جاہ اول نے اُن کو کروڑگیری کے محکمہ کا افسر اعلیٰ مقرر فرمایا تھا۔ ان کے فرزند لچھمی رام اور پھر ان کے فرزند نانک رام اسی خدمت پر مقرر ہوتے چلے آئے۔ یہی نانک رام مہاراجہ چندو لال کے چچا ہیں۔ اُن ہی نے مہاراجہ کے والد کے انتقال کے بعد پرورش کیا۔ اور اچھی تعلیم دلوائی۔ نانک رام کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے لکھپت رای موروثی عہدے پر مقرر ہوئے (بقیہ صفحہ آیندہ پر)

دکن نے سات ہزار روپیہ زادِ راہ کا خرچ بھیجکر آپ کو دہلی سے حیدر آباد بلوالیا اور پچیس روپیہ یومیہ (ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار) مقرر فرمایا۔ بلدۂ حیدر آباد میں امرا و عماید سلطنت آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وہاں کے بہت سے شعرا نے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔

آپ آخر عمر تک حیدر آباد ہی میں مقیم رہے۔ آپ کی ذات میں بہت سی خوبیاں جمع تھیں۔ شعروں میں اکثر سنگلاخ زمین اختیار کرتے تھے۔ دقیق الفاظ کو اِس سلاست کے ساتھ باندھتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ بدیہ گوئی اور حاضر جوابی میں کمال حاصل تھا۔ مشاعرے میں بہت بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ کلام کا یہ نمونہ ہے:

زیبِ تن گو جیہ ہے گل پیرہنِ سُرخ ترا — لیکن انجام یہ ہوگا کفنِ سُرخ ترا
ہے مری آہ یہاں نخلِ گلستانِ خلیل — رخِ گلنار وہاں ہے چمنِ سُرخ ترا
سچ بتا تو مجھے سوفارِ خدنگِ قاتل — لہو کس کس کا پیے گا دہنِ سُرخ ترا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دو ہی برس کے بعد وہ سورگ باش ہوئے تو مہاراجہ چندو لال کو یہ خدمت ملی۔ مہاراجہ اچھی تعلیم یافتہ، ذہین، فہیم، محنتی، جفاکش، اپنی سرکار کے بہی خواہ، سرکاری کام میں حزم و احتیاط برتنے والے تھے اور ہر جزوی و کلی کام کو بذاتِ خود کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی کارکردگی سے دربارِ آصف جاہی میں رسوخ و نفوذ پیدا کرلیا۔ سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں کڑپہ وغیرہ ممالک مفتوحہ کا انتظام ان کو سپرد ہوا اور خطاب راجہ بہادر عطا ہوا۔ سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں پیشکاری جیسے عہدۂ جلیلہ پر ترقی کی۔ اس زمانے میں نواب منیر الملک وزیر تھے۔ ان کی وجہ سے سارا انتظام ملکی و مالی مہاراجہ کے ہاتھ میں آگیا۔ سنہ ۱۲۲۵ھ میں مہاراجہ بہادر کا خطاب، ہفت ہزاری منصب، نوبت، گھڑیال، جواہر گراں بہا اور جاگیر سے سرفرازی پائی۔ سنہ ۱۲۴۵ ہجری میں راجہ راجایاں کا خطاب ملا۔ اگرچہ عہدہ وہی پیشکاری کا رہا۔ مگر وزارت اور دیوانی کے تمام کام پر ان ہی کا قبضہ تھا۔ نواب منیر الملک صرف برائے نام خطاب و جاگیر رکھتے تھے۔

مہاراجہ کی داد و دہش اتنی زبان زدِ عام ہے کہ اس کے لکھنے کی چنداں حاجت نہیں۔ انتہا ہے کہ شمالی ہندوستان میں حیدر آباد چندو لال کا کہلاتا ہے کم و بیش پچاس سال تک پیشکاری کرنے کے بعد سنہ ۱۲۶۰ ہجری میں مستعفی ہو اور سنہ ۱۲۶۱ھ میں بیاسی برس کی عمر پاکر انتقال کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں طبع آزمائی کرتے تھے اور شاداں تخلص تھا۔
(ماخوذ از گل رعنا)

سقفِ فلکِ کہنہ میں کیا خاک لگاؤں — اے ضعفِ دل! اس آہ کا تھم اُٹھ نہیں سکتا
دل پر ہے مرے خیمۂ ہر آبلہ استاد — کیا کیجیے کہ یہ لشکرِ غم اُٹھ نہیں سکتا
ہر جا متجلّی ہے وہی پردۂ غفلت — اے معتکفِ دیر و حرم اُٹھ نہیں سکتا

نکلی تھی دمِ تیشہ زنی سنگ سے آواز — فرہاد یہ دشمن ہے تری جان کا لوہا

قدم نہ رکھ مری چشمِ پُرآب کے گھر میں — بھرا ہے نوح کا طوفاں حباب کے گھر میں

دیکھ لیتی جو اُٹھا کر ترے کیا ٹوٹتے ہاتھ — لیلیٰ ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری

دل کا کیا مول بھلا زلف چلیپا ٹھیرے — تیری کچھ گانٹھ گرہ میں ہو تو سودا ٹھیرے
جنبشِ لب پہ قیامت ہے کہ جی اٹھتے ہم — آج اک بات میں تم رشکِ مسیحا ٹھیرے

۱۲۵۴ھ ہجری میں اس جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ حضرت شاہ موسیٰ قادری رحمہ اللہ کے روضے میں، جو حیدر آباد دکن کے نامور مشایخ میں سے تھے، سپرد خاک ہوے۔ آپ کے ایک شاگرد نے "چراغ گل" سے تاریخ رحلت نکالی۔ ۱۲۵۴

مسرّت

مسرّت تخلص۔ شیخ وزیر علی نام۔ باشندۂ دہلی۔ سالِ ولادت معلوم نہ ہوا۔

شاعری میں عزت اللہ خاں عشق سے تلمذ تھا۔

۱۲۲۹ھ ہجری میں حیدر آباد گئے۔ چند سال وہیں مقیم رہے مہاراجہ چندو لال نے ان کے نام دو روپیہ روزانہ مقرر کر دیا تھا۔
یہ شعر ان ہی کا ہے:

اگرچہ روتے روتے کھوئیں آنکھیں   نہ رکھا دیدہ خوں بار پر ہاتھ

۱۲۵۷ھ ہجری میں عالم بقا کی راہ لی۔

عزلت

عزلت تخلص۔ میر عبدالعلی نام۔ فرزند سید سعد اللہ سلونی۔ وطن قصبہ سلون ملک اودھ سال پیدائش معلوم نہ ہوا۔

آپ شاہ پیر محمدؒ سلونی کے نواسے اور خود عالم جیّد اور فاضل متبحّر تھے۔

ابتدا میں اپنے والد سے تعلیم پائی۔ بڑے ذہین اور طبّاع تھے بہت جلد استعداد کامل پیدا کرلی۔ موسیقی اور مصوری میں بھی کمال پیدا کیا۔ بڑے ہوئے تو وطن سے حج کے لئے نکلے اِس فریضے سے فارغ ہوکر سورت آئے اور وہیں مقیم ہوگئے۔

پہلے فارسی کہتے تھے، بعد کو ریختہ کی طرف توجہ کی اور اُس میں ایسی ترقّی کی کہ اُستاد مانے جانے لگے۔ ۱۱۶۴ھ ہجری میں دہلی گئے۔ سُراج الدین علی خان آرزو اور میر محمدؒ تقی میرؔ سے ملے۔ میر صاحب نے اُن کے متعلق نکات الشعراء میں یہ رائے ظاہر کی ہے:

"نسبتے تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیبِ کلام شاں واضح می گردد کہ بہرہ بسیارے از دردمندی دارند۔"

دہلی سے مرشد آباد کا رُخ کیا۔ تھوڑی مدّت کے بعد دکن گئے اور اورنگ آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ نواب ناصر جنگ نظام الدولہ کا زمانہ تھا۔ انھوں نے از راہ قدر دانی تنخواہ مقرر کردی۔ اُن کی شہادت کے بعد حیدر آباد چلے آئے۔ نواب صلابت جنگ آصف الدولہ نے جاگیر میں دو گاؤں عطا فرمائے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

جلایا مصحفِ دل تو نے کیوں برقِ تغافل سے   جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آتا

سیہ روزی میں میری قدر کو احباب کیا جانیں　　اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانتا ہوگا

بجز رفاقتِ تنہائی آسرا نہ رہا　　سوائے بے کسی اب اور آشنا نہ رہا

سدھارے گل کہاں سونے پڑے ہیں گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلا کر آشیاں اپنے

خاطرِ یاراں میں ہے ہم خاکساروں کا غبار　　صاف ہے شکوہ دلوں میں کیا محبت خاک ہے

اے بلبل اتنی رو کے دعا ہر سحر تو مانگ　　حق تیری آہِ سرد چمن کی صبا کرے

سنہ ۱۱۸۹ ہجری میں انتقال کیا۔ حیدر آباد میں میر مومن کے دائرے میں دفن ہوئے۔

کرم

کرم تخلص۔ شیخ غلام ضامن نام۔ قصبۂ کوتانہ ضلع میرٹھ وطن۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔
حصولِ علم وغیرہ کے لئے کچھ دنوں دہلی میں مقیم رہے۔ پھر حیدر آباد چلے گئے اور برسوں یہاں سکونت پذیر رہے۔ اُن کا شمار بڑے شعرا میں تھا۔ پیرانہ سالی کے باوجود طبیعت میں شگفتگی اور ظرافت تھی۔ حکیم مومن خان دہلوی کے شاگرد تھے۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اشعار کا نمونہ یہ ہے:

تیرنا خوردہ شمار رشک سے کیا کیا تڑپا　　استخوانوں میں مرے دیکھ کے پیکاں تیرا

ہاتھ ہوویگا مرا اور ترا داماں ہوگا　　چاک جب صبح قیامت کا گریباں ہوگا

نسبت ہے میرے داغ سے کیا گُل کو عندلیب — گو آہِ سرد و بادِ سحر دونوں ایک ہیں
روزِ شمار جان شبِ ہجر کو کرمؔ، — نے شام اُسے، نہ اس کو سحر دو نو ایک ہیں

اے طفلِ اشک! دیکھ کے برباد کیجیو — ہر پارۂ جگر ورقِ انتخاب ہے

اُس کو شہرت کی تمنّا مجھے رسوائی کی — ہر کوئی آرزوئے نشو و نما رکھتا ہے

گھبرا کے لگے دیکھنے وہ اپنے بنا گوش — جب اشک مری آنکھوں کے دُر دانہ سی نکلا

افسوس ہے کہ کرمؔ کی تاریخ وفات نہ معلوم ہوئی۔

ممتاز

ممتازؔ تخلص۔ فضل علی نام۔ والد کا نام اور سالِ ولادت معلوم نہوا
آپ دہلی کے شیخ زادوں میں سے تھے وہیں پیدا ہوئے اور
نشو و نما پائی۔

پہلے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ حصولِ تعلیم کے بعد مرزا رفیع سوداؔ سے
مشقِ سخن کی اور بڑے شاعر ہوئے۔ آخر عمر میں دکن گئے تھے۔ تذکرۂ میر
حسن سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے۔ ایک مثنوی لاٹھی نامہ بھی لکھی تھی۔ جس
کے چند اشعار بطور نمونہ یہ ہیں:

ہوتی ہے دنیا میں جو کچھ تحفہ چیز — سب سے ہے ممتاز کو لاٹھی عزیز
کوچ و مقام اس کا ہے سب اپنے ہاتھ — جب کہیں چلیے، تو ہے بے عذر ساتھ
ہاتھ میں رکھتے ہیں اسے ہوشمند — ڈرتے ہیں سب اس سے درندادہ گزند
اتنا کم آزاد اور ایسا شفیق، — اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق
چوب نہیں، دل بر خوش خو ہے وہ — یار ہے وہ، قوّتِ بازو ہے وہ
اُس کے گھرانے پہ جو کیجے خیال — چھوٹے بڑے جتنے ہیں سب ذی کمال
کوئی تو ہے خامۂ معجز طراز — کوئی ستم گر ہے نے نغمہ ساز

کوئی تو ہے ہمسرِ تیغ و قلم — نام بزرگاں، بہ بزرگیِ علم
اس کے گھرانے کو بڑائی قدیم — دال ہے اعجاز عصائے کلیم،

غزلیات کا نمونہ یہ اشعار ہیں:

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا — ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

ڈروں میں کس لئے رنجش سے پیار میں کیا تھا — میں اب خزاں کو جو روؤں بہار میں کیا تھا
جفا سے یار نے کس طرح کردیا مایوس — اور اپنی خاطرِ امیدوار میں کیا تھا
ترے ہی واسطے آئے عدم سے ہم یاں تک — وگرنہ ہستیٔ ناپائدار میں کیا تھا

بال و پر توڑ کے جب تو نے قفس کو سونپا — وہیں آخر ہوئی صیاد رہائی کی ہوس
طالبِ وصلِ بتاں پھر بھی ہوا ہے ممتاز — دل میں باقی ہے کچھ اک داغ جدائی کی ہوس

ہمارے رونے میں دل سے بخار اُٹھتا ہے — کہ جیسے پانی کے چھڑکے غبار اٹھتا ہے
ہے ان دنوں دلِ نالاں فرنگ کا گھڑیال — رہے رہے کبھی آپ ہی پکار اٹھتا ہے

عشق میں عرض تمنّا مانع دیدار ہے — میرا ہی دستِ دعا منھ پر مرے دیوار ہے
دل کے لے جانے سے کچھ خاطر پر اپنے تو نہ لا — چپ تو رہ ممتاز پھر دیویگا آخر یار ہے

یاد اُس شوخ کی اس دل میں بھری رہتی ہے — لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں پری رہتی ہے
مت ہنر پر تو ہو نازاں مددِ بخت ہے شرط — قابلیت جو ہے ممتاز، دھری رہتی ہے

بے نیازی عشق کی وہ کچھ تمھارا ناز یہ
اُس کا کیا انجام ہوگا، جس کا ہے آغاز یہ

فصل سوم

وہ ریختہ گو شعرا جو مدراس میں پیدا ہوئے

نصرتی

نصرتی تخلص۔ محمدؐ نصرت نام۔ کرناٹک مولد۔ سالِ ولادت معلوم نہیں۔

صاحب محبوب الزمن نے لکھا ہے کہ نصرتی حاکم کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے، لیکن اُنھوں نے یہ نہیں بتایا کہ کس حاکم کے عزیز تھے اور کیا رشتہ تھا۔ اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ سنی المذہب اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمہ اللہ کے خاندان کے کسی بزرگ کے مریدوں سے تھے۔ متوکّلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ امرا کی مدح سے جو فتوحات انھیں حاصل ہوتیں اُن ہی سے اپنے ذاتی مصارف چلاتے۔ طبیعت میں داد و دہش بہت تھی۔ جو کچھ ملتا آدھا غریبوں اور فقیروں پر خرچ کر دیتے تھے۔

مدّت تک کرناٹک میں مقیم رہے۔ پھر دکن کی سیر کرتے ہوئے بیجاپور پہنچے۔ علی عادل شاہ کا عہد تھا۔ بادشاہ نے اُن کے نام بھاری منصب جاری فرمادیا۔

گلِ رعنا میں لکھا ہے کہ زبیری نے "بساتین السلاطین" بیجاپور میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرتی کی تصانیف میں گلشن عشق ایک مثنوی ہے، جس میں "منوہر کنور"

اور "مدمالتی" کے عشق کا قصہ نظم کیا ہے۔ دوسری کتاب شاہ نامۂ فردوسی کا ہندی جواب علی نامہ ہے، جس کو انھوں نے ۱۰۷۶ھ میں تصنیف کیا تھا۔ اس میں علی عادل شاہ کی فتوحات اور اس کے کارنامے نظم کئے ہیں۔ تیسرا مجموعۂ قصائد اور چوتھا دیوان ہے۔

علی نامہ بڑے پائے کی کتاب ہے۔ جس زمانے میں لکھی گئی ہے۔ ان دنوں اس کا بڑا چرچا اور رواج تھا۔ مگر آج کل اہلِ دکن بھی اسے دقیق سمجھتے ہیں۔ اسی کتاب پر بادشاہ نے نصرتی کو خلعت اور ملک الشعرا کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ دکن کے ہندی گو شعرا میں صرف یہی ایک ملک الشعرا ہوے ہیں۔

نصرتی کے کلام میں مضمون آفرینی کے ساتھ فصاحت اور شیرینی بہت ہے۔ علی نامہ کا یہ انداز ہے:

حمد

دھنی تو تجھ سے ہے مسجد و دیر کا نہیں ہے کوئی صلح ہور بیر کا
ترا دھیان دائم دھرے دل میں پور جتا جن و انسان وحشی و طیور
کتی کہہ سکے حمد کوئی بے شمار کہ دریا کوئی تیر جاتا ہے پار

منقبت

زہے بیشۂ لامکاں کا دلیر علیؓ ولی او خدا کا ہے شیر
محباں کے دل میں ترا جب یقیں جنم جگ ہے ایماں کوں حصن حصیں
تو اک کوٹ ہے برج جس کے تمام او بارہ اماماں علیہ السلام

مدح علی عادل شاہ

قلم آج جو مجھ جہاں گیر ہے صفت شہ کی لکھنے کی تاثیر ہے
ہر اک دیپ تجھ دیپ آنا ضرور کہ سب ملک اندھار اُدکن ہے نور
ترا چتر خورشید کا سائباں منگے تجھ علم کا پناہ آسماں

مذمت طمع

طمع اہلِ عزّت کوں کرتی ہے خوار کرے جگ میں بے قول و بے اعتبار

طمع نام و ناموس کا کال ہے — طمع جیوں کو سکہ کے بھونچال ہے
طمع بخت سے چھین ہونداکرے — طمع ساؤ کو نت کلونداکرے

خاتمۂ کتاب

سخن کا بڑا قدر ہے شہ کے پاس — کہ جوہر پرکتا ہے جوہر شناس
کتا ہو سخن مختصر بے گمان — کہ یو شاہ نامہ دکن کا ہے جان

نصرتی کے اشعار کا یہ رنگ ہے:

ناداں سے نصیحت کے بچن بول نکو — پانی منے کھاری تو شکر گھول نکو
تجھ عشق کے دریا منے جن تیر گیا ہے — وہ گوہر مقصود کماں کر سو لیا ہے

ملک الشعرا نصرتی نے سنہ ۱۰۹۵ ہجری میں کارکنان قضا کو اپنی جان سونپ دی۔

ممتاز

ممتاز تخلص۔ غلام حسین نام۔ عمدۃ الامراء معین الملک اسد الدولہ حسین علی خان بہادر ذوالفقار جنگ سپہ سردار خطاب۔ فرزند نواب والا جاہ فرماں روائے کرناٹک۔ مدراس مولد۔ محرم سنہ ۱۱۶۱ ہجری (مطابق سنہ ۱۷۴۸ء) سال ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجری) کے خلف اکبر تھے درسی کتابیں اساتذۂ سرکاری سے ختم کیں۔ طبیعت بہت موزوں پائی تھی۔ اردو میں شعر کہتے تھے۔

عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ دہلی کی پیشگاہ سے خطابات مذکورۂ بالا کے علاوہ منصب ہفت ہزاری ذات و ہفت ہزار سوار و خلعت فاخرۂ ملبوس خاص معہ جیغہ و سرپیچ و ماہی مراتب و پالکی جھالر دار عطا ہوئے۔

نواب والا جاہ بہادر نے سنہ ۱۲۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۷۹۵ء میں انتقال فرمایا۔ ان کے بعد آپ مسند آرائے کرناٹک ہوئے۔

جناب ممتاز کا ذکر کسی تذکرے میں نہیں ہے۔ جو کچھ یہاں تحریر

ہوا ہے تزک والا جاہی سے مختصراً لیا گیا ہے۔ آپ کے قلمی دیوان سے ذیل کے منتخب اشعار درج کئے جاتے ہیں:

یارب! یہ تماشا ہے عجب بوالعجبی کا
اُمّی ہے مُدرّس ترے علم وہبی کا

لخت دل منہ سے نکلتے ہیں ابھی بات کے ساتھ
پوچھ مت رازِ صبا! غنچہ کی خاموشی کا

تدبیر سے وہ مِٹ نہیں سکتا ہے زینہار
جو کچھ قلم نے دفترِ تقدیر پر لکھا

جسمِ آدم تین عنصر سے نہیں حاصل ہوا
آگ جب دل میں پڑی تب آدمی کامل ہوا

خلقتِ انساں کے آگے سے ہے عاشق کا ظہور
جب لگے آدم بنانے کو تو پہلے دل ہوا

ہے خار پا مجھے انگشت راہبر اے خضرؑ
نہیں ہوں تجھ سے میں محتاج رہنمای کا

ہے اپنے دل میں عشق رخِ گل عذار کا
باندھا ہے ہم نے گانٹھ میں موسم بہار کا

مے مدرسے میں خوار ہے مے خانے میں کتاب
حرمت کہیں کسو کی نہیں قدر داں سے دور

سجدہ کروں یہ نقشِ قدم پاؤں جس طرف
تیری ہے یہ نماز، خدا کی جدا نماز
بحر کرم کا جوش نہیں منحصر بہ زہد
کیا چیز ہم ہیں، اور ہماری ہے کیا نماز

نامہ بر آگاہ جب ہووے تو نامہ کیا ضرور
نامۂ حق تھا پیمبرؐ کو زبانِ جبرئیل

دل جو کہتا ہے سو کرتا ہوں، ملامت نہ کرو
ساتھ میں مرشد کامل کو لیئے پھرتا ہوں

دوست ہوتا ہے جہاں میں ایک جیون ذاتِ خدا وہ تو ناداں ہیں جو کرتے ہیں شمارِ دوستاں

مجھ سے نہ رکھیو کوہ کنی کی کبھی امید میں حالِ بے وفائی شیریں شنیدہ ہوں

شراب خواری کو شیخ اس سوا پناہ نہیں نمک ملا کے پیو مے تو کچھ گناہ نہیں

جب سے آدم کو کیا ابلیس بے جرم آشنا آدمی تب سے گنہ کرنے میں بے تقصیر ہے

جان کر اپنے کو نادان بننا ممتاز یہ ہی اک وقت میں اک طرح کی دانائی ہے

شیخ کو تقوے عوض باغ ارم چاہیئے یہاں تو خداوند کا فضل و کرم چاہیئے

شراب ہو چکی، مینا مے سے بو نہ گئی ہمارے دل سے جوانی کی آرزو نہ گئی
اسے بھی لے کے ڈبونا تھا خضر اپنے ساتھ بھلا ہوا کہ سکندر کی آبرو نہ گئی

اے دل! وہ خیر محض ہے اس سے نہ ہو بدی دوزخ سے تو نہ ڈر یہ ڈرانے کی بات ہے

ہیں مری نظروں میں یکساں اس چمن کے خوب و زشت
چشمِ وحدت بین میں جیسا گُل ہے ویسا خار ہے

گفتگوی حشر کا یارب کہاں ہم کو دماغ کاغذِ تصویرِ جاناں نامۂ اعمال ہے

ہے چشمِ آئینہ کا ہنر عیب دیکھنا ممتاز اپنی آنکھ بہت عیب پوش ہے

خدا سے بھی جو زباں پر سوال آتا ہے تو چہرے پر عرق انفعال آتا ہے

یا خدا. بندہ سے بھی بندہ کو ٹک ڈر چاہئے — بدترینِ خلق دنیا میں دلِ بے باک ہے

نہ اُٹھ سکا تری چھاتی سے یہ پہاڑ آخر — میں یوں نہ تھا نہ تھا فرہاد کام بھاری ہے

کیسے جینا بھی اے خضرؑ! کچھ رکھے ہے مزہ — یہ زندگی ہے تری یا نفس شماری ہے!

نسبت نازک ہے ان دونوں میں اے ہمنازہ جانؔ — انتہائے دشمنی ہے ابتدائے دوستی

برنگِ سرو جو آزاد ہو رہا ہو اُسے — زمیں نہالی ہے اور آسماں رضائی ہے
نشانہ سنگِ بلا کا ہے میوہ دار درخت — بھلائی کا ثمر اِس باغ میں بُرائی ہے

جمع میں افراد ہیں خود جمع فرد — جو ہے تیرا شاہد توحید ہے

ظاہر ہے چشمِ اہلِ بصیرت میں اب تلک — لیلیٰ کی شکل قیس کی سنگِ مزار ہے

بسمل جو کرے ہماری تقلید — بے تابیِ دل کہاں سے لائے

جو سمجھے غنچۂ دل اپنی آہ سرد کی قدر — نسیم صبح سے پھر ہرگز التجا نہ کرے

بدنام بُت پرستی سے کرتا ہے کیوں مجھے — اے شیخ! تیرا سبحہ بھی زنّار دار ہے

سجدہ کرتے ہیں آدمی کو ملک — بندگی میں ہمیں خدائی ہے

غم کو فرہاد، عیش کو پرویز — یہ خدائی کا کارخانہ ہے
دل کا لے درد! نام مت لینا — میرے صاحب کا یہ ٹھکانہ ہے

امتحاں یہ خدا کا ہے ایوبؑ عشق کا زور آزمانا ہے

حق سے ممتاز کو ہے نظمِ امورِ عالم نظمِ اشعار سے ہو کیونکہ سروکار مجھے؟

کہتے ہیں کہ یوسفؑ کو زلیخا نے لیا مول معشوق جو بکتے ہوں تو ہم کو بھی دلا دے!

جناب ممتاز نے سات برس حکومت کرنے کے بعد پچپن سال کی عمر میں ۳۰ ربیع الاول ۱۲۱۶ھ ہجری مطابق ۱۸۰۱ء کو وفات پائی۔

نادر

نادرؔ تخلص ہے۔ نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہوا۔ نوابؔ عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب، نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) کے عہد کے شاعر اور آپ کی سرکار میں ملازم تھے۔ فنّ شاعری میں شاہزادہ مرزا علی بخت اظفری تیموری گورگانی سے تلمذ تھا۔ ۱۲۲۹ھ ہجری میں نواب رحمت مآب کے زمانۂ ریاست میں نادرؔ نے ایک مثنوی رشکِ قمر و مہ جبین لکھی تھی۔ اُس میں نواب موصوف کی، نواب بیگم صاحبہ اور آپ کے دونوں فرزند، نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب اور نواب عظیم جاہ بہادر غفران مآب کی تعریف کی ہے اور اپنی فلاکت و خستہ حالی کا اظہار کرکے نواب صاحب اور نواب بیگم صاحبہ سے شاہانہ امداد طلب کی ہے۔ نیز اُس وقت جو علما، مشائخ امرا اور شعرا موجود تھے اُن میں سے بعضوں کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی کے چند اشعار بطور نمونہ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

حمد

عجب صانعِ کار پرداز ہے بری عقل سے اس کا ہر راز ہے
حنا کو رکھا برگ کے رنگ میں دکھا لعل کو شیشۂ سنگ میں

مناجات

مری دو جہاں میں تو رکھ آبرو — رہوں سرخ رو سب کے تا روبرو
مجھے خضرؑ کا کر تو قائم مقام — رہوں آبِ حیواں سا دایم مدام
چمن سے جہاں کے مجھے دے ثمر — مجھے بحرِ مقصد سے کر بہرہ ور
مری مثنوی کو تو گلزار کر — تو بلبل سا ہر دل گرفتار کر

نعت

ادب سے یہاں آ، ارے ساقیا! — درود اور صلوات کہ جا بجا
صراحی بنا گل کی، غنچہ کا جام — شراب طہورا سے ہے مجھ کو کام
کہ جس نشہ سے مجھ کو ایسا ہو جوش — کروں یادِ احمدؐ سے ہر دم خروش
کلیدِ خزانہ ہے اسرار کا — وہ دیوان ہے حق کے دربار کا
وہ ہے سرورِ لشکرِ انبیاؑ — وہ ہے شاہِ اقلیمِ ہر دو سرا
وہی بیج ہے اور شاخاں ہیں کُل — اسی باغِ عظمت کے سب ہیں گُل

ملک العلماء مولانا عبد العلی بحر العلوم قدس سرہٗ کا ذکر

جو مولانا عبد العلی تھے وہاں — صفت اُن کی کرتے تھے کرّوبیاں
وہ مجذوب و سالک کا تھا پیشوا — وہ گم راہ و فاسق کا تھا رہ نما

مدح نواب

کروں یوسفِ حسن کا کیا بیاں — بیاں لا بیاں ہے، اے کنعانیاں!
کروں حسن کو اُس کے گر کچھ رقم — تو معشوق دل ہووے میرا قلم
جو چہرہ کا سایہ تھا اُس شاہ کا — وہ داغِ جگر ہو گیا ماہ کا
تھی یوں ریش چہرہ پہ نوّاب کے — گویا ہالہ تھا گردِ مہتاب کے

در شکایت فلک

اے صیّادِ دورِ فلک بد گہر! — قفس سے مجھے غم کے آزاد کر
تھا میں عیش کے پھول سے یارِ غار — ہوں اب خارِ غم سے بہت خوار زار
ہے لالہ سا اِس غم سے دل داغ داغ — مجھے چھوڑ، تا میں رہوں باغ باغ
کسی پر ستم یوں ہوا ہے کہیں، — ہے یہ بے مناسب، مناسب نہیں
مجھے قید کرنا ستم ہے ستم — مرے حال پر تو کرم کر، کرم،

اشعار متفرق

مجھے عید یاد آئی یادش بخیر! نہایت خوشی لائی' یادش بخیر!

وہی ہے شجاعت کے گلشن کا گُل وہی ہیگا انگورِ بخشش کا مُل

نہ اُس کو تھی دختر نہ فرزند تھا کمال اس کا وہ آرزومند تھا

ہیں باغ جہاں میں ہوں بس خوار تر تناور شجر ہوں' مگر بے ثمر

سخاوت سے بر آوے مقصد تمام سخاوت سے حل ہووے مشکل کا کام

دعائے فقیراں ہے رحمِ خدا قدم ان کا کرتا ہے ردِّ بلا

یہ شیشہ کو اور جام کو توپٹک خدا واسطے' تو یہاں سے سٹک

ارے ساقی! امید کا جام دے دلا رام مے سے تو آرام دے

یہ نہیں معلوم ہوا کہ نادر نے وفات کب پائی۔
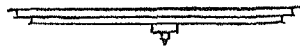
باب سوم

وہ فارسی گو ایرانی شعرا جو شمالی ہند سے دکن آئے اور چند روز مقیم رہ کر واپس چلے گئے

فکری

فکری تخلص۔ مُلّا رازی عرف ہے۔ پورا نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

عالم متبحّر، ادیب فاضل، شاعر و نثار کامل تھے۔ خوش خُلقی اور فیّاضی میں مشہور بھی تھے۔

انھوں نے شاہ طہماسپ صفوی، شاہ ایران، کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے اور گراں بہا عطیات پائے۔ ایران سے احمدؒ نگر پہنچے۔ شاہ طاہر کے ذریعے جو برہان نظام شاہ اول والی احمدنگر (۹۱۴ھ تا ۹۶۱ھ ہجری) کے مقرّب تھے۔ اور جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے بڑی دولت و عزّت حاصل کی۔ دربار بیجاپور اور گولکنڈہ میں باریابی کا شرف پایا۔ وہاں کے تاجداروں نے بھی انھیں مالا مال کردیا۔ کئی ہزار ہون لے کر اپنے وطن کو واپس ہوئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

رُخت گُل گُل شُد از مے، ترکِ سیرِ باغ و بُستاں کُن
بہ گیر آئینہ در دست و تماشائے گلستاں کُن

نمی گویم دلم را خوں مکن، یا جاں مکاہ از غم
دل و جانم فدایت ہرچہ می خواہد دلت آں کن

یہ نہیں معلوم ہوا کہ فکری نے کب انتقال کیا۔

مسیح کاشی

مسیح تخلص۔ رکن الدین نام۔ فرزند حکیم نظام الدین کاشانی۔ کاشان مولد۔ سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

مسیح نے کاشان ہی میں تربیت پائی۔ طب، فلسفہ اور شاعری، میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

ابتدا میں شاہ عباس صفوی کے مصاحب تھے۔ بادشاہ ان پر اتنا مہربان تھا کہ دو مرتبہ بہ نفس نفیس ان کے مکان پر گیا۔ رفتہ رفتہ حاسدوں نے بادشاہ کا دل اِن سے پھیر دیا۔ بادشاہ کی یہ بے رخی انھیں گوارا نہ ہوی مجبوراً وطن کو خیرباد کہدیا اور چلتے ہوے یہ شعر کہا:

گر فلک یک صبح دم با من گراں باشد سرش
شام بیروں می روم، چوں آفتاب از کشورش

ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کی علم دوستی و قدر افزائی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ مسیح ہندوستان پہنچے اور کسی طرح بارگاہِ شاہی میں باریابی حاصل کی۔ بادشاہ نے از راہِ قدر افزائی اتنا انعام و اکرام دیا کہ فارغ البال ہوگئے۔ جہانگیر تخت پر بیٹھے تو مسیح کی اتنی قدر بڑھی کہ دربار کے حاضر باش ہو گئے۔

لیکن نہ معلوم پھر کیا افتاد پڑی کہ پایہ تخت سے الہ آباد چلے آئے۔ چند روز کے قیام کے بعد حیدرآباد دکن پہنچے۔ یہاں کے قیام میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مسیح کو سخت محجوب ہونا پڑا۔

ایک دن میر محمد مؤمن استرآبادی، وکیل السلطنت سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۸۹ھ تا ۱۰۲۰ھ ہجری) مسیح سے ملنے آئے۔ حضرت

کے وقت مسیح نے اُن پر گلاب پاشی کرنی چاہی۔ مگر غلطی سے گلاب کے بجائے شراب کا شیشہ ان پر ڈال دیا۔ وکیل السلطنت اس کو مسیح کی شرارت پر محمول کرکے آگ بگولا ہو گئے۔ مسیح کو سخت انفعال ہوا وہ فوراً حیدر آباد کو چھوڑ کر بیجاپور چلے گئے۔ وہاں بھی قسمت نے یاوری نہ کی۔ مجبوراً جہانگیر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور مہابت خاں کی ملازمت اختیار کرلی۔

۱۰۳۷ھ ہجری میں شاہ جہان تخت نشین ہوئے تو مسیح نے ایک قطعہ تاریخ پیش کیا اور بارہ ہزار روپیہ انعام پایا۔ اس قطعہ کے دو شعر یہ ہیں:

بادشاہِ زمانہ شاہِ جہاں خرم و شاد و کامراں باشد
ہر سال جلوس او گفتم درجہاں باد تا جہاں باشد

اس قطعہ نے پھر مسیح کو شاہِ جہاں کا درباری بنا دیا۔

بوڑھے ہونے کے بعد بادشاہ سے مشہد مقدس جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے پانچ ہزار روپیہ نقد اور ایک خلعت عطا فرما کر اجازت دی۔

مسیح حج و زیارت سے مشرّف ہوکر مشہد مقدّس گئے وہاں سے اپنے وطن کاشان میں چند روز آرام کرکے شاہ صفی سے ملنے کے لئے اصفہان گئے۔ مگر بادشاہ کو اپنی طرف متوجّہ نہ پاکر شیراز چلے گئے اور مدّت دراز تک وہیں مقیم رہے۔

مسیح بڑے پایہ کے شاعر تھے۔ ان کا کلیات ایک لاکھ اشعار کا حامل ہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد مرزا صائب تبریزی نے اس کلیات میں سے انتخاب کرکے سات ہزار اشعار کا مختصر دیوان ترتیب دیا۔

منتخب کلام کا انداز یہ ہے:

راست می گویم کہ جرم چشم نمناکِ من است گر بپائے عاشقاں خارے دریں صحرا خلید

گر سپیدی در خطِ مشکیں یار آمد چہ غم   بیشتر دارد بہا ہر گہ شود عنبر سفید

چنیں خواندست ہر صاحب سوادے از جبین من   کہ گردل بر توئی آخر نہ دل ماند نہ دینِ من

اے دلِ بیکار را آخر غمگسارِ من توئی   ہم چراغ خانہ، ہم شمع مزارِ من توئی

در بزم عاشقاں چو برآرم ز سینہ آہ   چوں ہیزمے کہ دود کند دو رم افگند

مسیح نے سنہ ۱۰۶۶ ہجری بمقام کاشان حیات مستعار کو خیرباد کہا۔ کسی شاعر نے تاریخ وفات کہی "رفت بسوئے فلک باز مسیح دوم" ۱۰۶۶

فقیر

فقیر تخلص۔ میر شمس الدین نام۔ عباسی نسب۔ والد کا نام نہ معلوم ہوا۔ شاہ جہان آباد مولد اور سنہ ۱۱۱۵ ہجری سال ولادت ہے۔

فقیر نے اپنے زمانے کے علما سے تحصیل علم کی۔ عالم جید اور فاضلِ متبحر تھے۔

سنہ ۱۱۴۱ ہجری میں لباس فقر پہن کر اپنا تخلص فقیر قرار دیا۔ مدتوں دہلی میں اپنے خوانِ علم سے طلبہ کو بہرہ اندوز کرتے رہے۔ پھر لکھنؤ گئے اور وہاں سے سنہ ۱۱۸۰ ہجری میں اورنگ آباد پہنچے۔ سال بھر کے قریب یہاں مقیم رہ کر ۶ محرم سنہ ۱۱۸۱ ہجری کو سورت، اور وہاں سے بہ عزم بیت اللہ شریف جہاز میں روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ سے بصرے گئے اور وہاں سے کشتی میں سوار ہو کر ہندوستان آ رہے تھے کہ راستے میں کشتی ڈوبی، فقیر بھی بحر فنا کے گھاٹ اُتر گئے۔

آپ کا شمار بڑے اچھے شاعروں میں ہے۔ اشعار کا یہ نمونہ ہے:

یار نشناختہ قدرِ دلِ بے کینۂ ما   کاش می دید رخ خویش در آئینۂ ما

برائے نازینے می کشم نازِ جہانے را   به بوئے یوسفے گیرم سرِ راه کاروانے را

جُدا از روئے تو اے مہ ستاره می شمریم   شبِ فراق تو از بہر ماست روزِ حساب

من نه از خود می روم دنبال او   سایه را سرگشته دارد آفتاب

مرشدِ اہلِ سخن را جز صفائے سینه نیست   درسِ طوطی را کتابے بہتر از آئینه نیست

در مقابل چشم گریاں تا جمالِ یار داشت   کاروانِ گریۂ من یوسفے در بار داشت

فقیر را ز سعادت ہمیں قدر کافی است   که منتّے به سرش سایۂ ہما نه گزاشت

جام مے نیست که از دست تو شد قسمتِ غیر   کشتیِ ماست که در کام نہنگ آمده است

برسر ہمائے وصل نیفگند سایۂ   در کوئے او فقیر شکست استخوان عبث

فقیر کے انتقال کا واقعہ ۱۱۸۳ہجری میں پیش آیا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے وفات کی یہ تاریخ لکھی:

رفت از عالم سخنورِ شیریں ہائے   خوابید به خاک شاعرِ رنگیں ہائے

آزاد نوشت مصرعِ تاریخش   گو آه فقیر میر شمس الدین ہائے
۱۱۸۳

عاقل

عاقل تخلص۔ محمد عاقل خاں نام۔ ہنرور خاں خطاب۔ دہلی مولد ہے۔ تاریخ تولد معلوم نہیں ہوی دہلی کے علما اور فضلا سے تحصیل علم کی۔ اس سے فارغ

ہوکر بادشاہی منصب پایا۔ اسی زمانے میں نواب آصف جاہ سے شرفِ ملازمت حاصل کیا۔ جو بعد میں شاہِ دہلی کے وزیر ہوئے۔ نواب نے قدر افزائی فرمائی۔ نواب کی مدّاحی کرتے رہتے تھے۔ ۱۱۳۴ہجری میں فرخ سیر بادشاہ ہوئے اور نواب آصف جاہ کو اورنگ آباد کی صوبہ داری ملی۔ عاقل بھی ان کے ہمراہ اورنگ آباد آگئے۔ اور فراش خانہ وغیرہ کے داروغہ مقرر کئے گئے۔ جب عاقل بوڑھے ہوگئے تو نواب نے انھیں اپنی جاگیرات واقع دہلی کے محاصل کے خزانے کا داروغہ بناکر دہلی بھیج دیا۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

ہیچ کس یارب! اسیرِ جذبۂ الفت مباد
مرغِ دست آموز در پرواز ہم آزاد نیست

کدام تشنہ جگر گرم جاں فشانی بود
کہ آب جدول شمشیر در روانی بود

فیضِ آب دیدہ نتواں یافت درآبِ وضو
کاشکے زاہد بہ جاے ریش مژگاں ترکند!

سرمہ بودم نالہ گشتم نکہتِ گلہا شدم
عشق می داند بہ نیرنگی کہ من رسوا شدم

چیست مطلب از گدازم کوزہ سازِ عشق را
سنگ بودم، آب گشتم، سوختم، مینا شدم

بو راہب بہ بت خانہ بیدار بودن
ازاں بہ کہ در کعبہ خوابیدہ باشی

عاقل نے ایک روایت کے موافق ۱۱۵۰ہجری میں اور بقول ذلف محبوب الزمن ۱۱۹۵ہجری میں قضا کی۔

تمت